

د. ن. ۲

3134

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَقْرَبِ الصَّلٰوةَ لِذٰلِكَ لَوْلَا الشَّعْبِیُّ لِيُغَسِّقَ النَّبْلَ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنْ كَانَ مُسْتَوْدَعًا

( ۱۵ - رکوع ۹ - سورہ بنی اسرائیل )

روز محشر کہ جاں گداز بود

اولیں پریشش نماز بود



# فضائل نماز

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسن ایدگبند رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

مُرْتَبَّہَا

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام - ۱) خلف و خلیفہ حقیر تلمذ و

مِلَّتِیْ کَا پَتَمَا

مکتبہ نقشبندیہ (۱۲۲۲ھ) حسینی علم پارہ گلی حیدرآباد دکن

قیمت (۱۳) سکہ ہند

ڈائٹیل درپرٹنگ پریس صحیفہ حیدرآباد دکن

یار اول (۱۰۰۰)



86265 نذر عقیدت  
~~88765~~

تجويز نام خود ہی فرما گئے ہیں حضرت  
تفسیر ہے یہ گویا گلدستہ طریقت  
واضح ہوئے ہیں اس میں ابہام معرفت کے  
آسان ہو گئی ہے مشکل جو بھی حقیقت  
مانا حکایتیں بھی پھیل سی ہوئی ہیں آپہیں  
لیکن ہر اک حکایت دیتی ہے درس عبرت  
زخموں کے واسطے ہے مرہم کا اسپہن سا  
غملین پار ہے ہیں تسکین اور راحت  
بگڑے ہوئے دلوں کی اصلاح ہو گئی ہے  
بٹیکے ہوؤں نے اس میں پائی رہ ہدایت  
گہری نظر ہے جنگی ان کے لئے بھی اسپہن  
بگھرے ہوئے ہیں ہر جا گھبائے راز حکمت  
تالیف کو عطا ہو شرف قبول یارب  
پائے مولف اس کا اعلیٰ مقام جنت  
سچ بات ہے یہ مرزا اسکے مہل لعمہ  
ملتی ہے دل کو راحت اور روح کو حلاوت

خادم الخدام

مرزا شکور بیگ نقشبندی القادری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تَمْهِیْدٌ

صاحبو! اگر کسی کے آپ پر احسانات ہوں اور آپ چاہتے ہوں کہ اس کا کچھ شکریہ ادا کریں، لیکن احسانات ادا کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں یہ احسان کرنے والے کی ناراضگی کا سبب نہ ہو جائے، اس لئے فکر ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ احسان کرنے والا خوشکریہ ادا کرنے کا طریقہ بتلائے تو یہ بھی اس کا ایک احسان ہے، اسی طرح قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات بتلاتے ہیں اور اس ذیل کی آیت میں اپنے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ بھی بتلائے ہیں، اس طریقہ کے موافق شکر یہ ادا کیجئے۔ فدائے تعالیٰ اس کو قبول فرماتے ہیں، اور یہ بھی ان کا بڑا احسان ہے کہ وہ اپنی مرضی کے موافق شکر یہ ادا کرنے کا طریقہ بتلائے ہیں، وہ آیت یہ ہے:-

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوکِ الشَّمْسِ اِلَى غَسَقِ الْیَلِّ (پ - رکوع ۹ - سورہ نبی امریں)

نماز پڑھو، دن ڈھلنے سے رات کے تارک کی تک یعنی ظہر - عصر - مغرب اور عشاء۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور صبح کی نماز پڑھو، اس میں قرآن زیادہ پڑھا جاتا ہے، اس لئے

صبح کی نماز کو قرآن الفجر فرمایا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ط صبح کی نماز کا وقت حضور کی کا وقت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”فرشتے صبح سے عصر تک اور عصر سے صبح تک، نماز فجر اور عصر میں جمع ہو جاتے ہیں اور جب جا-تے ہیں تو

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ تم ہمارے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو، وہ عرض کرتے ہیں کہ

ہم ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑ آئے ہیں، اور جب ہم ان کے پاس آئے تو اس وقت بھی وہ نماز میں تھے۔

ہائے افسوس! بے نمازیوں کی طرف سے حضور اقدس میں کیا عرض کرتے ہوں گے۔

**حدیث شریف** | جو شخص صبح کی نماز پڑھے تو وہ اللہ کے ذمہ میں ہے۔

**حدیث شریف** | اگر لوگ جانتے کہ صبح کی نماز اور عشاء کی نماز میں کیا ثواب ہے تو نماز کیلئے حاضر ہوتے، اگر نہیں آسکتے تو گھٹنوں کے بل آتے۔

**حدیث شریف** | جس نے صبح اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گو یا وہ تمام رات نماز پڑھتا رہا۔

جو شخص صبح کی نماز پڑھے تو اس کے ساتھ ایمان کا جھنڈا رہتا ہے۔

**حدیث شریف** | ان احادیث کے بعد اب کوئی مضمون نماز کی فضیلت کے لئے کسی اور کی زبان سے سننے کی ضرورت نہیں۔

مگر مسلمانوں کی کم نصیبی کہ ہر بات میں یورپ کی تحقیق کے بغیر تسکین نہیں ہوتی، اس لئے نفسیات اور اجتماعیات کے ماہر امریکہ کا ایک ڈاکٹر لکھتا ہے اور جملہ مورخین کہتے ہیں کہ اسلام کو حیرت انگیز کامیابی اور نیا کے مسخر کر لینے میں جو ہوی، وہ اس بنا پر ہوئی کہ اس نے اپنے حلقہ میں زبردست وحدت و تنظیم پیدا کر دی تھی، لیکن خود یہ معجزہ کیوں کر ممکن ہوا، اس پر کوئی غور نہیں کرتا۔ اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس کا بڑا اور نہایت موثر ذریعہ نماز تھی روزانہ پانچ وقت نماز کے لئے مومنین کہیں بھی ہوں خواہ جنگل میں، بیابان میں، اکیلے ہوں، یا گنجان شہروں میں، یا بڑے بڑے جموں میں سب کے سب کا کہہ کی طرف رخ کر کے رکوع، سجدہ کرنا، خدا کی عبادت اور رسول کی تصدیق، اقرار، اسی ایک عبادت میں کرنا، اس منظر کا نہایت گہرا اثر یہ ہوتا ہے کہ تماشائیوں پر تک اس کا اثر پڑتا ہے۔

اس مشترک عبادت و تصدیق کے واسطے سے اہل ایمان کے قلوب کی شیرازہ بندی ہونا، یہ ایک نفسیاتی اثر ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص ہیں جنہوں نے نظم و وحدت کے باب میں نماز باجماعت

کی حیرت انگیز قوت کا احساس کیا، اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اسلام کی طاقت اسی نماز  
بجگانہ کی شدید پابندی کا نتیجہ ہے۔ یہ کون کہہ رہا ہے، کوئی مولوی نہیں بلکہ ایک کافر۔ کیا  
بے نمازی نوجوانوں کو اب بھی سبق نہیں ملے گا۔ ایک جرمن ڈاکٹر کہتا ہے کہ حفظانِ صحت کے  
لئے و صوبہ ترین چیز ہے۔ منہ اور ہاتھ کھنیوں تک اور پیر پانی سے دھوتے رہنے سے مسامات  
کھلے رہتے ہیں جو حفظانِ صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔

اس تمہید کے بعد نماز کی فضیلت بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ  
مسجد کی فضیلت بیان کی جائے کہ جہاں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے، اس لئے اب مسجد  
کی فضیلت کے بارے میں کچھ سنئے :-

## مسجد کے فضائل

اس بارے میں ارشاد باری ہو رہا ہے :-

”فِي بُيُوتِ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ لَا يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا  
بِالْعُدْوَةِ وَالْأَصَالِ ۗ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ“  
(پٹ۔ رکوع ۵) سورہ نور۔

اور ایک مقام پر ارشاد باری ہے :-

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَغْفِرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ (پٹ۔ رکوع ۳۔ سورہ توبہ)  
عالم دوہیں، ایک عالم کبیر جو عرش سے فرش تک ہے۔ دوسرا عالم صغیر جو انسان ہے۔  
عالم کبیر میں جو کچھ ہے وہ سب عالم صغیر میں ہے، ستاروں کو طلوع اور غروب ہوتا ہے۔  
ایسا ہی انسان کا طلوع ولادت ہے اور غروب موت ہے۔

بدنِ زمین کے مثل ہے۔

ہڈی پہاڑ کے۔

گودا کان کے۔

رگیں، نہریں۔

گوشت، مٹی۔

بال کی روئیدگی، مثل نباتات کے۔

منہ، مشرق۔

پشت، مغرب۔

دایاں، جنوب۔

بایاں، شمال۔

سانس، ہوا۔

اس کا غضب، رعد، کڑھک۔

مضنا، بجلی۔

رونا، بارش۔

پسینہ، پانی۔

نیمہ، موت۔

بچپن، ربیع۔

جوانی، موسم گرما۔

ادھیڑ، خریف۔

بڑھاپا، جاڑے کا موسم۔

آنکھیں، تارے۔

دماغ، لوح محفوظ

جسمانی قوتیں، مثل فرشتہ کے۔

غرض جو کچھ عالم کبیر میں ہے وہ سب عالم صنویر میں ہے۔ اس لئے پہلے عالم کبیر بنا کر پھر عالم

صنویر بنائے اور فرمائے فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (پٹا۔ رکوع ۱۱، سورہ مومن)

اتنے بڑے عالم میں جو کچھ ہے وہ سب اتنے چھوٹے عالم میں بھی بنایا، کیا شان والا ہے، سب

چیز کا نمونہ ہوا، اور اگر غرض کا نمونہ نہ ہو تو کچھ نہ ہوا، اس لئے عرش کا نمونہ دل بنایا ہے اسلئے کہ



جب اللہ تعالیٰ کوئی ارادہ فرماتا ہے تو اس کا اثر عرش پر ہوتا ہے، عرش سے لوح محفوظ پر، لوح محفوظ سے فرشتے لے کر آسمانوں کو حرکت دیتے ہیں، آسمان، چار عناصر کو، چار عناصر سے ظہور ارادہ الہی کا ہوتا ہے، ایسا ہی انسان جو کچھ کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کا ظہور دل پر ہوتا ہے جو مثل عرش کے ہے، دل سے دماغ پر جو مثل لوح محفوظ کے ہے، دماغ سے قوتیں لے لیتے ہیں، جو مثل فرشتہ کے ہیں، قوتیں پٹھوں کو جو مثل آسمان کے ہیں حرکت دیتے ہیں۔ پچھے اعضاء کو حرکت دیتے ہیں جو مثل چار عناصر کے ہیں، اعضاء سے انسان کے ارادہ کا ظہور ہوتا ہے جیسے چار عناصر سے ظہور ارادہ الہی کا ہوتا ہے، عالم کبیر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اثر عرش کا ہے اور عالم صغیر میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اثر دل کا ہے تو عرش، مثل دل کے ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ عالم کبیر کا دل عرش ہے اور عالم صغیر کا عرش دل ہے۔

ایسا ہی عالم سفلی کا بھی دل ہے۔

جیسے عالم کبیر میں کچھ کرنا ہو تو عرش پر ارادہ ظاہر کرتا ہے، ایسا ہی عالم سفلی میں کچھ کرنا ہو تو پہلے قطب الاقطاب پر ارادہ ظاہر کرتا ہے، قطب الاقطاب سے قطب اقلیم پر، قطب اقلیم سے غوث پر، غوث سے اوتاد پر، اوتاد سے عالم ظاہری کے حکام پر، حکام سے ارادہ الہی کا ظہور ہوتا ہے۔

جیسا عرش لامکاں میں ہے ایسا ہی دل سینہ میں ہے، اور قطب، غوث، باطنی حکومت کرنے والے مسجدوں میں ہیں، جو عالم سفلی کے دل ہیں، اس لئے فرماتا ہے:-

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۗ رِجَالٌ لَّا تُلْمِئُهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ - (پٹا - رکوع (۵) سورہ نور) -

ایسے باطنی حاکم کہاں ملیں گے، ان کو کہاں ڈھونڈو گے ایسے گھروں میں جن کے حق میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے، عزت بڑھانے کا، اس میں خدا کا نام لیتے رہنے کا، ان کو کوئی مشاغل خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتے ہیں۔

غرض خدا کے ارادہ کا ظہور میں جگہ ہوتا ہے، جیسا کہ کہتے ہیں کہ خدا عرش پر ہر دور

دل میں ہے، اور سجد اللہ کا گھر ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ تین مسجد ہیں۔

۱۔ عالم جبروت میں عرش۔

۲۔ عالم ملکوت میں دل۔

۳۔ عالم ناسوت میں مسجد۔

دل فنا ہوتے ہی انسان فنا ہو جاتا ہے، عرش کے فنا ہوتے ہی عالم کبیر فنا ہوتا ہے، قریب قیامت کے مکہ شریف ڈھا دیا جائے گا، کوئی اللہ اللہ بولنے والا نہ رہے گا، مسجدیں اجاڑ ہو جائیں گے تو اس وقت عالم سفلی فنا ہو جائے گا۔

حکایت | ایک جاہل عورت مکہ میں گئی، کعبہ شریف کو دیکھ کر کہنے لگی یہ تو میرے ہی گھر کے جیسا ہے، بلکہ میرا گھر اس سے زیادہ بڑا ہے، ہاں کچھ چہل پہل غنیمت، شان ایسی میرے گھر میں نہیں ہے۔

اس عورت کے جیسے ہم بھی ہیں، بہت سنتے آئے ہیں کہ دل خدا کا گھر ہے، دل عرش ہے، دل میں خدا کے ارادہ کا ظہور ہوتا ہے، پھر جب ہم اپنے دل کو دیکھتے ہیں تو زبان حال سے کہتے ہیں ۵

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا  
جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

کیا یہی دل کی یہ دھوم مچی ہوئی ہے؟

میرے دوستو! آپ کا ہمارا یہی دل، ہاں ہاں یہی دل ہے جس کو عرش خدا کہتے ہیں۔ خدا کا گھر یہی دل ہے، سب کچھ ہے سچ ہے ہائے کیا کہیں ۵

بھرد ہے میں دل میں دنیاوی خیال آئے کیونکر اس میں نور ذوالجلال

دوسرے کے ساتھ وہ شاہ غیور جمع ہوتا ہی نہیں اے بے شعور

چاہیے تبھکو اگر وصل صنم گھر کو خالی غیر سے کر یک قلم

کھینچ فلوت میں بہت سا انتظار تا میسر ہو تجھے وصل نگار

دیکھنا ہے کوئی بھی ایسا نور و سوت کے جو پاس بیٹھے دو بدو



ہے غنی تر سب شریکوں سے خدا

چاہتا ہے یا روہ سب سے جدا

پھر یہی دل جس میں تردد ہو رہا ہے، ربّانی صندوقچہ بن جاتا ہے جس میں رحمانی موتی رہتے ہیں، پھر عرشِ معنی باوجود عظمت کے ایسے دل کے سامنے ہیج ہو جاتا ہے۔

ہائے چو نے پتھر کی مسجدوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَيْهِ

أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝

(پٹ - رکوع ۳ - سورہ توبہ)

مشرکوں سے مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی۔ مسجد توحید کی جگہ ہے، مشرک کا وہاں کیا کام، ان کے سارے اعمال اکارت، وہ ہمیشہ کے دوزخی۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ

الصَّلَاةَ (پٹ - رکوع ۳ - سورہ توبہ)۔

مسجد کی آبادی کا حق ان کو ہے جو خدا کی توحید کے قائل ہیں، عظمت و ادب الہی ان کے دل میں ہو، تاکہ مسجد کا ادب کریں، اور ایمانِ قیامت کے آنے پر ہو جس سے خوف الہی و امید پیدا ہو، تاکہ آبادی مسجد کا خیال رہے۔ نمازی ہو کہ انہیں کو مسجد کی ضرورت ہے وَآتَى الزَّكَاةَ زَكَاةً دِيْتًا هُوَ مَالٌ صَرَفٌ كَرْنَةُ كِي عَارِتْ هُوَ - وَ لَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ڈرہے تو خدا ہی کا ہے کہ سارے عالم کو چھوڑ کر اسی کے ور و دولت پر جبہ سائی کرتا رہے فَحَسْبِيَ أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُتَدِينِ ۝ یہی لوگ راہِ پالے ولے منزل مقصود تک جانے والے ہیں۔

ہائے چو نے پتھر کی مسجدوں میں مشرک کا کام نہیں تو صاحبِ نور کی مسجد جو دل

ہے اس میں مشرک کا کیا کام ہے حکم ہوا داؤڈ! میرے لئے ایک گھر بناؤ میں اس میں

رہنا چاہتا ہوں۔ داؤڈ عرض کئے آپ گھر سے پاک ہیں حکم ہوا داؤڈ! تم دل کو خالی کرو،

میں اس گھر میں رہتا ہوں جو غیر سے خالی ہے۔

اعمالِ شریعت و آدابِ طریقت کے ساتھ ذکرِ الہی کثرت سے ہو، ایسوں ہی کے دل میں وہ رہتے ہیں یعنی تخلیہ و تحلیہ کرنے والوں کے دل میں رہتے ہیں۔

صاحبو! عرش کا ذکر چھوڑیے، اب دل جو کہ مسجد ہے اس کا اور اس مسجد کا ذکر سننے جس کی ہم کو ضرورت ہے۔

صاحبو! جو مسجدوں کے ساتھ بے ادبی کرتے ہیں خدائے تعالیٰ ان کو کیا سزا دیتے ہیں، خود خدائے تعالیٰ ہی سے سنو۔ ارشاد ہوتا ہے ”لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ دُنْيَا فِيهِمْ“ ان کو ذلیل کرتے ہیں و ”لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ“ پھر آخرت میں بڑا عذاب ہوگا، یعنی آخرت کے عذاب کے سوا دنیا میں ذلیل ہونے کے جو اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب بے ادبی مسجد ہے۔

مسجدی کاں در درون اولیاء است

خانہ خاص حق است آنجا خداست

نیت مسجد جز درون سرور اں

اں مجاز است این حقیقت اے جواں

(ترجمہ) جو مسجد کہ اولیاء اللہ کے دلوں میں ہیں، وہ دل خدا کے خاص گھر ہیں، اس میں خدا رہتا ہے، اگر اصلی مسجد پوچھو تو اولیاء اللہ کے دلوں میں ہے، ظاہری مسجد مجازی ہیں اور حقیقی مسجد اولیاء اللہ کے دل ہیں۔

اُس عالم میں اس عالم کا الٹا ہے، یہاں جو شراب کباب کے لطف و راحت میں ہیں، وہ وہاں تکلیف میں ہوگا، جس کو یہاں تکلیف ہے اس کو وہاں شرابِ ظہور، کبابِ ظہور، حور و قصور ملیں گے۔

صاحبو سنو! آبادی مسجد کئی طرح سے ہوتی ہے

۱۔ بناء مسجد

جو شخص مسجد بناتا ہے، اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے، اگر تعمیر مسجد میں کئی لوگ شریک ہوں تو سب کو علیحدہ علیحدہ گھر جنت کا ملتا ہے۔

حدیث



سات شخصوں کو مرنے کے بعد بھی قبر میں اجر ملتا رہتا ہے:-

### حدیث

(۱) وہ جس نے علم سکھایا۔

(۲) جس نے نہر باؤنی کھدوائی۔

(۳) درخت بویا۔

(۴) جس نے مسجد بنائی۔

(۵) مصحف وقف کیا۔

(۶) اولاد صالح چھوڑا جو اس کے لئے استغفار کرتی رہے۔

مسجد کے بنانے میں جب یہ فضیلت ہے تو دل کی مسجد کہ جو اس عالم کی ہے اس کے ٹوٹنے

میں فضیلت ہے۔

سلطان محمود غزنوی کے محبوب ایاز کے غلے سے ایک شخص کا آئینہ ٹوٹا، اس

### حکایت

شخص نے بادشاہ کے پاس فریاد کی، بادشاہ نے قیمت دریافت کی، اس نے کہا

اس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہے، بادشاہ نے کہا دو کوڑی کے آئینہ کی قیمت ایک لاکھ

روپیہ ہے، اس نے کہا حضور کو آئینہ دو کوڑی کا ہے مگر آپ کے محبوب کے ہاتھ سے ٹوٹا

ہے اس لئے اس کی لاکھ قیمت ہے، ایسا ہی کل قیامت میں ٹوٹے ہوئے دل لے چلو۔

اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا قیمت ہے، دو کوڑی کا دل ہے، ہم کہیں گے بالکل سچ ہے مگر آپ

کے محبوب کے حکم سے ٹوٹا ہوا ہے، اس کی قیمت آپ ہی ہیں۔ حکم ہوگا یہ تو پہلے ہی طے ہو گیا

ہے کہ ہم ٹوٹے ہوئے دلوں میں رہتے تھے، سب چیزیں نہ ٹوٹنے سے سلامت رہتی ہیں یہ

دل ٹوٹنے سے سلامت رہتا ہے، اسی واسطے قلب شکستہ کو قلب سلیم کہتے ہیں، دل ٹوٹتا ہے

ندامت و گریہ زاری سے جب یہ ٹوٹتا ہے تو سالم ہو کر سلیم بن جاتا ہے۔

سلیم اس سانپ کاٹے ہوئے شخص کو بھی کہتے ہیں جو تریاق سے صحت پاتا ہے تو

اس کی کیا حالت ہوتی ہے کوئی رسی دیکھا کہ بھاگتا ہے، ڈرتا ہے، خیال کرتا ہے کہ سانپ ہی

ہے، ایسا ہی قلب سلیم کی علامت یہ ہے کہ گناہ کی شکل سے ڈرتا ہے۔ ایسا ٹوٹا ہوا دل

خزانہ الہی ہوتا ہے۔

**حکایت** حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی زمین پر پھینک دیے گئے، اتنا روئے  
 مار گھا س آگ آئی ہمیشہ منہ ڈھانکے رہتے جب گناہ یاد آتا تو آہ کرتے منہ  
 سے آگ کا شعلہ نکلتا جب خدا نے توبہ قبول کی تو پکارا، آدم یا صغی اللہ تین بار خدا نے پکارا  
 لیکن یہاں جواب نہ دارو، فرشتے سمجھے کہ آدم ہلاک ہوئے، اس لئے فرشتے کانپ گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا آدم! تم نے اللہ کی ندا نہیں سنی، کہا ہاں سنی  
 جبرئیل نے کہا پھر جواب کیوں نہ دیے۔ آدم نے کہا اللہ پکار رہا تھا اس طرح کہ آدم تم میرے صغی ہو،  
 بھلا میں کیسا صغی ہو سکتا ہوں، میں تو نافرماں ہوں میں نے خیال کیا کہ شاید اللہ کوئی اور آدم  
 مٹی سے بنا کر اس کو صغی پکار رہے ہیں، اگر مجھے پکار رہے ہیں تو حاضر ہوں، حکم ہوا جبرئیل آدم  
 سے پوچھو میں جب پکار رہا تھا، اس وقت ان کے دل کا کیا حال تھا۔ عرض کئے دل کہہ رہا تھا،  
 اے خدا آپ گناہ بخش سکتے ہیں مگر جب مجھے اپنے گناہ کا خیال آتا تھا تو دل ٹوٹ جاتا تھا،  
 حکم ہوا جبرئیل گواہ رہو، میں ڈپٹے ہوئے دلوں میں رہتا ہوں۔

(۳) آبادی مسجد مرمت سے بھی ہوتی ہے۔

مسجد کی تعمیر ہو یا مرمت، مال حلال سے ہو، مال حرام کی بنائی ہوئی مسجد، مسجد نہ ہوگی  
 مثل اور گھروں کے ہے، اگر مال حرام مشتبہ لگا ہو تو احترام مثل مسجد کے کیا جائے، مگر زیادہ ثواب  
 کی امید نہ رکھے۔

چھوٹے پتھر کی مسجد، مال حرام سے بنے تو مسجد نہیں ہوتی، ہائے نور  
 سے بنی ہوئی دل کی مسجد، مال حرام سے بنے تو وہ کیسے مسجد بنے گی۔  
 چوٹے پتھر کی مسجد، مرمت، مال حرام سے جائز نہیں، دل کے مسجد کی مرمت  
 مال حرام سے کیسے جائز ہوگی۔

(۴) جازو بکشی وغیرہ بھی آبادی مسجد ہے۔

**حدیث** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود کے مشابہ نہ بنو، بلکہ گھر کے صحن و  
 گلی کو کورسے کرکٹ سے پاک و صاف رکھو۔

نذر فرمائے کہ صحن و گلی کو کورسے کرکٹ سے پاک و صاف



رکھنے کے لئے ارشاد ہے تو مسجد کے لئے کس قدر تاکید ہوگی اور جب چونے پتھر کی مسجد کو معاف رکھنے کی یہ تاکید ہے تو دل کی مسجد کی صفائی اور اخلاق ذمہ کو دل سے دور کرنے کا کس قدر تشدد ہوگا۔

**حدیث شریف** میری امت کی نیکیاں مجھ پر پیش کی گئیں یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا یہ بھی ایک نیکی ہے۔

**حدیث** مسجد سے ایک مٹھی کچرا نکال کر پھینکنے سے قیامت میں کوہ احد کے برابر ثواب ملے گا اور جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

**حدیث** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے جنت میں اس عورت کو دیکھا ہے جو مسجد کا کوڑا کرکٹ جھاڑتی تھی۔

**حدیث** مسجد سے کچرا نکالنا حور کا مہر ہے۔

### ۴) مسجد میں چراغ جلانا

**حدیث** مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے کھجور کے تنوں کو جلا کر اس کی روشنی میں نماز ہوتی تھی پھر تمیم داری قندیل مسجد میں لٹکائے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے خوش ہو کر فرمایا، تم ہماری مسجد کو روشن کئے ہو خدا نے تعالیٰ تم کو روشن کرے، نورانی کرے اگر میری لٹکی بے بیاہی ہوتی تو تم سے نکاح کر دیتا، ایک صحابی نے حضرت کی خوشی پوری کرنے کیلئے اپنی لٹکی ان سے بیاہ دی۔

**حدیث** جو کوئی مسجد میں چراغ جلائے تو جب تک وہ چراغ رہے حاملان عرش اس کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔

**حدیث** مسجد میں جو شخص قندیل لٹکائے تو اس قندیل لٹکانے والے کے لئے قندیل لٹکانے تک (۱۰۰) ہزار فرشتے مغفرت مانگتے ہیں۔

صاحبو! چونے پتھر کی مسجد میں چراغ جلانے کی یہ نصیحت ہے اللہ

اللہ دل کی مسجد میں چراغ جلانے کا کیا مرتبہ ہوگا۔ ہاں صاحبو! دل کی مسجد

اندھیری پڑی ہے، چراغ اس میں لگاؤ۔ ہاں اللہ کا گھر اس میں اندھیرا۔

اس میں وہ چراغ لگاؤ جس کو خود خدا فرماتا ہے۔  
 مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُوتَةٍ فَيَضَامُ مِصْبَاحًا طَامِصْبَاحٌ فِي نَجْوَا جَنَّةٍ  
 (پہا۔ رکوع ۵۔ سورہ نور)۔

طاقتور دل مومن، چراغ، معرفت کا ہے جو ستاروں کی طرح چمک رہا ہے، اس میں شمع  
 سے توحید و محبت الہی کی، نورِ عسلیٰ نورِ جہد کی کھینے نور ہی نور ہے، سارے اعضا پر اس کا  
 اثر پڑ رہا ہے، یہ چراغ دل کی مسجد میں سلگتا ہے، اعمالِ خیریت اور آدابِ طریقت پر پورا  
 پورا عمل کرنے اور اخلاقِ ذمیمہ سے دل کو پاک کرنے سے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور دوسرے ذکر  
 الہی پر مداومت کرنا اس چراغ کا تیل ہے، اس تیل اور اس چراغ کو نورانی بناؤ۔ پھر دیکھو  
 اس کی کیا شان ہوتی ہے۔

مررشتہ دولت لے برادر بکف آر ؛ دیں عمر گرامی بہ خسارت مگذار  
 دولت کی ڈوری حاصل کر اے بھائی — اس عزیز عمر کو نقصان سے مت گذار  
 راتم ہمہ جا با ہم کس در ہمہ کار ؛ میدار نہفت چشم دل جانب یار  
 ہمیشہ ہر جگہ ہر شخص کے ساتھ ہر کام میں۔ دل کی آنکھ مخفی طور پر دوست یعنی اللہ کی طرف لگائے رکھ۔

(۵) مسجد میں جانمناز وغیرہ بچھانا

ابتداء اسلام میں زمین پر نماز ہوتی تھی، ایک صحابی بارش کی وجہ جو مسجد سے ٹپکتی تھی،  
 کنکریاں لاکر اس پر سجدہ کئے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تعریف فرمائے، پسند کئے، اس لئے تمام مسجد  
 میں کنکریوں کا فرش کر دیا گیا۔ پھر ترقی کرتے ہوئے قسم قسم کے فرش بچھانے لگے، اسلامی شان  
 کے لئے سجدوں میں فرش اور جانمازوں سے آراستگی کی جائے نہایت بہتر ہے، جماعت سے  
 نماز، جانمازوں پر ہو یا بورے یا حصیر پر یہ افضل ہے۔

مسجد میں جب جائیں تو بلا تشبیہ ایسی حالت رہنی چاہیے جیسا کہ حاکم و نبوی کی حضور  
 میں قلب اور جوارح کی حالت ہوتی ہے، یہی خیال رہے کہ ہم ہی پر نظر ہو رہی ہے۔  
 یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ؛ شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی  
 ایک پلک ارنے تک بھی بادشاہ یعنی اللہ سے غافل نہ رہنا۔ شاید کہ کبھی تجھ پر نظر پڑ جائے اور تو اس وقت غافل رہا



صاحبو! اتنا تو ہونا چاہیے کہ اگر ہر وقت نہ ہو سکے تو حضوری مساجد کے وقت تو یہ خیال ضرور رہے، کیا کہوں مسجد کی کیا شان ہے۔

**حدیث** مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیرا ہونے کا باعث ہے۔

سب جگہوں سے زیادہ پیاری جگہ اللہ تعالیٰ کو مسجد معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب جگہوں سے بری جگہ ہے بازار۔

**حدیث**

مسجد کو بنانے والے اور مرمت کرنے والے اللہ والے لوگ ہیں۔

**حدیث**

جو مسجد سے دل لگائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے الفت کرتے ہیں۔

**حدیث**

جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد کی خبر گیری کرتا ہے یا مسجد میں اکثر بیٹھتا ہے تو اسکے مومن ہونے کی گواہی دو۔

**حدیث**

مسجد کی طرف چلنے میں ہر قدم پر ایک نیکی لکھتے اور ایک گناہ مٹاتے ہیں۔

**حدیث**

جو مسجد میں جائے اسکے لئے ہر آمد و رفت پر ایک گھر جنت میں بنتا ہے۔

**حدیث**

مسجد میں پانچ وقت جانے سے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔

**حدیث**

جو نمازی اندھیری رات میں مسجد کو جاتے ہیں انھیں خوش خبری سناو کہ قیامت کے دن انھیں نور کے منبر عطا ہوں گے، تمام آدمی خوفزدہ لرزاں ترساں اور

**حدیث**

یہ مطمئن و فرحان رہیں گے، کیوں کہ دو خوف جمع نہیں ہوتے، دنیا کا اور قیامت کا، یہاں اندھیرے کا خوف سہا تو اب اس کو وہاں کا خوف نہ رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے جب جنت کی کیاریوں میں جاؤ تو میوہ خوری

**حدیث**

اکرو، صحابہ نے عرض کیا کہ اسکا کیا مطلب ہے، ارشاد ہوا جنت کی کیاریاں

مسجد میں ہیں، میوہ خوری "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ"

کہتا ہے مسجد کو جنت کی کیاریاں کہنے میں یہ رمز ہے کہ جنت گناہ کی جگہ نہیں ہے جنت میں گناہ نہ

ہرگز چوڑے مسجد بھی جنت کی کیاریاں ہیں اسلئے اس میں بھی گناہ نہ ہونا چاہیے، اور دوسری بات یہ ہے

کہ مسجد میں جنت ہیں اور جنت میں ایذا نہیں، اسلئے مسجد میں بھی کسی کو ایذا نہ ہو

بہشت آنجا آزار سے نباشد } بہشت وہ ہے کہ جس میں کوئی ایذا نہ ہو  
کے رابا کسے کالے نباشد } کسی کو کسی سے تکلیف و ایذا نہ ہو

اسلئے مسجد میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے اہل مسجد کو ایذا ہو، مثلاً جہر سے نہ پڑھے کہ دوسرے  
 زا کروں کو تکلیف پہنچے یا نماز کے لئے ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ آنے جانے والوں کو تکلیف ہو۔  
**حدیث** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ  
 زمین والوں پر عذاب کروں، مگر یہ تین قسم کے لوگوں کی وجہ سے میرا غصہ جاتا  
 رہتا ہے:-

(۱) قرآن شریف پڑھنے اور سننے والے۔

(۲) مسجد کی خدمت کرنے والے۔

(۳) مسلمانوں کے معصوم بچے جو قرآن سیکھ کر پڑھتے رہتے ہیں۔

**حدیث** مسجد والوں پر شیطان کا اثر کم ہوتا ہے مسجد میں قلعہ ہیں شیطان سے محفوظ  
 رہنے کے۔

**حدیث** مساجد آسمان والوں کو ایسی نورانی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین والوں کو تارے

**حدیث** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے گھر زمین میں مسجدیں ہیں، مسجدوں کو آنے والے

مجھ سے ملاقات کرنے والے ہیں، مبارک ہو، اس بندہ کو کہ جو اپنے گھر سے  
 با وضو نکلا پھر میرے گھر یعنی مسجد میں مجھ سے ملاقات کیا، حق ہے گھر والے پر کہ ملاقات کو  
 آنے والے کی عزت کرے۔

**حدیث** مسجدیں اللہ کے نزدیک دنیا کے تمام مکانوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

**حدیث** جن کے دل مسجدوں میں لگے رہتے ہیں وہ روزِ حشر زیرِ سایہ عرش ہوں گے۔

**حدیث** حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس بندہ کو خدا دوست رکھنا چاہتا  
 ہے اس کو مسجد کا قادم اور محافظ بنانا ہے۔

**حدیث** مسجدیں خدا کے صحن اور اس کے گھر ہیں، خدا نے ان کے اونچا کرنے اور پاک  
 رکھنے کا حکم دیا ہے ان میں برکت ہے۔

مسجد میں خود بھی مبارک ہیں، ان کے رہنے والے بھی مبارک ہیں،  
 وہ خود بھی محبوب ہیں ان کے رہنے والے بھی محبوب ہیں وہ تو نمازیں



ہوتے ہیں اور خدا ان کی حاجتوں کے پورا کرنے میں ہوتا ہے، وہ مساجد میں ہوتے ہیں اور خدا ان کے مقاصد کے بر لانے میں ہوتا ہے۔

**حدیث** جو مسجد سے دل لگاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے الفت کرتا ہے۔

صاحبو! سب سے سب دل برابر ہیں، ایسا ہی سب مسجد میں بھی برابر نہیں ہیں۔ تینہ میں ہے کہ سب مسجدوں میں زیادہ حرمت و مرتبہ والی "المسجد الحرام" ہے پھر مسجد مدینہ، پھر مسجد بیت المقدس، پھر جامع مسجد، پھر مسجد محلہ، پھر مسجد شارع عام پھر مسجد گھر کی، یعنی وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لئے بنایا ہے۔

بیت المقدس کی زیارت کرنے سے اور اس میں عبادت کرنے سے ایک **حدیث** نماز کا اور ایک نیکی کا ثواب (۲۵) ہزار نماز اور (۲۵) ہزار نیکیوں کا ملتا ہے ایسا ہی مدینہ شریف کی مسجد میں نماز پڑھنے کا (۵۰) ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور ایسا ہی مکہ معظمہ میں نماز پڑھنے کا اور نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ نماز اور ایک لاکھ نیکیوں کا ملتا ہے۔

مساجد کو خنس و خاشاک، بلغم، ریٹ اور دیگر نجاسات سے پاک رکھے، عود، اگر تہی سے معطر رکھے، فرش، پاک اور بے تکلف بچھائے، نقش و نگار نہ ہو، بلکہ اللہ کے نام کی روشنی ہو، اللہ والوں کے سوز و دل کے بخود ان کے زرد چہرے، عشق سے سنہرے رنگ اور سینہ خراشیدوں کے نقش و نگار بس ہیں، نماز پنجگانہ ہو، اذان وقت پر دی جائے۔ بعد دخول مسجد فرض و سنت پڑھے تو بس ہے، ورنہ دو رکعت تہجد المسجد پڑھے، جب کہ نماز کی نیت سے نہ گیا ہو۔ اور اگر وہ وقت مکروہ ہو تو قبلہ رو بیٹھ کر خفی ذکر و تسبیح کرے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے سیدھا قدم مسجد کے اندر رکھے اور یہ دعا پڑھے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي

وَافْتَحْ لِي الْبَابَ رَحْمَتِكَ

اور جب مسجد کے باہر نکلے تو بایاں پیر پہلے باہر نکالے اور یہ دعا پڑھے۔

وَافْتَحْ لِي الْبَابَ فَضْلِكَ

نماز جماعت کا انتظار کرنا بھی عبادت اور مثل نماز کے ہے، جب تک وہ نماز کے انتظار میں رہتا ہے، فرشتے اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں، جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو، مسجد میں گم شدہ چیز بلند آواز سے نہ ڈھونڈے، کیوں کہ حضرت نے بددعا دی ہے، بچوں اور دیوانوں سے مسجد کو بچاویں، سلاح یعنی ہتھیار مسجد میں نہ لاویں۔ خانہ جنگی نہ کریں، مسجد میں بمبیک مانگنا منع ہے، مسجد میں راگ سے اشعار نہ پڑھیں۔ مسجد کے اندر غیر معتکف کو نیند، غسل، وضو اور حجامت ممنوع ہے، اسی طرح کچی پیاز کھا کر حقہ پیری پی کر مسواک کئے بغیر مسجد میں آنا بھی مکروہ ہے۔

اسباب طہارت اور اسباب غسل خانہ اور فرش، یوریا وغیرہ مہیا کرنا، چراغ روشن کرنا عبادت ہے۔

دو گناہ میں ہر شخص مبتلا ہے (۱) غیبت (۲) مسجد میں باتیں کرنا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ مسجد کے متصل کوئی جگہ باتوں کے لئے بنائے۔

صاحبو! سوچو! اس مسجد کو انسان نے بنایا ہے، انسان ہی اس میں عبادت کرتا ہے تو اس کی یہ شان ہے کہ اس میں ذکر نہ ہونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس کے دیران کرنے والے پر اس قدر غضب میں ہے کہ ان کو ظالم کہہ رہا ہے وہ دنیا میں ذلیل ہوں گے۔ آخرت میں عذاب دئیے جائیں گے، سچ بولو صاحبو! جس مسجد کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے بنایا ہو، خَلَقْتُ بِيَدِي وَهُوَ كُنْسِي مَسْجِدٌ، وہ دل ہے کس کے واسطے، خاص اپنے واسطے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (پتے - رکوع ۲۷ - سورہ ذاریات) اس میں اگر ذکر الہی نہ ہو تو کس قدر ناراض ہوگا، اگر ذکر نہ ہو تا تو پھر بھی ایک بات تھی، ہائے ہم نے تو اس مسجد کو مندر بنا رکھا ہے، طرح طرح کے بت، شہوات، آرزو، علائق، کتا، غضب کا دیکا بیٹھا ہے، کہیں حرص کا سور بیٹھا ہے، ہائے مسجد میں کتا اور سور، کیا غضب ہے؟

خیلی خود پسندی، ریا، حسد، حرص طعام، حرص سخن، دوستی مال، دوستی جاہ، یہ طرح طرح کی شہواتیں اس دل کی مسجد میں پڑے ہوئے ہیں کسی عورت سے حرام کرنے کا



ارادہ ہے تو اس عورت کی صورت بھی ایک طرف اس مسجد میں ہے، اگر نشہ کی عادت ہے تو شراب کے شیشے سیندھی کے گڑے اس دل کی مسجد میں رکھے ہوئے ہیں، سو لینے کا رشوت لینے کا، کسی پر ظلم کرنے کا طرح طرح کا خیال بھی دھرا ہے، بلے ہم نے اس مسجد کو کیا ویران کیا ہے، پس فرمایے اس کے اچھڑنے میں کچھ کمی باقی ہے، مسجد میں دنیا کی باتیں بے شک بری ہیں مگر دل کی مسجد میں جو یہ شور مہر رہا ہے جو کان پڑی آواز نہیں آتی، کہیں اسکی بھی فکر ہے۔ ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے، اب تک بت تراش تھے، اب بت شکن بنو، پشیمان گناہ کے تیرے کرسیب بتوں کو توڑتے جاؤ۔ آج اس کا علاقہ ٹوٹا، کل اس کا علاقہ، سارے لائے پورے آرزوں کو خیالی موت کے جھاڑوں سے جھاڑو۔ حلم کی چھری سے کلب غضب کو اور قناعت کی چھری سے خنزیر حرم کو ذبح کرو، پر ہیزگاری کی لکڑی سے شراب کے شیشے، سیندھی کے گڑے، اور دو۔

سو، رشوت لینے کے خیال کے دھبوں کو تقوے کے پانی سے دھو ڈالنے برسے اخلاق کی جو نجاست پڑی ہے اس کو دھو ڈالو، پھر دیکھو وہی دل کی مسجد کیسی پیاری معلوم ہوتی ہے۔

یہی تخلیب ہوا۔

بہت دنوں سے مسجد اجاڑ پڑی تھی، بدبوئی باقی ہے، صبر، شکر، بے رغبتی دنیا وغیرہ خوش اخلاقی کے مجموعہ عطر سے اس مسجد دل کو خوب بساؤ۔

یہ تخلیب ہوا۔

ذکر سے مسجد دل کو آباد کرو۔ دل ادھر ادھر بھاگے گا، کھینچ کر ذکر کی طرف لاؤ، پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ذکر کے سوا اور طرف دل کو کھینچ کھینچ کر لانا پڑے گا۔

پھر اس دل کی مسجد میں آپ ہوں گے یا دل والا کہو، یا گھر والا یعنی اللہ تعالیٰ پھر اس وقت ملا، اعلیٰ کے فرشتے اس دل کی مسجد کو دیکھنے کے لئے آئیں گے تو ہمارے دل میں ایمان کا چراغ جل رہا ہے مگر یہ ٹھٹھاتا ہوا چراغ ہے، ہدایت کا راستہ ملتا نہیں، جب کسی مسلمان میں کربھیٹھیں تو ایمان کے کسی چراغ جمع ہو جاتے ہیں، ساری مجلس بقعہ نور

بن جاتی ہے، ہدایت کار استہ صاف کھلا نظر آتا ہے، فدا ایسا ہی کرے۔

صاحبو! اپنی حالت پر کبھی آپ نے غور کیا، سنا اگر کسی کے پاس ایک لعل ہے سات باوشاہت جس کی قیمت ہے، ایک بہت بڑے شہنشاہ کی اس پر نظر ہے فدا جانے اس کے بدلے کیا کیا ملتا۔ مگر یہ کم نصیب لعل والا بے قدری سے اس کی آب و تاب کھو دیا اور اس کو دو کوڑی کا بنا دیا۔ آپ اس کو کیا کہو گے، اس کم سخت کی حالت پر بے حد آپ تعجب کریں گے۔ اس سے ہزار درجہ زیادہ تعجب ہماری حالت پر کیجئے۔

میرے دوستو! تمہارے سینہ کے صندوق میں بھی تو ایک انمول لعل ہے، سات جفتیں اس کی قیمت ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ (۳۶) مرتبہ دل پر نظر ڈالتا ہے، ہمارے ہماری کم نصیبی ہم نے اس کی آب و تاب کھو کر اس کو دو کوڑی کا بنا دیا۔ یہ اور طرفہ سنئے، جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ وہ لعل اس لعل والے کا نہیں، کبیر سے مانگا ہوا ہے مستعار ہے۔ واپس دینا ہے اور اس نے اس لعل کی یہ گت بنا رکھی ہے، وہ شخص لعل کے مالک کو کیا منہ دکھائے گا۔ واپس دیتے وقت کیا کرے گا، تو شاید آپ کے تعجب کی کچھ حد نہ رہے گی۔

ایسا ہی صاحبو! یہ دل ہمارا نہیں ہے، یہ تو مانگا ہوا مستعار ہے، فدا کا ہے خدا کو واپس دینا ہے، ہم تو اس دل کی یہ گت بنا رکھے ہیں، دل کے مالک کو کیا منہ دکھائیں گے واپس دیتے وقت کیا کریں گے، اسی واسطے ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے میں تجھ کو دنیا میں پاک لایا ہوں، تیرے سینہ میں "دل" امانت رکھا ہوں، دیکھیں کیسی تو اس کی حفاظت کرتا ہے، اور دیکھیں کیسا دل لے کر تو ہم سے ملتا ہے، پھر جب سکرانت میں روح نکلنے کا وقت آتا ہے تو پھر فرماتا ہے میرے بندے میری امانت کیسی لایا ہے، جیسی دیا تھا ویسی لایا ہے، تو تیرے لئے چھٹکارا ہے، اگر ہماری امانت میں نبیانت کیا ہے اور مال کو بگاڑ لایا ہے تو تیرے لئے طرح طرح کی مصیبتیں ہیں۔

یادوں سمجھئے کہ یہ امانت رکھا ہوا دل روشن آفتاب ہے اس جسم فانی میں غروب ہو گیا ہے جب یہ جسم فنا ہوگا اس وقت یہ آفتاب بیسا دل طلوع کرے گا، یا تو جیسے روشن ٹوٹا ہوا ہے ایسا ہی روشن نکلے گا، یا گہن رگا ہوا سیاہ کالا نکلے گا۔



ہائے حسرت اس وقت کی جب یہ کالا نکلے کچھ نہ پوچھیے۔

غرض ہر دل پاک پیدا ہوتا ہے، خدا کا مقبول رہتا ہے، آخرت کی نعمتوں کے لائق ہوتا ہے، دیدارِ الہی کا مستحق رہتا ہے، مثل صیقل کئے ہوئے آئینہ کے ہوتا ہے، پھر جیسے آئینہ پر "کھسا" کر کے پھونک ماریں تو وہ دھندلا ہوتا ہے، ایسا ہی گناہوں کی تاریکی دل پر چڑھ کر دل کو دھندلا کر دیتی ہے، مگر گناہوں سے نفرت ہے کرتا ہے اور پچھتااتا ہے، پھر بار بار گناہ کرنے سے گناہوں کی مشق ہو کر گناہوں سے محبت ہو جاتی ہے تو جیسے آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے ایسا ہی اب گناہوں کی سیاہی کی تہہ پہ تہہ دل پر جمتی جاتی ہے تو دل پر بھی زنگ چڑھ جاتا ہے، حق و باطل کی تمیز اٹھ جاتی ہے اگر اب بھی خبر نہ لیا تو یہ زنگ اور اندر اترتا جاتا ہے، سارے دل کو گھیر لیتا ہے، بے حد گناہوں کی چراغ تپڑھ جاتی ہے اس وقت دل کی حالت کیا کہوں کیسی ہوتی ہے پہلے دل مثل ہاتھ کے کھلا ہوا تھا، گناہ ہوتے جاتے ہیں تو ایک ایک انگلی بند ہوتی جاتی ہے جب سٹھی موچے جاتی ہے ایسا ہی دل ہو جاتا ہے تو اس وقت عرش کے پایوں پر جو مہر میں ٹکے ہوئے ہیں لاکر اس دل پر وہ مہر میں کر دی جاتی ہیں، پھر عقل معاش تو رہتی ہے مگر عقل معاد چھین لی جاتی ہے، اس وقت ہزار کوئی کہے سمجھ میں نہیں آتا۔ نیکیوں کی توفیق ہوتی ہی نہیں، بلکہ گناہوں کو عدال ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسے قلب کے پلٹی کھانے کی بہت کم امید ہے۔

میرے دوستو! سن لئے دل کی حالت، خدا کے پیارے رسول نے ہر ایک کے دل کو

اس کے سامنے کر کے دکھا دیے ہیں، اب دیکھ لیجئے آپ کا دل کیسا ہے۔

صاحبو! دل کی نورانیت کا نامہ آگیا "وَذَكُّهُوَ الْبَاطِلُ" دل کی تاریکی کا نامہ

آگیا "إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ رَقِيقًا وَتَنْزِيلُ مِنَ الْمُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ

لِلْمُؤْمِنِينَ" ہم قرآن نازل کر رہے ہیں اس میں دل کے بیماریوں کے لئے شفا ہے اور رحمت

ہے "وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا" (پہن۔ اکوٹ ۹۔ سورہ بنی اسرائیل) جو ڈاکٹر

کا کہا نامہ اس کو سحر نقصان اٹھانے کے اور کیا حاصل ہوگا۔ اسی طرح جو قرآن کے نسخوں

پر عمل نہ کرے، ہائے اس کے دل کی یہ کالک کیسے جائے گی۔

سنو دوستو! یہ کالک بغیر آگ کے نہیں جاتی، جلنا ضرور ہے، ہاں آگ دو طرح کی ہے، ایک جہنم کی جو دوزخ میں جل بھن کر سیاہی اتارے گی۔

دوسری آگ ندامت کی، یہ آگ دنیا میں ہے، سچی ندامت ہو، پچھتاوا ہو، دل دکھے کھائے یہ کیا ہوا کیا کروں، میرے مالک کو کیا منہ دکھاؤں، جس کا دل سیاہ ہو، اس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جیسے دنیا میں وہ ہم کو بھولا ہوا تھا آخرت میں ہم بھی اسکو بھول جائینگے اسے اللہ آپ سب کہنا تھا مگر یہ نہ کہنا تھا۔

اس ندامت کی آگ سے بھی دل کی سیاہی دور ہوتی ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے جس آگ میں چاہیں اس کم سخت دل کو جلا کر اس کی سیاہی دور کریں۔

اے گناہوں پر ہٹ کرنے والو! کب تک یہ ہٹ رہے گی، دوزخ کی آگ کا انتظار مت کرو، ندامت کی آگ میں جلا کر جلد دل کو پاک کر لو، صرف منہ سے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر کوئی اپنے کسی غلیظ کپڑے کو پاک کرنا چاہے اور منہ سے کہے دھو دیا، تو وہ جس کپڑے اس طرح کہنے سے پاک نہ ہوگا۔

اٹھو، پانی لو، صابن لو، دھو، اب پاک ہوگا، ایسا ہی سچی ندامت سے دھو، جیسے اب تک گناہ ہوتے تھے، اب نیکیاں کرتے چلو۔

یہ ہے طریقہ دھونے کا، منہ سے ”ہا“ کرنے سے جو آئینہ پر زنگ جم رہا تھا وہ ”صا“ بند کرنے سے آئینہ صاف نہیں ہوگا۔ آئندہ ”ہا“ مت کرو، اور جو زنگ جم گیا ہے اسکو پونچو۔ ایسا ہی آئندہ گناہ مت کرو، اور جو کر کے دل پر زنگ جمائے ہوا سکو ندامت سے پونچو۔ اور نور نبوت سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے گناہوں سے زنگ چڑھتا ہے، ایسا ہی نیکیوں سے نور دل پر چھا جاتا ہے، اس لئے گناہ بند کر کے پھلی حالت پر ندامت ہو، اور آئندہ نیکیاں ہوتی رہیں، یہ ہے توبہ۔

اگر شیاطین الجن یا شیاطین الناس کے دھوکے سے پھر گناہ ہو جائے تو اس پر اڑو مت، فوراً باز آ کر توبہ کا یہی طریقہ اختیار کرو۔

ایک اور دھوکہ شیطان کا بتلاتا ہوں، بعض لوگ کہتے ہیں ہم ایک گناہ میں مبتلا

ہیں، کیا نماز پڑھیں، کیا نیکی کریں، جیسے ایک صاحب کہتے تھے "کر و گری دگم" کی ذکری ہے آپ کو معلوم ہے جیسے کچھ ہے، پھر کیا نماز پڑھیں۔

شیطان نے کس عمدگی سے دھوکا دیا ہے، عمر بھر تک اب وہ سنبھلتے نہیں، کسی کے کپڑے کا ایک کنارہ بچس ہو جائے تو وہ کیا کرے، کیا وہ تمام کپڑے کو پانخانہ میں ڈبو دے، یا اس کے دھونے کی فکر میں رہے، خدا سے گڑا گڑا کر دعا کرتا رہے کہ خدا یا اس گناہ سے چھڑا دے اور اس کو برا سمجھتا رہے، باقی نماز اور نیکیاں کرتا رہے تاکہ دل صرف دھندلا رہے، اس پر مہر تو نہ ہو جائے، غرض گناہوں میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بندہ میں نے تجھ کو پیدا کرنے میں اور رزق دینے میں کسی کو شریک نہیں کیا، تو میری عبادت میں اوروں کو کیوں شریک کرتا ہے، کھاتا کس کا اور گاتا کس کا ہے، کسی کو میری عبادت میں، میرے صفات میں شریک مت کر۔

اے بے سمجھ انسان! ذرا تو سمجھ کہ فرشتے افضل الموجودات ہیں، آدم علیہ السلام کو بنا کر آدم کو فرشتوں سے سجدہ کروایا، اس سے یہ ثابت کر دیا کہ انسان سب سے افضل ہے، یہہ کسی کی عبادت کے واسطے نہیں بلکہ تو اے انسان میری عبادت کے واسطے ہے، سب اشیاء سورج، قمر، حجر، کوذریعہ رزق بنایا، تمہارے خادم بن کر تمہاری خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تو مخدوم ہو کر خادم کو سجدہ کرتا ہے ان کی عبادت کرتا ہے، تیرے عقل پر تھپڑ لگے ہیں تجھ کو کیا ہوا۔

قُلِ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرًا (پتہ - رکوع ۱۱ - سورہ عبس)۔

کوئی مشرک کہے کہ ہم بھی خدا کو مانتے ہیں یہ دھوکا ہے شیطان کا، صرف خدا کو ماننے کا نام توحید نہیں ہے بلکہ خدا اور اس کے تمام صفات کو ماننا اور دوسروں میں ان صفات کا قائل نہ ہونا یہ توحید ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں ملک کے بادشاہ کو میں مانتا ہوں بس کا قائل ہوں، جب اس سے پوچھیں کہ وہ کیا ہے تو کہے کہ ایک عجیب الخلق حیوان ہے جس کی آنکھیں گدی پر ہیں، چار ہاتھ ہیں اور ایک دم ہے تو اس کو بادشاہ کا قائل ہونا نہ کہا جائے گا، درحقیقت اس نے نہ معلوم کونسا بندہ دیکھ لیا ہے یہی کہا جائے گا کہ یہ شخص



بادشاہ کو جانتا ہی نہیں، اسی طرح کہا جائے گا کہ خدا کا قائل ہونا وہ معتبر ہے جو اسکے صفات کے ساتھ ہو۔

مسلمان کی خاص سلامت یہی ہے کہ وہ شرک سے محفوظ رہے اور گناہ کرتے ہیں مگر افسوس اب یہ بھی ہم سے چھوٹ گیا۔ انسان ہیں چیمپاک میں تھلا کی پوجا و با میں کھٹکا دینا کوئی نرسو کے پیچھے پڑا ہے تو کوئی شیخ عدو کے، اس لئے اس آیت میں شرک کے اطلاق کے دلائل بیان فرماتا ہے۔ "قُلْ مَنْ يَدْرُكُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ آسَانُ وَزَيْنٌ مِنْ رَوْسِي كَوْنٌ دِيْتَا هِي آسَانُ سِي اس طرح کون بارش برساتا ہے، آفتاب مہتاب کی گرمی سردی معتدل رکھنا اور دگر مصائب سے محفوظ رکھنا، زمین سے اس طرح کے نباتات اگانا، پھل پھول نانا، یہ سب کس کے کام ہیں۔

اب تک جسم سے استدلال تھا اب یہاں روح سے استدلال ہے

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَن  
يَخْشَىٰ إِلَىٰ الْحَقِّ ط (پا۔ رکوع ۲۔ سورہ یونس) کہ امر حق کا راستہ بتلایا ہو۔

ہر چیز انسان سے لے کر چرند پرند بلکہ نباتات تک اس سے فیض یا باری آدمی امور اور معاش کی اصلاح، مرضات کے دفع کی تدبیر رہی سمجھاتا ہے، ہزار ہا علوم اس نے سکھائے حتیٰ کہ نہایت آبدار کپڑا سا لکڑی بنتی ہے، کھجیاں شہد نکالتے ہیں، انسان کیسے طیل ایجاد کرتا ہے اور کیا کیا بناتا ہے، اسی طرح امور آخرت اور خدا پرستی کی رہنمائی بھی اسی کا کام ہے، اس کے طریقہ مختلف ہیں، ساری کائنات کو دلائل بنایا، پیغمبروں کو بھیجا، کتابیں اتاریں۔ کسی کو تائید غیبی سے ہدایت کیا۔

حکایت | ایک بڑھا عمر بھر بیت کو پوجا کرتا تھا، ایک وقت کوئی مشکل کام پڑ گیا تو اس

بیت کے سامنے بہت سرگڑا، نذر چڑھایا، کوئی فائدہ نہ ہوا، اس سے یاقوں ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوا۔ آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دل میں عمر بھر کی غفلت پر نادم ہو کر بہت شرمندگی سے سر جھکایا ہوا عرض کیا، اے بے نیاز، اے اکیلے فدائیری التجا قبول

کر، ساتھ ہی اور دعا پڑھی اور اس نے کہا: "يَا مُجِدُّ، يَا مُبْدِي، يَا مُطَلِّبُ مَا تُرِيدُ" 86265

فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود بڑے تعجب کی بات ہے، اس نے مدتوں بت کو پکارا، اس کو کوئی جواب نہ ملا، ایک بار تجھ کو پکارا، فوراً لبیک فرمایا، حکم ہوا، میرے فرشتو اگر بت کی طرح ہم بھی جواب نہ دیتے تو صنم اور صمد میں کیا فرق ہوتا۔

صاحبو! مشرکوں کو کیا کہیں، یہاں دل کی مسجد میں بھی تو سینکڑوں بت بیٹھے ہوئے ہیں کہیں نفس کہیں برادری کہیں قوم کہیں روپیہ ہائے ہائے کیا کیا بلا، بدتر دل میں بھرا ہوا ہے سب کی تابعداری ہو رہی ہے، میں نہیں کہتا، خدا فرماتا ہے۔  
مِنَ اتَّخَذَ إِلَهًا لَّهُوَ آتِهٖ -

ہائے افسوس خدا کو معبود کہیں اور خواہشات کی پوجا کریں۔

عاکف دھرا علی اصنامہ۔ وہ اپنے (باطل) بتوں کو ایک زمانہ تک لازم کر لیا (اور انکو پوجتا رہا)۔  
ینہد الکفار من اسلامہ۔ (جب وہ اسلام لے آیا تو) کفار اسکے مسلمان ہونے کی وجہ سے اسکو بھرتے تھے۔  
کمینادی و نھولا یصغی التنادم ہائے دل، افسوس اے دل میرے پیارے دل میں تجھے کب تک  
واقوادئ واقوادئ واقوادئ پکاروں تو میری سنتا ہی نہیں وہ دن کب آئیں گے کہ جب تو  
(اے بھائی) ہلٹی کھائے گا سب کو چھوڑ کر ایک کا ہو جائے گا۔

اتَّخَذَ قَلْبًا سِوَاہِ کیا کروں یہ دل تو اب کام کا نہ رہا اس نے تو خدا کو چھوڑ کر  
فہو ما معبود الاھوا۔ خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اس دل کو تو آگ لگا دو  
صاحبو! کس کس کی عبادت کرو گے، سب کو راضی کرنا مشکل ہے، یہ بھی شرک  
ہے، سب کو چھوڑو، ایک کو لو۔ صاحبو! خدا کے ساتھ یہ علاقہ کیوں نہ ہونا چاہیے لوگوں  
نے مخلوق کے ساتھ یہ علاقہ پیدا کر لیا ہے، آخر مجنوں کا قصہ سب کو معلوم ہے، مورخوں  
نے لکھا ہے کہ یلی ساٹولی تھی، ایسی کچھ اچھی نہ تھی لیکن دل ہے جہاں آگیا آگیا بولانا فرماتے ہیں  
گفت یلی ر اخلیفہ کال توئی

کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

بادشاہ وقت نے جب یلی کی تعریف سنی تو حکم دیا کہ یلی کو بلا لاؤ، وہ حاضر کی گئی

دیکھا تو ایک ساٹولی سی عورت ہے کہا ما شاء اللہ آپ ہیں جنھوں نے مجنوں کو

پریشان کر رکھا ہے۔

ازدگر خویاں تو افزوں نیستی

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

بادشاہ نے کہا اوروں سے زیادہ تو کوئی بات تجھ میں نہیں معلوم ہوتی۔ یسلی نے کہا 'چپ رہو بادشاہ، تم مجنوں تصور سے ہی ہو۔'

دیدہ مجنوں اگر بودے ترا

ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر آپ کے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی تو اس وقت آپ کی نظروں میں دونوں عالم بے قدر ہو جاتے۔

تو صاحبو! جس کا حسن ادنیٰ درجہ کا ہے، اس کی محبت میں تو عاشق کی

یہ حالت ہو جائے کہ دونوں عالم اس کی نظروں میں بے قدر ہو جائیں اور

ہم خدا کی محبت میں اتنی بھی حالت نہ کر دکھائیں افسوس ہے۔

عشق مولیٰ کئے کم از ایسی بود

گوئی گشتی بہر او ادنیٰ بود

عشق کا ہر احسن پر ہے کہاں خدا کا احسن اور کہاں یسلی کا احسن۔ خدا کے ساتھ

وہ علائقہ اور تعلق نہ ہو جو مجنوں نے یسلی کے ساتھ کر دکھایا، افسوس ہے۔

اپنی سب خواہشوں کو آگ لگاؤ اور ایک کی خواہش پر چلو۔

آپ اپنی خواہش پر چل کر مشکل میں پڑ جاتے ہیں، خدا کی خواہش پر چلو پھر دیکھو

کیسی آسانی ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ پانی نہ ہو اور اختلام ہو جائے تو تیمم کرے، اگر کوئی سفر میں ہو

پانی نہ ہو، معلوم ہے کہ پانی نہیں ہے اور نہ صبح نماز کے لئے پانی ملے گا۔ پھر کسی نے اپنی بیوی

سے جماع کیا تو قصداً ناپاک ہوا، ایسے موقع پر خدا کو حق تھا کہ کہتا اتفاقاً ناپاک ہوتے تو تم

کو تیمم تھا، قصداً ناپاک ہونے پر تم کو ایذازت نہیں، دنیا کے کم بھی کہتے، غفل بھی یہی



کہتی، مگر خدا نے یہ تشدد پسند نہ کیا۔ حکم ہوتا ہے اچھا کیا، بھلا تم کر لے۔ ہائے یہ شفقت پورا سکو  
چھوڑ کر اوروں کے پیچھے پڑیں۔

بچہ نے سانپ کو دیکھا کہ جھکتا ہوا منقش ہے اس کی خواہش ہے کہ وہ دیکھ کر اسکو پکڑنے  
کے لئے دیکھا، سانپ نے کہا، ہاں نہیں ماننا، جب نہ مانا تو سانپ نے پیر کو تیرا دوستی لکھ دیا، سانپ  
نرہائے یہ شفقت ہے یا بلہ، رہی۔ بچہ کی رائے پر چھوڑنا تو کیا نتیجہ ہوتا۔ ہائے اس سانپ کو  
آپ مہربان کہیں، ایسا ہی خدا آپ کو ضرور دینے والی چیز سے روکے تو اس کو نامہربان سمجھتے ہو  
اور اپنی خواہش پر عمل رہے ہو، بچہ اور سانپ کا حال ہوگا۔

اب کوئی صاحب فرمائیں گے صاحب! ہمارے مرضی کے موافق نہ چلیں تو ہمارا حرج ہے پھر  
صاحبو! سوچ کر کہو، جی جانا، ڈاڑھی ذرا صفا چٹ کر دی تاکہ گور سے معلوم ہوں گے، حسین معلوم  
ہوں گے یہ سب خیال ہے۔ تہ گور سے نہ حسین، تہ صرف صورت، نہ کچھ حرج ہے، اگر خیال کے  
خلاف ہونے کا نام حرج ہے تو ڈاڑھی یہی کہے گا کہ ڈاڑھی سے مجھ کو روکا جا رہا ہے اس میں  
میرا حرج ہے، اب رہا صورت، اچھی نہ رہے گی، یہ آپ کا خیال ہے، ٹھڈی کے نیچے منگھی پھر  
ڈاڑھی رکھ کر باقی کتہ وادیں تو خواہش ہے، لیکن ماننا خواہش ہے، نہیں معلوم ہوتی ہے  
کس کی خواہش ہے، معلوم ہوڈا، پسند امثالہ کی، سانپ نے اس سے اس کی خواہش  
یعنی اللہ تعالیٰ اس کو تو خواہش معلوم ہوتی ہے، اگر اسی خواہش سے ہوتا ہے، وہ  
کہے کہ تم ڈاڑھی نہ منڈو، یا کرو مجھے ڈاڑھی اچھی معلوم ہوتی ہے، اگر میں عاشق ہوں تو اسی دن  
میں ڈاڑھی منڈو، ماننا چھوڑ دو گے۔ اب دوست احباب کہتے ہیں آئیے مولوی صاحب، آئیے  
ملا صاحب، وہ عاشق بجائے برامانے کے یہ کہتا ہے، میاں تم کیا بناؤ اس ڈاڑھی کی  
حقیقت کو، تمہیں اچھی نہ معلوم ہوتی ہو تو کیا ہوا، اسے تو اچھی معلوم ہوتی ہے جس پر میں  
جان تک فدا کرنے کے لئے تیار ہوں، مجھے اب کسی سے کیا مطلب۔

ہائے، ایک عورت کی محبت میں تو یہ حالت ہو اور خدا کی محبت میں کچھ نہ ہو، عجیب  
ہے، ہائے ہائے، خدا کے ساتھ ہمارا یہ طریقہ کیوں نہیں ہوتا۔

علاحدہ، اس بات سے یہ کہتا ہے، نہیں سمجھتا، اگر خدا کی محبت میں کچھ نہ ہو، عجیب

خواہشات کو آگ لگا کر اسی کی خواہش پر چلتے۔ یہ دوسری قسم شرک کی یوں ٹوٹی ہے۔

اب ایک اور قسم رہی شرک کی :-

کسی چیز میں کوئی خاص اثر نہیں ہے بلکہ اصل اثر دینے والا خدا ہے، کوئین میں بخسار  
 فتح کرنے کی قدرت نہیں ہے، قدرت تو خدا کی ہے، آگ میں جلانے کی قدرت نہیں ہے، خدا  
 جلالت ہے، آپ ذرا میں کے مشابہت کے خلاف ہے، خلاف نہیں ہے سنا۔ اگر آگ میں قدرت  
 ہے تو ابراہیم علیہ السلام کو کیوں نہ جلانی۔ چھری میں قدرت ہے تو اسمعیل علیہ السلام کا حلق کیوں  
 نہ کاٹی ہے

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند بامن و تو مردہ باحق زندہ اند

خاک ہوا پانی اور آگ سب بندہ اور تابع ہیں اللہ کے۔ میرا اور تمہارا نزدیک یہ چاروں مختصر مردہ معلوم ہوتے ہیں لیکن  
 خدا کے پاس زندہ ہیں۔

وہ جو سکم دے اس کے بجالانے کے لئے تیار ہیں۔ اگر زندہ نہیں ہیں تو "یا نثار کونئی"

دیکھو۔ (کوخ ۸۔ سورہ ازیار) کا خطاب کس کو ہوا۔ پھر یہ آگ، یہ کوئین ایسے ہیں جیسے ریل کی  
 حرکت یا سبز بھٹی کی بلکہ سمجھتا ہے کہ ریل چلتی اور کتی اسی سے ہے، سمجھتا ہے کہ یہ  
 ایک علامت ہے، ایسا ہی آگ علامت ہے جلانے کی، ہر وقت تم کو وقت پڑتی، چوکے پر  
 کھانا پڑھا کر آگ نیچے رکھ کر دکھارتے تب ہم قدرت سے کبھی پکادیتے کبھی نہیں، تو اس میں  
 ہر وقت کی وقت تھی، تمہاری راحت کے واسطے ہمیشہ پکادیتے ہیں ایسا ہی ہر چیز کو سمجھئے۔  
 جب اس کی مشق ہو جائے تو عجیب آرام ہو جاتا ہے

شرک کی ایک قسم ریہ ہے۔

کسی کے دکھاوے کو عبادت کریں۔ عبادت خدا کی لیکن اس میں نیت اور کی ہو،  
 یہ بھی شرک ہے، اس لئے جو کچھ کریں خاص خدا کے لئے کریں۔

قرآن شریف پڑھو

حکایت ایک عورت، حضرت بنیہ سے عرض کی میرا خاوند دومرا نکاح کرنا چاہتا ہے  
 آپ نے فرمایا اگر تمہارا خاوند احکام زوجین کا خلاف کرے تو کچھ کہہ سکتا ہوں

اس میں کیا کہوں، جب کہ شریعت نے اجازت دی ہے، اس عورت نے کہا، جہنم اگر غیر مردوں کو عورت کا صورت دکھانا جائز ہوتا تو میں اپنا چہرہ کھول کر تم کو دکھاتی کہ جس کے نکاح میں مجھ جیسی عورت ہو، اس کو دوسری بیوی کرنا کیا درست ہے۔

یہ سن کر حضرت جہنم بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے، تو لوگوں نے پوچھا، حضرت، اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی فرماتا ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو میرا دیکھنا جائز ہوتا تو میں بھی بے نقاب ہو کر دکھاتا تو معلوم ہوتا کہ جب بیابا ہوتے ہوئے اس کو کیا غیر سے دل لگانا درست ہے۔

بتوں سے، خواہشات سے، غیر کو موثر سمجھنے سے، ریل سے مخلوق پرستی نہیں چاہئے۔ اگر کل خدا کے سامنے محبت کا اظہار کرے اور اس کا صلہ چاہے تو حکم ہوگا۔

رابطہ غیروں سے ہے اور ہم سے دنا چاہتے ہو

خود ہی سوچو کیا کرتے ہو کیا چاہتے ہو

انسان ہم سے تعلق پیدا کرتا ہی نہیں۔

إِذَا أَلَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ إِذَا عَارَضَ وَنَا بَعَثْنَا نَبِيًّا (سورہ نبی، آیت ۱۰)

جب دولت و راحت ملتی ہے، بھائے تم کو آزمائی کرنے اور ہم سے تعلق بڑھانے کے ارادے کرتے ہیں۔

ہم سے منہ مڑا ہوا ہم سے دور دور رہتا ہے۔

وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يُكْفِرُ (سورہ نبی، آیت ۱۰)

اور جب مصیبت آتی ہے بجائے صبر کے ناامید ہو جاتا ہے، نہ نعمتیں اس کو ہمارے تعلق

پیدا کرنے دیتی ہیں نہ مصیبت۔

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ (سورہ نبی، آیت ۱۰)

آپ فرمادیجئے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے، کوئی خدا سے منہ مڑ کر اس کو، تو

توڑ کر زمین کا بندہ، روپیہ کا بندہ، بن جاتا ہے۔ کوئی اللہ کا بندہ، اللہ ہی اللہ دل میں

بسا بقتا ہے، کوئی دل سدھا ہے، کوئی دل بگاڑے، جو چاہے کرے۔

فَمَنْ كَفَرَ أَشَدُّ كُفْرًا مِّنْ الَّذِي كَفَرَ (سورہ نبی، آیت ۱۰)





یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو گئے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ اگر اس خواب کے بیان کرنے میں عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ ہفت نہ کرتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتا کہ مجھے بھی ایسا ہی خواب دکھائی دیا جو عبد اللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) کو دکھائی دیا (اس کی روایت ابو الشیخ نے کی ہے اور ابن ماجہ، ابو داؤد اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ترمذی نے بخاری سے اس کو علل میں نقل کیا ہے۔

**حدیث** ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں آسمان کی سیر کرانی گئی تو اس وقت آپ پر اذان کے الفاظ کی وحی آئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج ہی سے اذان کے الفاظ لے کر اترے اور آپ کو اذان جبرئیل علیہ السلام نے سکھائی (اسکی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے)۔

ت۔ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ طبرانی کی اس روایت میں جس معراج کا ذکر آیا ہے وہ مشہور معراج نہیں، یہ معراج جس میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے ہیں جسمانی نہیں بلکہ روحانی تھی، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ایک ہی ہوئی ہے البتہ روحانی معراج متعدد ہوئے ہیں، یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا جو معراج کے مکمل میں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتی ہے اور یہ خواب بھی ایک روحانی معراج تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے الفاظ سکھائے گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے خواب میں اذان سکھائی گئی اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اذان کے بارے میں وحی کی گئی، اس سے مقصود یہ تھا کہ اذان کے بارے میں اس موافقت کی وجہ سے صحابہ کرام کو وہ وحی حاصل ہو اور یہ ان سے منقول ہو، ورنہ درحقیقت اذان کا حکم ایک شرعی حکم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے سوا دوسروں کے خواب سے ثابت نہیں ہو سکتا۔  
صاحبو! اب میں آپ سے نماز کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں :-

**مہینہ**

تو ان شریعتوں میں اللہ تعالیٰ جگہ بگہ اپنی نعمتوں کا ذکر کر کے احسان جتلا یا ہے اور فرمایا ہے بندے! کبھی تو نے یہ بھی سوچا کہ ہمارے بچہ پر کیا کیا احسانات ہیں؟ تو محدود تھا ہم نے تجھ کو جو جو دیکھا۔

ہزاروں نعمتوں سے تیرے لئے زمین کے دسترخوان کو آراستہ کیا۔

تو بے سمجھ تھا تجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کونسی چیز تیری روح کو ضرر دینے والی ہے ہم نے اسکو تجھ پر حرام کر دیا تاکہ زبردستی تجھ کو اس ضرر سے بچائیں۔

تیرے ماں باپ بھی تجھ پر وہ مہربانی اور شفقت نہیں کر سکتے جو ہم نے تجھ پر کی ہے ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ تو چھٹا سا بے سمجھ بچہ تھا اور تیری اس سوچاتی تھی، اگر کوئی موذی جانور تجھ کو ضرر پہنچاتا تو اس کو مار کر رکھتا تھا اور تیری تیری ماں کو اس کی کچھ خبر ہوتی، مگر یہ تیری حفاظت کے لئے نہیں بلکہ تیرے لئے، تو کیا ناک پرچ سکنا ہے ہمارا؟ تمہاری ماں نے تجھ کو آرام میں رکھا ہے ایک انسان ہے سینکڑوں اس کے دشمن ہیں، سانپ، بچھو، شیر، مین اور خود انسان انسان کا دشمن ہے، مگر اسے تو اکیلا کس کس سے بچتا، اگر ہماری مہربانی اور حفاظت نہ ہوتی تو تو کس کس سے جان بچاتا۔

ابراہیمؑ اگر بانی ہم برساتے ہیں یا توبیح تو بوتا ہے، کھیت ہم ہرے بھرے کرتے ہیں یا تو تیرے دکھ درد میں ہم کام آتے ہیں، تیری مصیبت میں ہم رحمت سے پیش آتے ہیں، بغیر سوال کے ہم تیری سزوں کو پورا کرتے ہیں۔

بندے! سچ کہنا تو کیسی کیسی نافرمانیاں کرتا ہے، ہم سب سے چشم پوشی کر کے ہر وقت تیرے لئے مہربانی کرتے ہیں۔

تو تیرے لئے وہاں نعمتوں کو بنا کر رکھا ہوا، جن کو آنکھ دیکھی ہے اور نہ کان سنے سکتا ہے۔

یہ نمونہ ہے ہمارے بڑے بڑے احسانات کا، کیا ان احسانات کا یہی بدلہ ہے جو تو ہمارے ساتھ پیش آتا ہے اگر کسی کے ایک دو حق ہوں تو اس کو تو پورا کرتا ہے اور وہ پورا کر کے چھوڑتا ہے، ہمارے سینکڑوں حق تجھ پر ہیں مگر کسی حق کا تو کچھ خیال نہ کیا، ماں باپ کا



اولاد پر حق ہے کہ وجود انھیں کے سبب ملا ہے، اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں کہ اس عمل و عہد ہم نے  
 دی ہے، استاد کا حق شاگرد پر ہے کہ جس سے نکالا، اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں "عَلَّمَ  
 (اِنَّ نَسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ)" (ہم نے انسان کو وہ سکھایا جس کو وہ نہیں جانتا تھا) مرثیہ کا حق  
 مرید پر ہے کہ باعث ہدایت ہوا، اس لحاظ سے بھی ہم ہی مستحق ہیں، اگر ہم ہدایت نہ دیتے تو کیا  
 ہدایت پاتا، مالک کا حق غلام پر، شہنشاہ کا حق رعایا پر، اور معشوق کا حق عاشق پر ہوتا ہے  
 اس لحاظ سے بھی ہم ہی مالک ہیں، ہم ہی شہنشاہ ہیں اور ہم ہی محبت کرنے کے لائق ہیں بندے  
 پھر تو ہمارے کون سے کون سے حق کو بھولے گا، ایک دن ہم ہی سے کام پڑے گا اس دن ہمارے دربار  
 میں ہاتھ باندھے ہوئے غلامی کا اظہار کرے گا، اس وقت کچھ نفع نہیں، یہاں غلامی کا اظہار کرنا یہ کام  
 کرنے والا ہے۔

حکایت  
 حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر فریاد ایک نفس اللہ پر اس وقت موزوں ہوتی ہے  
 آخرت چندان بگریہ و نالہ کہ ہمہ اہل بہشت، دربار میں رخصت آید، اگر کئی تیسرا ست  
 میں ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہوں تو اتنا رُؤوں گا کہ تمام بہشتیوں کو مجھ پر تم گنا  
 ر البصری اللہ عنہا گفت این سخن کو سنت، اے اگر در دنیا چنان است کہ ایک نفس  
 از ذکر حق تعالیٰ غافل می ماند ہاں ماتم و گریہ و زاری پدید آید، نشان آنست کہ در آخرت  
 نیز چنان خواهد بود و آلانہ چنانست (رابع بصریہ رضی اللہ عنہا فرمایا میں یہ جو حسن بصری فرماتے  
 ہیں بہت اچھی بات ہے، آخرت میں ایسا اس وقت ہوگا کہ دنیا میں بھی جب اللہ کی یاد سے  
 ایک لحظہ غافل رہے تو ایسے ہی گریہ و زاری اس سے ظاہر ہو، جیسے آخرت میں دیدار حق ہونے  
 سے ظاہر ہوگی اور نہ باتیں ہی باتیں ہیں۔

غرض بندے ہمارے تجھ پر سیکڑے اور حق میں، کوئی نیکوئی ہو، اور اگر نیکوئی نہ ہو  
 ہے کب تک یا تجھ پر ہاتھ لئے بیٹھو، رہے گا، تجھ کوین کر، عاشق بن، اگر عاشق نہ ہو، وہاں  
 بن طالب نہ بنا تو غلام بن، غرض کچھ نہ کچھ بن کر میں، غلام کیسے بنا کر رہے ہیں، غلامی کا سیکڑے  
 اظہار کرتے ہیں، اس کی بھی تجھ کو خبر نہیں، یہ بھی ہمارا احسان ہے، آہم سکھاتے ہیں، سب  
 بھی کبھی تو نے دیکھی ہے؟

کسی کا میں چھوٹے کر مسجد میں گھس گیا لوگوں نے ملامت کی، کہتے رہا میاں  
 جس کا بیٹا  
 میں بناوڑ بے عقل تھا مسجد میں چلا آیا، کبھی ہم کو بھی دیکھے ہو کہ مسجد میں  
 آئے ہیں۔

اگر بے عقل ہی مسجد میں آیا کرتے ہیں اور مجھ داد مسجد میں نہیں آتے تو بس تم غلامی  
 کا اظہار کرنا سیکھو چکے، غلامی سیکھنا ہو تو ذرا بے عقل بن کر مسجد میں آؤ، پھر دیکھو اس کے  
 غلام کیسے غلامی کا اظہار کرتے ہیں، صبح صبح عقل بارائے طاق رکھ کر اللہ کے سامنے کیا کیا  
 کرتے ہیں۔

گرگ نے بیٹے، جو رو بچوں میں لگا کر ہم کو بھوں گے ہوا شیر ہم اس پر بھی چشم پوشی  
 کرتے ہیں اگر کوئی بے دماغ نے والا یاد دلائے جب تو تم ہم کو یاد کرو، اور نہ ایک دن ایسے ہی  
 ہو تو تم بچو، پتہ اپنا، نور توں جہاں ہوں گے کہ ہوا قیامت بھونکا بلکہ اس وقت  
 سب ہم کو یاد کریں گے، اس وقت کی یاد دینے فائدہ ہے، اس طرح اب جب تم کھانے پینے  
 میں پسوں میں ہوں گے کہ موزن سوتوں کو جو کھائے گا، بولوں کو یاد دلائے گا اس وقت ہماری  
 یاد دینے کی، اس لئے پہلے موزن کہتا ہے "اللہ اکبر" تم کھانے پینے پر دیکھو  
 معاملات، جن چیزوں میں پینے ہو ان سب سے خدائے تعالیٰ معظم ہے، رہے یہ لفظ  
 ہے۔ سچے غلاموں پر وہ اثر ڈال رہا ہے سارے تعلقات ٹوٹ رہے ہیں، ہر چیز خدا کی  
 عظمت کے سامنے حقیر نظر آ رہی ہے، بے ساختہ ادھر موزن ادھر سننے والوں کے منہ سے نکل  
 رہے "أَشْفَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" بار اللہ! اب تک میں دھوکہ میں تھا، کھانے  
 پینے پر جو چیزیں کوئی تصور دیکھتا تھا، اب میری عظمت نے سب کو لٹروں سے گرا دیا  
 جو دیکھی تو بھی سبہ مقصود ہی تو ہی ہے، جو بے عقلی تو ہی ہے، اللہ نگانے کے قابل تو ہی  
 ہے، اللہ نگانے کو کئی عظمت میں کئی یہ عظمت پہلے ہی رہے، انہما، اپنا تھا، غلام، اپنی بدبختی سے  
 آقا پر کھڑے ہو کر بھاگتے تھے، آقا اس کو زبردستی بکڑ کر بنا کر رہے، اب آگاہی سمجھو تو کیوں نہیں  
 بکڑ منگاوائے، کیوں بچھ کو اپنی عیسیٰ سے نکال دئے تھے، کیوں بچھ کو شیطان کے ہاتھ میں  
 دے گئے تھے، جو بڑا سو ہوا حاضر ہوں، بناؤ کیا خدمت ہے کہ وہ کروں، کوئی مستی میں کہتا

جیسے موسیٰ علیہ السلام کا چرواہا کہہ رہا تھا ہے  
ہے کہاں تو جہلوہ گرتلا مجھے  
تیسری دوری نے دیا ترپا مجھے  
تا کروں قربان تیری خدمت میں جاں  
ہے بتا کس جا تو اے جانِ جہاں  
ایک دم غمگین تجھے ہونے نہ دوں  
رات دن میں تیری خدمت میں رہوں  
خوب سا کل تل کے پہلاؤں تجھے  
اور اچھے کپڑے پہناؤں تجھے  
تیل ڈالوں سر میں اور گنگھی کروں  
اچکنیں تیرے لئے اچھے سیوں  
دھونڈ کپڑوں کی تیرے ماروں جو میں  
اور کھلاؤں ہر طرح کی نعمتیں  
ہو اگر بیمار تو اے کر دگار  
جان و دل سے ہوں تیرا میں غمگسار  
پاؤں دابوں اور چوموں ہاتھ کو  
اور کروں سونے کو بستر رات کو  
اے میرے رب جاں میری تجھ پر فدا  
اور سب اولاد گھسرا میرا  
روغنی روٹی پکا کر اور کھیسر  
اور بہت لسی، دہی، مسک، پنیر  
لاؤں میں تیار کر آگے تیرے  
روز ہو کھانا تیرا گھر سے میرے

اے خدا تجھ پر ہو قربان میری جاں

اور میرے سب بکریاں اور فائناں

غرض اس طرح کے خیالات سوچو رہے تھے کہ مؤذن نے کہا **أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ**  
یوں بے تک بغیر کسی رہبر کے چلنے سے ایسے ہی خیالات سوچتے ہیں **مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** جیسے  
رہبر کے پیچھے ہو کر ہمارے پاس آؤ۔

ایسے میں مؤذن نے رہبر کی طرف سے اعلان شائع کیا کہ خدا کے دربار میں رودھ، پنیر  
پاؤں دابنے کی ضرورت نہیں "حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ" ان کو جو خدمت پسند ہے وہ نماز ہے نماز  
ہی سے ہمارے سب احسانات کا شکر یہ ادا ہو جاتا ہے، اس لئے نماز کو آؤ "نماز پڑھ کر  
خدا کی خدمت کرو" یہی خدمت خدا کو پسند ہے، مگر یہ دربارِ کریم کا دربار ہے، خالی خدمت  
کے لئے نہیں بلاتے ہیں "حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ" خدمت کر کے نجات و کامیابی کا معشوق کی خوشی  
کا خلعت تیار ہے آؤ، لے جاؤ۔ چلنے کو ہی تھا کہ پھر شیطان نے وسوسہ ڈالا، کہاں تو کہاں



وہ معشوق کہاں تو کہاں وہ شہنشاہ۔ پھر تو ذون نے دوبارہ "اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہا کہ اس وسوسہ کو مٹا دیا یہ غلامی سیکھنے کے لئے اب مسجد کو اپنے دل کو یہ سمجھاتے چلا۔

**حکایت** بازار مصر میں جب یوسف علیہ السلام بک رہے تھے، کروڑ ہا روپے قیمت اٹھ رہی تھی، ایک بوڑھی تاگے کے چند کھنڈ کیاں لے کر چلی، لوگوں نے کہا تو کس شمار میں ہے، وہاں کروڑ پتی کی دال نہیں گلتی ہے، اس نے کہا گو یوسف علیہ السلام ان داموں کو نہ ملیں مگر یوسف کے خریداروں میں میرا نام تو لگ جائے گا، ایسا ہی اسے دل اگر خدا کے نہ عاشق بنے، نہ طالب، نہ سچے غلام تو خیر غلاموں کی فہرست میں نام تو لگ جائے گا، اتنا بھی ہو گیا تو زہے قسمت، اب مسجد میں آکر دیکھتا ہے کہ غلام غلامی کا اظہار کر رہے ہیں، ظاہر جسم تو مخلوق سے بڑھانے ہیں، باطن کی برائی خالق سے نہیں ڈھپ سکتی، ہدامت پشیمانی کا پروردہ پھوٹا دیا ہے، یہ ندامت ستر باطنی ہے اور وہ لباس ستر ظاہری۔

تجکیر ہو رہی ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑے شہنشاہ کی آمد آمد ہے، نقیب بکا رہا ہے، اتنے میں درباری وکیل (امام) آگے بڑھ کر القاب شہنشاہی بیکارا "اللَّهُ أَكْبَرُ" لو مبارک ہو، وہ شہنشاہ تشریف لائے، یہ سنتے ہی سب کے منہ سے وہی القاب نکل رہے ہیں "اللَّهُ أَكْبَرُ"۔

"اللَّهُ أَكْبَرُ" کے ساتھ ہی ہاتھ اٹھ رہے ہیں، میرے مولیٰ تیری بڑی شان ہے، کان کو ہاتھ لگائے جا رہے ہیں، دو عالم سے بیزار ہی ظاہر کر رہے ہیں، یا اس سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ ایسی بڑی شان والا کہیں سنا نہیں، موجود ہونا کیسا، یا اس واسطے ہاتھ اٹھا رہے ہیں کہ سن لیا ہے کہ شہنشاہ کی تشریف آوری ہو چکی ہے ڈوبتا (شخص) ہاتھ مارتا، اونچے کھڑتا ہے، میں بھی گناہوں کے دریا میں ڈوب رہا ہوں، میرے مولا! میرا ہاتھ پکڑے، گناہوں کے دریا میں ڈوبنے مت دے، ہاتھ باندھ کر نیچے نگاہ کئے، نہایت ادب سے کھڑے ہوئے ہیں، غلاموں کو آپ دیکھتے ہیں، غلام کیا بلکہ بھاگے ہوئے غلاموں کی طرح سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں، اس وقت کچھ ایسی فصیحت و رسوائی ہو رہی ہے کہ سر اٹھائے نہیں اٹھ رہا ہے، آنکھیں نہایت سے نیچے کئے ہیں، چہرہ پر جلال و خوف کے آثار نمایاں ہیں، پھر

دیکھا سب کا منہ ایک ہی طرف ہے، اس سے یہ بتاتے ہیں کہ میرے مولا! آپ کو چھوٹ  
 و اختلاف سے نفرت ہے، اس لئے ہم سب اتفاق بتانے ایک ہی طرف منہ کئے کھڑے  
 ہیں، ظاہر میں تو ایک ہی طرف منہ کر کے اتفاق کا اظہار کر رہے ہیں مگر دل چوں طرف بھاگ  
 رہا ہے، ہاتھ باندھ کر یہ بتاتے ہیں کہ میاں دل بھاگ رہا ہے اس کو پکڑ کر آپ کی طرف لا رہا ہوں  
 اب آپ ہی اس کو سنبھالو، قیامت کا پورا نمونہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا، قیام سے قیام قیامت  
 یا وا گیا، ایسا ہی فدائے تعالیٰ برآمد ہوگا، سب ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے ہوں گے ان آنکھوں  
 سے تو یہ دیکھ رہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق باطن کی آنکھ سے یہ  
 دیکھ رہا ہے کہ اس نمازی کے سر سے لے کر آسمان تک رحمت الہی کی گھٹا چھائی ہوئی ہے نیکیا  
 منہ کی طرح برس رہی ہیں، فرشتے اس نمازی کے پیروں سے آسمان تک اس کے چاروں  
 طرف جمع ہو گئے ہیں، اس کو قبر تک سمجھ کر اس کی زیارت کر رہے ہیں، بادشاہوں کے سامنے  
 عرض معروض کرنے کے پہلے سلطانی عظمت ظاہر کرنے کے لئے چند اقباب نوکرتے ہیں، شاہ  
 بمنزلہ اقباب شاہی ہے۔

موسىٰ عليه السلام جیسے پیغمبر کے معراج کے وقت بھی شیطان موجود تھا جس میں علیہ السلام  
 ہانکے تھے کہیں میری معراج (نماز) میں بھی شیطان خارج نہ ہو، اس لئے ”أَعُوذُ بِرَبِّكَ  
 خدائی پناہ میں آ رہا ہوں۔“

یایوں سمجھئے کہ دربار الہی بھرا ہوا ہے، یہ بھی دربار میں بلا لئے گئے ہیں، ہاتھ باندھ کر غلاموں  
 کی طرح حاضر ہیں، کچھ تو شیطان دشمن کی شکایت ہو رہی ہے کہ میاں وہ آپ سے اب تک  
 دور رکھا، اور کچھ اپنی بے بسی کا اظہار ہو رہا ہے، اب عرض معروض کرنے کا وقت آ گیا، اب عرضی  
 گذرانتا ہے، بادشاہوں کے عرضی کے اقباب ہوتے ہیں، یہاں عرضی کے اقباب یہ کہہ رہا ہے،  
 ”الْحَمْدُ لِلَّهِ“ میں کچھ نہیں ہوں، آپ ہی حمد کے مالق ہیں۔

”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ میں سمجھتا تھا کہ یہی جی کچھ بلو بیت ہے، ہمیں پیار سے آپ ہی  
 بلو بیت کے سزاوار ہیں، آپ ہی سب کے پالنے والے ہیں۔

”الْوَهَّابِ الرَّحِيمِ“ آپ کی محبت کا کیا کہنا، تصور دیکھتے ہیں پھر برابر روزی

دیتے جاتے ہیں، تصویر پر تصور کر رہے ہیں، پھر خدا تو بہ کر لے تو آپ جنت کی نعمتیں ہم پر سے نثار کر دیتے ہیں، کیا آپ کی مہربانی اور عنایت کہوں، عمر بھر کا گنہگار اگر توبہ کرے تو آپ فرماتے ہیں، ارے گنہگار بندے گھبرامت، اگر تو زمین بھر کر گناہ کیا ہے تو میں آسمان بھر کر رحمت تجھ پر نثار کرنے تیار ہوں۔

”مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ“ آپ کو شہنشاہیت کے پورے اختیارات ہیں، آپ وہ ہیں، بڑے بڑے زبردست بادشاہ، مغرور پیلوان جن وانس اور فرشتے تھر تھراتے کانپتے اڑتے لرزتے حضور میں ہاتھ باندھے ہوئے ایسے ہی حاضر ہوں گے جیسے میں اس وقت حاضر ہوں، سب کا فیصلہ آپ کے قبضہ میں ہوگا۔

”اَيُّكَ لَعَبْدٌ وَاَيُّكَ لَشَقِيئٌ“ میں آپ کا پشتنی غلام ہوں، ہمیشہ سرفروں ہر قسم کی مدد ملتی رہتی ہے، میں قدیمی نمک خوار ہوں۔  
پھر عربی کا اصل مضمون پیش کرتا ہے۔

”اَلْهَيْدَنَا الصِّرَاطَ اَطَامْتَعَيْنَا“ اصل معروضہ یہ ہے کہ صراطِ غلامی پر رکھو، جو چاہو کرو، مگر میاں اپنے غلامی سے مت زکالو، معاش کی فکروں میں پھرتا ہوں تو یہ مت سمجھنا میاں کہ آپ کو بھولا ہوا ہوں، آپ ہی کا حکم ہے اس لئے جاتا ہوں، پھر دوڑ دوڑ کر آپ ہی کے طرف آتا ہوں۔ اس کی نعمت کا خاص کردار، سرخوان زمین کی نعمتوں کا شکر یہ ادا کر کے استقامت، شکر یہ کی دعا کر کے ناشکروں کے زمروں سے بچانے کی درخواست کر رہے ہیں۔

ایک فرشتہ پکار رہا ہے اے نمازی بندے! اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو واللہ قیامت تک سلام نہ پھرے، نماز ہی میں مشغول رہتے رہتے مرجائے اور کبھی بس نہ کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کو ہیبت طاری ہوئی تو دل پہلانا فرمایا ”وَمَا تَنْدَقُ بِمِثْنِكَ يَا مُوسَى“ (موسیٰ تمہارے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے) ایسا ہی بندہ کو معراج ہو رہا ہے کچھ ایسی ہیبت طاری ہے قریب ہے کہ بیہوش اور بے سدھ ہو جائے، اس لئے پہلانا ہے کبھی فیل، وَاَبَابِيلِ“ کے قصبے سنتے ہیں تو کبھی ابولہب کی داستان، یہ ضم سورہ ہے، آخر اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت سے



عاجز ہو کر جھکا جا رہا ہے، رکوع کیا، یا یوں سمجھئے عرضی پیش ہونا تھا فوراً منظور، اللہ اللہ کیا سخی راتا ہے، کیا سخی دربار ہے، قیام میں تمام گناہوں کی پوٹلی سر پر رکھے تھے رکوع میں جاتے ہی سب گناہ جھڑ جاتے ہیں، رکوع سے خوش خوش اٹھتا ہے ”سَمِعَ اللَّهُ مَلَنًا حَمْدًا“ کہتے ہوئے کہ میرا اللہ سن لیا، پاک صاف کر دیا۔

اس وقت حکم ہوتا ہے کیوں بندے کیا نہیں، تو سنا تو ہو گا کہ بادشاہوں کے پاس جانے کے لئے کیا کیا اہتمام کرنا پڑتا ہے، کس کوششوں سے کبھی ملاقات نصیب ہوتی ہے کیوں بندہ ہمارا بھی دربار دیکھا، جب تو چاہے ہمارے پاس چلا آسکتا ہے، نہ تجھے اجازت کی ضرورت نہ کوشش کی حاجت، ہاتھ باندھ لئے خدا کے سامنے ہو گئے۔

پھر نمازی دل میں کہتا ہے میرے پیارے کیا کروں، تیرے نعمتوں کا شکر یہ کس طرح ادا کروں تو بتاؤ میاں! میاں وہ کونسا کام کروں جو تیرے احسانوں کا کچھ تو بدلا ہو، تیری شانِ عالی کے سامنے مجھ بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے، میرے سارے جسم میں سر اور چہرہ شریف ہے اس شریف عضو کو آپ کے سامنے زمین پر رکھتا ہوں تاکہ میری انتہائی عاجزی کا اظہار ہو جائے اور میں یہ جانتا ہوں اس سے آپ کی کچھ عظمت و کبریائی بڑھتی نہیں، آپ سب بڑوں سے بڑے ہیں، صرف میری عاجزی کا اظہار مقصود ہے اس لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں سر رکھ دیتا ہوں، یا یوں سمجھئے کہ رکوع سے کھڑے ہوتے ہی خیال آتا ہے کہ رکوع میں ابھی میں دور تھا تو یہ سرفرازی ہوئی، نزدیک ہونے سے خدا جانے کیا کیا ہو، اس لئے قدموں پر گرنا۔

حکم ہوتا ہے بندے گناہ تھے وہ تو دھو دئیے، لے اب تجھے اپنا مقرب بناتے ہیں میرے بندے سجدے سے سر اٹھا کیوں پریشان ہے، تو ہی ہم سے دور، دور تھا ہم کیا کریں، اب آگیا ہے تو تو ہمارا ہے، ہم تیرے ہیں۔

صاحبو! یہ علاقہ یہاں کیا قبر میں مزہ دے گا۔

رابعہ رضی اللہ عنہا کے قبر میں منکر نکیر پوچھے ”مَنْ سَبَّكَ اَتِي رَبِّ كَوْنُ هِيَ“ تو رابعہ نے کہا میرے رب سے کہو تو اپنی لکھو کھا مخلوق میں سے

حکایت

ایک بوڑھی کو نہیں بھولا، قاصد بھیجا ہے تو بھلا یہ بوڑھی کا آپ کے سوا کوئی نہیں، میں کیسے آپ کو بھولوں جو آپ چاہتے ہیں امتحان لیں کہ میں یاد رکھی ہوں یا بھولی ہوں۔

سب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو مجبور ہو کر ایک عبادت میں طرح طرح کی عبادتیں کرتا ہے، قیام، رکوع، سجدہ، تکبیر، تسبیح، تحمید، درود، تو میں قادر ہو کر کیا اس کا بدلہ نہیں دوں گا۔ طرح طرح کی عبادتوں کے بدلے طرح طرح کی نعمتیں، قسم قسم کے میوے رنگ رنگ کے کھانے کھلاؤں گا، سب عبادتوں میں سجدہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اسکے بدلے اعلیٰ درجہ کی نعمت جو میرے دیدار کی نعمت ہے سرفراز کروں گا، میرے بندے مجھے عذاب کرنے بہت سے کافر ہیں، مگر تیرے کو میرے سوا کوئی نہیں ہے، اس لئے نماز کے بدلے تیرے سب گناہوں کو بخش دیا۔ میرے بندے! تیری ہر رکعت کے بدلے جنت میں ایک عالیشان محل ایک خوبصورت حودوں گا، تیرے ہر سجدہ کے صلہ میں میرے چہرہ پر نظر کرنے کی نعمت عطا کروں گا، ایوں سمجھو بندہ زمین پر پڑے ہوئے عرض کرتا ہے ”سبحان من جی اکا علی“

آپ پاک ہیں میرے رب اور عالیشان ہیں تیری شان عالی کا کیا اظہار کروں، جس خاک پر رکھا ہوں، اس میں یہی خاک تھا، تو مجھے اس خاک سے پیدا کیا، گو میں ناچیز ہوں مگر میرا رب بڑا اعلیٰ ہے۔

حکم ہوتا ہے اچھا بندے! ذرا سب کو دکھا کہ ہم خاک سے کیسے پیدا کئے تو بندہ اللہ اکبر کہتے ہوئے قعدہ میں بیٹھا کیوں خاک سے پیدا ہوا، پھر حکم ہوتا ہے کہ اس زندگی پر دھوکہ نہ کھانا، پھر خاک میں ملنا ہوگا۔ جاؤ خاک میں مل کر دکھاؤ کہ مر کر کس طرح خاک میں ملیں گے فوراً اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں گیا کیوں مر کر خاک میں ملیں گے۔ پھر حکم ہوتا ہے اچھا بندے! اب بتا کہ مرنے کے بعد خاک سے پھر کیسے زندہ ہوں گے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ سے سیدھا کھڑا ہو گیا کہ دیکھو یوں قیامت میں کھڑے ہوں گے۔ نمازی خدا کی قدرت کو آنکھوں کے سامنے دکھا دیا۔ اسی واسطے سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر زانو رکھتے ہیں، پھر ہاتھ، پھر چہرہ اور اٹھتے وقت اس کا اٹھا یعنی پہلے چہرہ، پھر ہاتھ، پھر زانو اٹھاتے ہیں۔ قیامت میں اس سجدہ کا لطف دیکھنا۔ سب لوگ قبروں سے نکل کر باہر آئیں گے

فوراً مسلمانوں کے پاس فرشتے آکر ان کے سروں سے مٹی پوچھیں گے تمام جگہ کی مٹی پوچی جائے گی مگر پیشانیوں کی مٹی ہزار پوچھا جائے گی مگر وہ مٹی دور نہ ہوگی، اتنے میں خدا کے تعالے کی طرف سے ندا ہوگی میرے فرشتو! پیشانی کی مٹی کو رہنے دو، یہ قبروں کی مٹی نہیں ہے، یہ مسجدوں کی مٹی ہے، یہ میں نے اس لئے ان کو پیشانی پر مٹی لگی ہوئی اٹھایا ہے تاکہ سب کو معلوم ہو کہ یہ میرے سچے غلام تھے، غلامی کا جو اظہار کئے تھے یہ اسکی علامت ہے، پھر غلاموں کی طرح یا ادب بیٹھ کر تعریف کرتا ہے "الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ وَالصَّالَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" (میرے اللہ ہی کے لئے ہیں، میری ہالی عبادتیں، میری بدنی عبادتیں اور دل و زبان کی ساری عبادتیں)۔

اس کے بعد "السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ" کہہ کر جن کی بدولت دربار میں باریاب ہونا نصیب ہوا، ان پر سلام و درود بھیجتا ہے اور دستِ یار آگے ان کو بھی ساتھ لایا "السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ" نماز ختم کرنے کے لئے کہا "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ" بھائی مواب تک میں دو سرے عالم میں تھا کہاں کہاں گیا، بہت دور سے سفر کر کے پھر تمہارے پاس آیا ہوں "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ" سلام پھیرتے وقت صرف منہ پھیرتا ہے، سینہ قبلہ کے طرف ہے اس سے یہ بتاتا ہے کہ میرے مولیٰ! آپ کے سامنے سے دل جانا نہیں چاہتا۔ آپ کی بدائی کا صدر نہیں سہا جاتا ہے اب بہ مجبوری جاتا ہوں، منہ مخلوق کی طرف پھیر رہا ہوں، مگر دل کو آپ ہی کی طرف رہنے دیتا ہوں۔

یہ ہے غلامی کا اظہار، غلام اپنے غلامی کا کیسے اظہار کرتے ہیں، یہ دیکھنے کے لئے جو شخص مسجد میں آیا تھا وہ دیکھا کہ مسجد میں غلام نماز پڑھ رہا ہے اس طرح غلامی کا اظہار کر رہے ہیں تو اسکو معلوم ہوا کہ ابتداء تخلیق عالم سے آج تک کسی نے ایسا اپنے غلامی کا اظہار نہیں کیا ہے اسکو یہ عبادت بہت پسند آئی، وہ بھی اس عبادت میں شریک ہونا چاہتا تو مکہ ہوتا ہے یوں نہیں ذرا اس دنیا کے ظلمت کہہ کی سیاہی دھو کر آؤ۔ یوں بھی تو دربار شاہی میں جانے والا نہاتا، منہ ہاتھ دھوتا، کپڑے پاک پہنتا ہے تم بھی ابا دربار الہی میں آ رہے ہیں ایسا ہی کرو



دنیا میں دو طرح کی لذت ہے ایک میں سُدھ باقی رہتی ہے جیسا کھانا پینا، اسکے لئے ملکی طہارت یعنی وضو، دوسرے بے سُدھ کرنے والی لذت جیسے جماع، اس میں تو تم نے ہم کو بالکل بھولا، اس لئے تم خوب طہارت یعنی غسل کر کے آؤ اور پھر غلامی کا اظہار کرو، یہ ہے نماز اور یہ ہے مسلمانوں کی معراج۔

نمازیو! تمہاری شان کل قیامت میں دیکھنے کی ہوگی، ایک مثال سے نمازیوں کے شان و شوکت کا اندازہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے ہیں کہ قیامت میں کئی جگہ ایسے ہیں کہ وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا، اس میں سے ایک پل صراط بھی ہے، کیا کہوں کیسا خوفناک منظر ہوگا، دوزخ کی آگ جوش مار رہی ہوگی، اس پر پل تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک رکھا جائے گا، مسلمان وہاں پریشانی کی حالت میں کھڑے ہوئے ہیبت اور خوف و دہشت سے بے سُدھ ہو کر رو رہے ہوں گے، فرشتے پوچھیں گے، ارے کیوں روتے ہو، وہ کہیں گے ہم کو آگ سے ڈر لگتا ہے، کیسے اس پر سے گزریں، ایسے میں کیا دیکھتے ہوں گے کہ جبرئیل علیہ السلام آ کر کہیں گے تم دریاؤں پر کیسے گزرتے تھے وہ کہیں گے کشتیوں کے ذریعہ سے۔

فوراً بڑے بڑے مکان ریل کے ڈبوں کی طرح آ کر کھڑے ہو جائیں گے وہ اس میں بیٹھ کر پل صراط سے پار ہو جائیں گے، پوچھیں گے یہ کیا تھے، فرشتے کہیں گے یہ تمہارے مسجدیں تھے جن میں تم نماز پڑھا کرتے تھے۔

مسلمانو! اب بھی وقت ہے کہ تم نماز پڑھ کر آخرت کی عزت حاصل کرو، اگر یہ وقت گیا اور تم نے نماز نہ پڑھ کر موقع ہاتھ سے کھو دیا تو پھر پچھتاؤ گے، اس وقت کا پچھتاؤ کوئی فائدہ نہ دے گا۔

## نماز کی حقیقت

صاحبو! ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

”إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ“ نماز فحش اور برائی سے روکتی ہے

دوسری جگہ فرمایا ہے "اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي" نماز پڑھو مجھے یاد کرنے کے لئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نماز غفلت دور کرتی ہے اور اللہ یاد آتا ہے، جیسے ظاہر میں قرآن شریف کا پڑھنا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا، نماز کے اجزا ہیں، ایسا ہی قرآن کی حقیقت اور کعبہ کی حقیقت، نماز کی حقیقت کے اجزا ہیں، نماز خدا کے اسْمِ حِجْحِ کا منظر ہے یعنی جیسے اسْمِ حِجْحِ تمام اسماء کا جامع ہے، ایسا ہی نماز تمام حقیقتوں کی جامع ہے اس لئے نماز تمام آدمیوں پر فرض ہے بلکہ تمام مخلوقات پر فرض ہے، اگرچہ نماز کا پورا حصہ انسان ہی کو ملا ہے مگر کچھ نہ کچھ حصہ نماز تمام مخلوق کو بھی ملا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ" (پک۔ رکوع ۲۔ سورہ حج) سے نماز کی شان معلوم ہوتی ہے، ذرا اس لفظ کو بھی یاد کیجئے جو معراج شریف میں کہا گیا ہے "قِفْ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ سَرَّيَاكَ يُصَلِّي"۔ ترجمہ۔ ٹھہرو یا محمد آپ کا رب صلوات پڑھ رہا ہے یعنی رحمت بھیج رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسْمِ حِجْحِ کا منظر نماز ہے، اس لئے دوسرے اسماء کو اللہ تعالیٰ کے اسْمِ حِجْحِ کی طرف ..... رجوع کرنا ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نماز عالم امر کے کاموں میں سے ہے اور اس لفظ پر بھی آپ غور کیجئے "الصَّلَاةُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ" مسلمانوں کی معراج نماز ہے اور معراج تو بغیر نبوت کے ہوتا نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کو نبوت تو نہیں مگر نبوت کے کمالات اور تقرب خدا اس طرح حاصل ہوتے ہیں کہ وہ معراج ہونے کے قابل بن جاتا ہے اور نماز میں معراج ہوتا ہے، کیا شان ہے نماز کی نماز میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر حضور ہوتا تھا ویسا اور وقت نہیں ہوتا تھا اس لئے آپ فرماتے ہیں "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ" میرے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے غرض نماز پیغمبروں کے کاموں میں سے ہے ع

ہاں یہ دولت ہے بڑی دیکھے ملتی ہے کسے

اعضاء کو دل سے ایک خاص تعلق ہے یعنی دل سے ہمیشہ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں

سب اعضاء کو قوت و امداد پہنچتی ہے، ایسا ہی دل میں اعضاء کا اثر پڑتا ہے، آنکھ کے ذریعہ

سے رنگوں کو دیکھتا ہے، کان سے آواز سنتا ہے تو جو ارادہ نفسانی خواہشات کے غلبہ سے

دل میں پیدا ہو وہ باطل ہے وہ مشترک ہے اور جو القاء بغیر خواہش نفسانی کے صرف روح کی طرف سے ہو وہ حق ہے، دل کی عبادت یہی ارادہ ہے اور ارادہ باطل دل کی نافرمانی ہے، اس لئے جب کہ نماز سب عبادتوں کی بڑی ہے، اول دل کو عبادت میں لانا چاہیے، تاکہ ساری عبادت ٹھیک ہو، اس لئے ارادہ خالص ہو، نہ ارادہ مشترک، یہی نیت نماز ہے، اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر حیوانیت کی طرح مرغِ نفس کو ذبح کر کے سارے تعلقات کو توڑ کر ایک کی طرف متوجہ ہوں، دل کے ارادے کو ہاتھ سے کر کے دکھائے، کانوں تک ہاتھ اٹھا کر سارے تعلقات سے انکار کر کے بتلائے، اس وقت اَلْمُرِيدُ جو اللہ کا نام ہے اس کی تجلی ہوتی ہے، اس کے بعد قیام میں ہے، ہاتھ باندھے ہوئے بادشاہ حقیقی کے سامنے کس عاجزی سے کھڑا ہے، اس وقت اِسْمِ قِيَوْمِ کی تجلی ہو رہی ہے چونکہ نیکیوں کا تعلق سیدھے ہاتھ کی طرف ہے اور نیکیاں لکھنے والا فرشتہ سیدھے ہاتھ کی طرف ہے، نیک لوگوں کو نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور نیک لوگ میدانِ قیامت میں سیدھے طرف ہوں گے، بخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اس کا اٹا ہے اسلئے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر زبانِ حال سے عرض کرتا ہے میاں آپ فرماتے ہیں اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (پ۔ رکوع ۱۰۔ سورہ ہود) اس طرح نیکیوں کے پلڑے کو برائوں کے پلڑے پر غالب کر دو، صابو! آپ کو معلوم ہے کہ نماز میں قرب الہی ہوتا ہے، قرب کا خاصہ ہے ہم کلامی، اس لئے قرآن پڑھ رہا ہے اِسْمُ الْمُتَكَلِّمِ کی تجلی ہو رہی ہے۔

اس کھوڑوں سمجھے کہ جیسے نئے نئے بجانے والے کے منہ میں ہوتی ہے، نئے کی آواز نہیں بلکہ نئے بجانے والے کی آواز ہے، ایسا ہی میں نہیں، خدا فرما رہا ہے اور میں سن رہا ہوں، اس وقت ہم کلامی کا لطف ملے گا۔

سوال :- حدیث قدسی بھی اللہ ہی کا کلام ہے پھر یہ نماز میں کیوں نہیں پڑھا جاتا، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب دو طرح کا تھا، ایک قرب نبوت سے علاقہ رکھتا تھا اور ایک قرب ولایت سے متعلق تھا۔ قرآن شریف



قرب نبوت میں عطا ہوا، اور حدیث قدسی قرب ولایت میں، جو قرب نبوت سے متعلق ہے وہ نماز میں پڑھا جاتا ہے نہ کہ وہ جو قرب ولایت سے ہے۔ الحمد اور اس کے ساتھ سورہ پڑھتا ہے کہ یہ اس واسطے کہ اجمال اور تفصیل و وزن فیض حاصل ہوں، پھر اپنے کو خدا کی عظمت کے سامنے پست کر کے جھک جاتا ہے۔ اس وقت اسْمُ الْعَظِيمِ کی تجلی ہوتی ہے اس لئے منہ سے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" بار بار نکلتا ہے۔ پھر سجدہ میں گرا ہے اس وقت وہ وہ ترقیات ہو رہے ہیں، معشوق کے قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے ہیں، اسْمُ الْعَظِيمِ کا ظہور ہو رہا ہے اس لئے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" بار بار منہ سے نکل رہا ہے، پھر قعدہ میں بیٹھا ہے اس وقت اسْمُ الْحَمِيدِ کا ظہور ہو رہا ہے سالک جب سلوک میں قدم رکھتا ہے، اس پر طرح طرح کے احوال ظاہر ہو جاتے ہیں، پھر آخر میں سکون و اطمینان ہو جاتا ہے اس کو تمکین کہتے ہیں، ایسا ہی نمازی شروع نماز سے سلوک طے کرتے ہوئے قعدہ میں تمکین کے مقام پر پہنچا ہے، یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نماز عالم امر سے ہے۔ فرشتوں کے کاموں میں سے ہے جب نمازی نماز پڑھتا ہے تو فرشتوں کا کام کرتا ہے، اور فرشتوں کی جماعت میں داخل ہے۔ بشریت کا تقاضہ ہے کہ کوئی آدمی اس عالم میں بغیر مرے کے ہمیشہ نہیں رہ سکتا حضور بھی تو وہاں ہمیشہ نہ رہے، معراج سے واپس تشریف لائے، ہاں روح کو یہ بدن چھوڑنے کے بعد عالم بالا میں رہنا نصیب ہوگا۔ اس لئے نمازی اب اس عالم سے اترتا ہے فرشتوں سے رحمت ہو رہا ہے، اس لئے "أَسْلَمَ مَعَلَيْكُمْ" کہہ رہا ہے، یہ چیز ہے نماز، ہائے اس نماز کی ہم کو قدر نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے "جَاعِلُ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنَحَةٍ مَّتَنِي وَ قَلَّتْ وَ مَرْبَعٌ"

خدا کے تعالیٰ فرشتوں کو پیدا کیا ہے اور انہیں پر ویلے، دو، دو، تین تین چار چار۔ انسان مٹی کا بنا ہوا اس میں اڑنے کا مادہ نہیں تھا مگر اس کو اڑتے ہوئے جنت الفردوس پہنچاتا تھا کسی فرشتہ کو دو، کسی کو تین اور کسی کو چار۔ فرشتوں کو اللہ اللہ انسان کو سب دیا۔

صبح کی دو رکعت فرض دو پر۔

ظہر، عصر، غشاء کے چار فرض چار پر۔

مغرب کے تین فرض تین پر۔

فرشتے ایک قسم کے پر سے اڑتے ہیں، انسان تینوں قسم کے پروں سے اڑے گا۔

انسان کے اڑنے کی کیفیت دیکھ کر فرشتے اپنا اڑنا بھول جائیں گے، انسان کے

اڑنے کو حیرت سے دیکھتے رہ جائیں گے۔ انسان یہ جاوہ جا، خدا جانے قرب کے کس درجہ

کو پہنچ جائے گا۔

پر کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے، اس لئے روزانہ پانچ وقت کی نماز مقرر ہوئی

## رات دن میں پانچ دفعہ نماز فرض ہونے کے اسباب

سَوْصَاحِبِوَسَنُو!فَدَاَلِےتَعَالِےكَارشَادِےہے۔

وَآقِمِالصَّلَاةَطَرَفِیالنَّهَارِوَزَكَفَاتِنَالَيْلِطَارِإِنَّالْحَسَنَاتِ

يَذْهَبْنَالسَّيِّئَاتِطَرَفِیذِكْرِيَلِلذُّكْرِتَيْنِوَأَصْبِرْفَانَاللَّهِ

لَايُضِيعُأَجْرَالمُحْسِنِينَ ۝ (پ - رکوع ۱۰ - سورہ مہود)

اس آیت شریف میں اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیا ہے اسکے

برخلاف روزہ، زکوٰۃ سال میں صرف ایک مرتبہ ہے اور حج عمر میں ایک بار ہے مگر نماز

دن میں پانچ مرتبہ ہے سنئے اس کی وجہ عرض کرتا ہوں۔

صاحبو! جہاز میں بیٹھنے والا سمجھتا ہے کہ میں بیٹھا ہوا ہوں، حالانکہ وہ ہزاروں

میل کی رفتار سے بہت تیزی کے ساتھ چلا جا رہا ہے، ایسا ہی ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم

ایک ہی جگہ ہیں حالانکہ عمر کا جہاز ہم کو بہت تیزی سے لیجا رہا ہے۔ ہم اس عالم میں مسافر

ہیں ہماری پہلی منزل گہوارہ ہے اور آخری منزل ہے قبر۔

اور وطن جہاں جانا ہے وہ جنت ہے یاد دوزخ۔

سال، مہینے اور دن کو س اور میل ہیں اور دم یعنی سانس قدم ہیں اور وقت

اس المال ہے اور خواہشات اور اغراض راستہ لوٹنے والے ہیں، دنیا کے اس تجارت کا نفع جنت میں دیدارِ الہی سے مشرف ہوتا ہے، دنیا کی اس تجارت کا نقصان اور خسارہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر دوزخ میں عذاب بھگتنا ہے۔  
 او غافل انسان! وقت تیرا اس المال ہے، اسی پر تجھے جنت کا نفع یا دوزخ کا خسارہ ملتا ہے اس لئے وقت کی قدر کر۔

یہ زمین تجھے من مانے کام کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ بازار ہے، یہاں وقت سے نفع اٹھا کر وطن میں جا کر لطف اٹھانا ہے یا نقصان اٹھا کر وطن میں جا کر بچھتا نا ہے۔  
 وقت علامت ہے زندہ دلی اور مردہ دلی کی۔ وقت کی قدر کر کے یادِ الہی میں گزارا تو معلوم ہوا کہ بیدار دل ہے جس کا وقت ضائع جا رہا ہے، خدا کو بھولا ہوا ہے تو وہ غافل ہے اور مردہ دل۔

آفتاب کے چکر لگانے سے چاند کے منزلیں طے کرنے سے، سایہ کے کم اور زیادہ ہونے سے، ستاروں کے نکلنے اور ڈوبنے سے، دنیوی امور پر مدد لینا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تو وقتوں کو پہچانے اور ان اوقات میں خدا کی عبادت میں مشغول رہے۔ آخرت کے لئے تو شہ تیار کرے، ممکن ہے تو یہ سمجھتا ہو کہ یہ سورج اور چاند تارے دنیا کا نفع لینے کے لئے ہیں، تیرا یہ سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ مکھی جو قصاب کی دوکان پر بیٹھتی ہے یہ سمجھتی ہے کہ قصاب نے دوکان میرے ہی لئے کھولی ہے اور گوشت میرے ہی لئے رکھا ہے مگر قصاب کے دل میں اس مکھی کی مطلق وقعت نہیں ہے نہ قصاب کو کسی مکھی کا یہ خیال آیا ہے۔ اس مکھی کی طرح تیرا بھی سمجھنا ہے کہ یہ آفتاب، چاند وغیرہ تیرے دنیا کے کاموں کے لئے ہیں، ایسا نہیں ہے بلکہ یہ وقت بتلانے کے لئے ہیں، تاکہ تو ان وقتوں میں خدا کو یاد کرے، اگر کسی وقت میں نہ ہو تو دوسرے وقت میں اس کا بدلہ ادا کرے، جیسے ارشاد ہوتا ہے:-

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۡ اٰدَانَ يَتَذَكَّرُ  
 اَوْ اٰرَادَ شُكُوْرًا ۝ (پ ۱۹ - رکوع ۶ - سورہ فرقان)

رات اور دن کو ہم نایب بناتے ہیں ایک دوسرے کا، ان لوگوں کے لئے جو ہمارا ذکر کرنا چاہتے ہیں یا شکر، یعنی اگر رات میں تہوسکا تو دن میں اور دن میں نہ ہوسکا تو رات میں غرض یہ دن اور رات ہمارے ذکر اور شکر کرنے کے لئے ہیں، نہ کہ دنیا کے کاموں کے لئے۔ سو دوستو! نہیں ہے نجات مگر انھیں کو کہ جن کو مرنے کے بعد خدا کا دیدار ہوگا اور دیدار نہ ہوگا مگر انھیں کو جو خدا کے عاشق اور عارف ہو کر مرے، خدا کی محبت اور عشق نہیں پیدا ہوتا ہے مگر ہمیشہ محبوب کا ذکر کرتے رہنے سے، اور معرفت، خدا کی نہیں پیدا ہوتی، مگر ہمیشہ اس کے صفتوں اور اس کے افعال میں فکر کرتے رہنے سے۔ اس کو اس طرح سمجھئے کہ روح، نورانی اور علوی ہے، یہ جسم، ظلمانی اور سفلی میں آگئی ہے، یہ جسم ظلمانی کا تعلق روح کو خسارہ میں ڈالتا ہے اور دیدارِ الہی سے روکتا ہے مگر اعمال صالحہ اور ذکر و فکر کہ یہ جسم کو ظلمت سے نکال کر روحانیت اور نورانیت میں پہنچاتے ہیں اور دیدارِ الہی کے قابل بناتے ہیں، جیسے دانہ زمین میں ڈالا جائے، تو وہ زمین کی ظلمت اس دانہ کو خسارہ میں ڈالتی ہے، مگر پانی زمین کی ظلمت سے نکال کر ہرا بھرا کرتا ہے اور ایک دانہ کے سات سو (۷۰۰) دانے کرتا ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ عالم بالا میں جیسے عرش ہے ایسا ہی یہاں دل عرش ہے روح کا، اور دل کے دو منہ ہیں، ایک منہ تو روح کی طرف ہے جس کو فواد کہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا سَأَلَ اِيَّاهُ ۲۔ رکوع ۱۔ سورہ نجم ۱۱ اور ایک منہ ہے نفس کی طرف اس کو صدر کہتے ہیں۔

ہر ایک مقام کا ایک خاص اثر ہوتا ہے جیسے جشن کو وہاں کے لوگ کالے ہوتے ہیں، ایسا ہی اس عالم کی خاصیت ہے کہ دل کا منہ نفس کی طرف کھلا ہے اور روح کی طرف کا منہ بند ہے، اس طرح کا بند رہنا دیدارِ الہی سے محروم کر دے گا۔ اس لئے ذکرِ الہی اعمال صالحہ اور اللہ کی طرف منہ کو بند نہیں ہونے دیتے اور یہی مرے، کے بعد دیدار کا سبب بنتا ہے، اس لئے نجات اور دیدار کے طائب کو رات دن ہمیشہ خدا کی یاد میں رہنا چاہئے۔ کوئی وقت بغیر یادِ الہی کے نہ گزرے، اھ یہ ہو نہیں سکتا تھا اس لئے پانچ وقت کی نماز مقصر



کی گئی کہ اس میں ہمیشہ رات دن کے ذکر کا اثر ہے نمازی کا سارا دن نماز ہی کے فکر میں گذرتا ہے، نمازی بے فکری کے ساتھ کسی کام میں متہک نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ بے فکری کے ساتھ سو بھی نہیں سکتا، رات کو بار بار آنکھ کھلتی ہے کہ کہیں صبح کی نماز کا وقت نہ نکل جائے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شب معراج میں پچاس کی جگہ پانچ نمازیں مقرر فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ یہ پانچ نمازیں تو ہیں مگر پچاس ہی کے برابر ہیں۔ میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی تو تو اب کے اعتبار سے تو یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں ہی، کیوں کہ ہر نیکی دس نیکی کے برابر ہے لیکن ظاہری اثر اور تاثر کے اعتبار سے بھی یہ پانچ نمازیں پچاس ہی کے برابر ہیں کیوں کہ سارا دن نماز ہی میں مشغول ہو گیا ہے، اور اس طرح نمازی گویا ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہے۔

یہ پانچ وقت کی نماز وہ چیز ہے کہ اس سے روح کی طرف کا رخ بند نہیں ہوگا، روح پر جسم کی ظلمت کا اثر نہیں ہوگا۔ روح دیدار الہی کے قابل بن کر دنیا سے جائے گی، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پانچ نمازیں کہ ان میں ہر نماز دوسرے نماز کے ماہن کے گناہوں کا کفارہ ہے، اس لئے کہ پانچ حواس دل کو جسم کی طرف مشغول رکھتے ہیں، نورانیت سے روکتے ہیں، خدائے تعالیٰ سے انسیت نہیں ہونے دیتے، کدورت بھی پیدا کر دیتے ہیں، ان پانچ حواس کے مقابلہ میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں، ان سے حواس کے دروازے بند ہو جاتے ہیں، خدا کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے، خدائے تعالیٰ سے انسیت ہونے لگتی ہے جیسے پانچ حواس سے پانچ دروازے دل کے جسم کی طرف کھلے ہوئے تھے جس سے ظلمت دل میں آتی تھی، ایسا ہی پانچ نمازوں سے پانچ دروازے دل کے خدائے تعالیٰ کی طرف کھل جاتے ہیں، ان دروازوں سے نورانیت آتی ہے، کدورت کو دور کرتی ہے۔

ایک اور بات ہے سنو دوستو سنو! یہ بات آپ کے آنکھوں کے سامنے ہے کہ

ایک سال گذرنے سے جسم پر کتنا تغیر پیدا ہوتا ہے، سچہ کتنا بڑا ہوتا ہے، جوان اور بڑھوں پر بھی ایسا ہی اثر ہوتا ہے، مہینہ گذرنے پر بھی جسم پر تغیر پیدا ہوتا ہے مگر محسوس نہیں ہوتا

ایسا ہی ایک ہفتہ گزرنے پر بھی جسم میں تغیر ہوتا ہے اور ایک دن گزرنے پر بھی جسم میں تغیر ہوتا ہے اور چند گھنٹوں کے گزرنے پر بھی جسم میں تغیر ہوتا ہے، ایسا ہی سال، ہفتہ اور گھنٹے گزرنے سے بھی روح پر تغیر ہوتا ہے، سال گزرنے سے جو روح پر تغیر ہوتا ہے اس سے بچانے کے لئے رمضان شریف اور عیدین مقرر ہوئے، ہفتہ گزرنے سے جو روح پر تغیر ہوتا ہے اس سے بچانے کے لئے جمعہ مقرر ہوا اور گھنٹوں کے گزرنے سے جو روح پر تغیر ہوتا ہے اس سے بچانے کے لئے پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہوئیں۔ پانچ وقت کی نماز کی پابندی سے مسلمان کی مثال اس گھوڑے کی طرح ہو جاتی ہے کہ جسکے اگلے اور پچھلے پیر بندھے ہوئے ہوتے ہیں، ایک دو دفعہ اچھلتا کودتا ہے پھر بے بس ہو کر رہ جاتا ہے، اور بے نمازی کی مثال اس گھوڑے کی طرح ہے کہ جس کو اگاڑی اور پچھاڑی نہ ہو۔ اور ہمیشہ شرارت ہی سے کام ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اب سب کچھ تو ہے مگر خدا کا خوف ہی دلوں سے اٹھ گیا ہے کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ جب تک خدا کا خوف تھا ذرا سی بات بھی اثر کرتی تھی۔

**حکایت** حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے جوڑے زاہد خلیفہ تھے ان کی ایک باندی نے کہا کہ امیر المؤمنین میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ قیامت قائم ہے اور لوگ میدانِ قیامت کی طرف جا رہے ہیں، مینانِ اعمال کھڑی ہوئی ہے۔ پل صراطِ دوزخ پر رکھا ہوا ہے، اول عبدالملک بن مروان کو حکم ہوا کہ پل صراط پر سے گزرے، یہ ایک دو قدم چلنے نہ پایا تھا کہ کٹ کر دوزخ میں گر پڑا، پھر اس کے بیٹے ولید بن عبدالملک کو حکم ہوا یہ پورا قدم بھی رکھنے نہ پایا تھا کہ دوزخ میں جا پڑا، پھر اس کے بعد کے خلفاء کا یہی حال ہوا۔ پھر آپ کو پل صراط پر سے گزرنے کا حکم ہوا۔ باندی نے ابھی اپنا خواب پورا بیان بھی نہ کیا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز چیخنے لگے اور اس طرح تڑپنے لگے جس طرح جاں میں پھلی تڑپتی ہے، سر کو زمین پر اور آنکھوں کو دیوار پر مارنے لگے، باندی چلاتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ امیر المؤمنین خدا کی قسم میں نے یہ دیکھا ہے کہ آپ پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ گئے ہیں۔

مگر حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے، جب آپ کا تڑپنا کم ہوا تو لوگوں نے آپ کو مردہ پایا۔

ہائے! یہ خوف تھا میاں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا فرماں پروا رہنا رکھا تھا، اور آج خدا کا ڈر دلوں سے نکلنے کی وجہ سے آخرت بھی گئی دنیا بھی ہم سے گئی۔

فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو شخص پانچ وقت نماز کا پابند ہو، عمت کا لحاظ رکھے، اول جانے والوں کے ساتھ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیگا قیامت کے دن اس کا منہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اور اس کو ہر روز ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

شاید آپ کو خیال ہو رہا ہوگا کہ تھوڑے سے عمل کی وجہ سے اس قدر ثواب ملنے کے کیا معنی ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ شاید آپ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ حکایت نہیں سنی کہ ایک بار اُن کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑا، ایک شخص نے جلدی سے اٹھا کر آپ کو دے دیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روپیوں کی ایک تھیلی اس کو دی، لوگوں نے کہا حضرت ذرا سے کام پر اس قدر مزدوری، امام شافعی جواب دہیے اس نے ہمارے کام میں اپنی کوشش صرف کی ہے، ہم نے اپنی کوشش کا ثواب اس کا حصہ اس کو دیا۔ جب امام شافعیؒ ایسا فرماتے ہوں تو اللہ تعالیٰ جو عنایت فرماویں اس پر کیوں تعجب ہے۔

یہ خوبیوں والی نماز، کھڑا تک جس کے قائل، افسوس ہم اس سے بے پروا ہیں امریکہ کے ایک ڈاکٹر کا قول ہے کہ اسلام کو حیرت انگیز کامیابی تنظیم سے ہوئی اور تنظیم نماز باجماعت سے حاصل ہوتی ہے۔

انجمن اور کانفرنس کرنے والے کبھی اس ڈاکٹر کے قول پر بھی غور کئے۔

جرمن کا ڈاکٹر کہتا ہے کہ نماز بہترین ورزش ہے اسکے ہوتے ہوئے پھر کسی ورزش

کی ضرورت نہیں، ایک اور ڈاکٹر کہتا ہے کہ حفظانِ صحت کے لئے وضو بہترین چیز ہے۔

منہ اور ہاتھ، کہنیوں تک اور پیر کے مسامات پانی سے دھوتے رہنے کی وجہ سے کھلے رہتے ہیں جو حفظانِ صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔

سنو صاجبوا! نمازی مسلمان سچا اور پکا مسلمان ہوتا ہے اس لئے اب ذرا سچے اور پکے مسلمانوں کی علامتیں سنو۔

پہلی علامت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا ڈر اور اس کی محبت کچھ اس قدر ان کے دلوں پر چھائی ہوئی ہوتی ہے کہ جب ان کے سامنے خدا کا نام لیا جائے تو اس قدر عظمت اللہ کی ان پر طاری ہوتی ہے کہ کانپ جاتے ہیں رو گھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر خدا کے حکم کا خلاف کر رہے ہوں تب بھی فوراً باز آ جاتے ہیں۔

دوسری علامت یہ ہے کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ان کے دل میں فرحت پیدا ہوتی ہے، فوراً عمل اس پر کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

اور تیسری علامت یہ ہے کہ وَعَلَىٰ سَائِبِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔ سچے مسلمان ہر کاروبار میں اپنے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، اپنے تمام کام... اسی کو سونپ دیتے ہیں، نہ دنیا کی کسی چیز پر ان کو بھروسہ ہوتا ہے، نہ دنیا داروں پر، اس وجہ سے نہ کسی سے ان کو خوف ہوتا ہے اور نہ کسی سے امید، خوف بھی خدا ہی سے اور امید بھی خدا ہی سے لگائے رہتے ہیں۔ اتنا اعتقاد تو ہر مسلمان کو ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔

دو اپنی تھی اس واسطے اچھے ہوئے یا امیدواری کی تھی اس لئے تو کری ملی غرض یہ سب ظاہر ہے، کرنے والا اللہ ہے، ایسا اعتقاد نہ رکھے تو مسلمان ہی نہیں۔

سچے مسلمان اور عام مسلمان میں فرق برتاؤ کے وقت ظاہر ہوتا ہے، عام مسلمان کا جب تک اسباب سے کام نکل سکتا ہے خدا پر نظر نہیں ہوتی، جب کچھ نہ ہو سکا کوئی کام نہ آیا، اس وقت اللہ کا خیال آتا ہے، جیسے بیمار کہ حکیم، ڈاکٹر، عطائی، سب کا علاج کر کے یا اہل مقدمہ، وکیل، سفارش، رشوت وغیرہ سب کر کے آخر میں خدا پر نظر ہوتی ہے اور اس کے برخلاف سچے مسلمان کی نظر شروع ہی سے خدا پر ہوتی ہے، اسباب کرتا ہے



گردن میں یہی ہے کہ خدا چاہے گا تو ہوگا ورنہ نہیں، بولنا آسان ہے مگر کام کرتے وقت یہ خیال بہت مشکل سے آتا ہے، اس لئے فرماتا ہے کہ یہ سچے مسلمانوں کا کام ہے۔  
بعض ایسے سچے مسلمان ہیں کہ وہ خدا کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں، وہ اسباب و تدبیر کرنا ہی نہیں چاہتے، جو کچھ ہوا ادھر ہی سے ہوا سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو حمزہ خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز راستہ چلتے چلتے ایک کنویں میں گر گئے، وہاں آدم نہ آدم زاد، لوق ووق میدان، کوئی آس نہ پاس، الہی کیا کیجئے، دل میں آیا کہ غل مچاؤ، کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ مدد کو آپہونچے گا۔ پھر میں نے کہا، یہ نہیں ہو سکتا کہ بندہ جس کا کہلا میں اس کو چھوڑ کر مشکل کے وقت دوسروں کو بلا میں چپ ہو گیا۔

اتنے میں دو شخص کنویں پر آکر مشورہ کئے کہ دیکھو یہ کنواں کیسی بری جگہ راستہ میں ہے، کوئی بے چارہ مسافر انجان، اس میں گر پڑے گا، اس کا منہ بند کر دینا چاہیے، تھوڑی دیر وہ دونوں شخص غائب رہے، پھر بڑی بڑی لکڑیاں لائے اور کنویں کا منہ لکڑیوں سے بند کرنے لگے، اب تو دل بہت گھرایا، قریب تھا کہ چیخوں کہ لوگو! کیا غضب کرتے ہو ایک مسافر کو زندہ درگور کر رہے ہو، پھر میں نے دل کو روکا اور سمجھا یا کہ یہ لوگ تو کنویں کے منہ پر ہیں، بہت دور ہیں، جو خدا تیری رگ گردن سے نزدیک ہے، اس کو کیوں نہیں پکارتا، یہ سوچتا رہا اور وہ دونوں منہ بند کر کے چل دئے، میں نے دل میں کہا کہ خیر چلے جاؤ، تھوڑی دیر کے بعد کچھ ایسی آہٹ آئی جیسے کوئی جانور پنجوں سے کھودتا ہے اندھیرے میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی پاؤں لٹکایا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ پاؤں کو پکڑنے میں سمجھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے اس پاؤں کو پکڑ لیا، ایک جھٹکے میں کنویں سے باہر کھڑا ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ جس نے مجھ کو نکالا ہے وہ تو شیر بہر ہے، مجھے نکال کر جنگل کی طرف چل دیا میں حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ الہی یہ کیا تیری قدرت ہے، غیب سے آواز آئی ابو حمزہ جو ہم پر بھروسہ کرتا ہے اس کو یوں قدرت دکھاتے ہیں، موت (شیر) کو بھیج کر موت (کنویں) سے بچاتے ہیں، یہ خاص لوگوں کا توکل ہے۔

قرآن و حدیث میں جو توکل سکھایا گیا ہے وہ اس طرح کا توکل نہیں ہے، یہ شخص کام نہیں بلکہ سچے مسلمان بننے کے لئے اتنا توکل کافی ہے کہ تدبیر کرے مگر تدبیر پر بھروسہ نہ رہے، خدا پر بھروسہ رہے۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ تدبیر کرے گا مگر تدبیر میں منہمک ہو کر حلال حرام کا فرق نہ اٹھائے گا جب معلوم ہی ہے کہ تدبیر کا برا سے نام تعلق ہے، عمل کام کرنے والے کو کیوں بگاڑے گا۔ دوا پئے گا مگر حرام نہیں کسب کرے گا مگر ناجائز نہیں یہی پکے اور سچے مسلمانوں کی علامت ہے۔

جو عمومی علامت سچے مسلمانوں کی یہ ہے کہ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں "الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ" قرآن میں اس کثرت سے کسی حکم کا ذکر نہیں ہے جیسا نماز کا اقامت اور اعتدال کا۔ "الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ" سے مراد محافظت و مداومت ہے اور اپنے وقت ادا کرنے کا جیسا کہ ارشاد باری ہے "كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّتَّوِّعًا" اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے حکم ہو رہا ہے "وَأَشْرِكُوا مَعَ الذَّاكِعِينَ" اور خشوع کا "الَّذِينَ نَفَخُوا صَوْتًا وَمَا رَأَوْنَاهُمْ إِلَّا رَکْبَةً" اس آیت سے

یہ خیال ہو رہا ہوگا کہ نماز میں خشوع ہونا چاہیے اگر خشوع نہ ہو تو پھر ایسی نماز سے کیا فائدہ۔ اس پر مجھے یہ حکایت یاد آئی

**حکایت**

دو کبوتر دیئے کہ اسی کو تھا موکہ وہ کہیں جا کر آئے، اس کے آنے تک ایک کبوتر ہاتھ سے نکل گیا، جہاں گئے آکر پوچھا کہ وہ دوسرا کبوتر کیا ہوا، تو نور جہاں نے کہا چھوٹ گیا، جہاں گئے کہا کیسے چھوٹ گیا، نور جہاں نے کہا ایسے، اور یہ کہہ کر دوسرا کبوتر بھی چھوڑ کر تبتلا دیا۔

اسی طرح یہ نہیں کہ نماز خشوع کے ساتھ ہونی چاہیے، اگر خشوع نہ ہو تو نماز بھی چھوڑ دو۔

صاحبو! خشوع کی شکل ہے، لایعنی حرکات نہ کیجئے، جیسے کھیلنا، کپڑوں سے کھیلنا وغیرہ، جیسے بادشاہوں کے سامنے چپ کھڑے رہتے ہیں ایسا ہی کھڑے رہنا، یہ

کیا مشکل ہے، غرض اس اہتمام سے نماز کا حکم ہوا، بعضوں نے قبول ہی نہ کیا، قبول نہ کرنے والوں کا سردار ابو جہل تھا "فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى" (پ ۱۹ - رکوع ۲ - سورہ قیامہ) اور ان کا ٹھکانہ ہے سقر "نَسَلْنَاكُمْ فِي سَقَرٍ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝" (پ ۱۹ - رکوع ۱ - سورہ مدثر) اور بعضوں نے قبول کیا اور نہیں کرتے "فَخَلَفَ مِنْ بَدِئِهِمْ خَلْفًا أَضَاعُوا الصَّلَاةَ" (پ ۱۶ - رکوع ۴ - سورہ مریم) ان کا ٹھکانہ غی ہے "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝" (پ ۱۶ - رکوع ۴ - سورہ مریم) یہ وہ مقام ہے کہ جس سے خود دوزخ ہر روز (۴۰) مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ بعض کبھی ادا کرتے ہیں اور کبھی نہیں کرتے وہ منافق ہیں "وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ" (پ ۲۱ - رکوع ۲۱ - سورہ نساء) ان کا ٹھکانہ ویل ہے اور بعض قبول کیے، اعتدال کے ساتھ وقتوں پر پڑھتے ہیں ان کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا ٹھکانہ فردوس ہے "أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۝" (پ ۱۸ - رکوع ۱ - سورہ مومن) ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے۔

صاحبو! غرض اعتدال سے نماز پڑھنے والوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس بارے میں آپ کو ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں، ذرا غور سے سنئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے "وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۝" مدد و صبر سے اور نماز سے اس کے ترجمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ استعانت صبر اور صلوٰۃ کے لئے ایک مشترک بات ہے، اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صبر اور صلوٰۃ کے ذریعہ استعانت حاصل کرنے کا امر کیا گیا ہے اور اصل مقصود صبر اور صلوٰۃ دونوں میں مشترک ہے۔ اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود اور کچھ ہے جس میں نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنے کا امر کیا گیا ہے اور اصل مقصود صبر اور صلوٰۃ دونوں میں مشترک ہے۔ "وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" کا ترجمہ یہ ہوا کہ صبر اور نماز سے مدد لو، یعنی سہارا ڈھونڈو اس ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود کچھ اور ہی ہے، کیوں کہ صبر اور نماز سے تو مدد حاصل کرنے کا امر کیا گیا ہے جیسے محاورہ میں کہتے ہیں کہ قلم سے مدد لو، یعنی کتابت میں اس سے مدد لو تو جو شخص جانتا ہے کہ قلم کس کام کا آلہ ہے تو وہ بغیر ذکر کتابت کے بھی اسی کو سمجھے گا،

اور جو کتابت نہیں جانتا، وہ بھی زبانِ فہمی کی وجہ سے اتنا ضرور سمجھے گا کہ مقصود کوئی اور چیز ہے جس میں قلم سے مدد لی جاتی ہے، اسی طرح اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر اور صلوات ذریعہ ہے اور مقصود دوسرا ہے، اب اس کو سمجھئے کہ وہ مقصود کیا ہے جس کے لئے ان دونوں کو آلہ بنایا گیا ہے، آیات قرآنیہ میں اگر غور کیا جائے تو یہ معین ہو جاتا ہے، آیات تو بہت ہیں مگر سب سے زیادہ صریح آیت ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) اس لئے معلوم ہوا کہ اصل مقصود عبادت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مدد حاصل کرو، صبر و صلوات کے ذریعہ سے عبادت میں جو کہ اصل مقصود ہے۔

صاحبو! عبادت میں تقویٰ اختیار کیا جاتا ہے تم خود اس بارے میں تجویز مت کرو بلکہ کسی محقق سے مشورہ کرو، کیونکہ طبیب نسخہ میں ایسا تصرف کرتا ہے جو دوسرا نہیں کر سکتا پس شیخ کامل سے رجوع کیا جائے وہ تمہاری حالت کو دیکھ کر جو درجہ تقویٰ کا تجویز کرے اس کو اختیار کرو، لیکن شیخ کے اس تصرف کو شرعی فتویٰ نہ سمجھا جائے بلکہ عارضی معالجہ سمجھا جائے کیونکہ بعض وقت کوئی عارضہ ایسا قوی ہوتا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اصل مرض کی طرف توجہ نہیں ہو سکتی اس وقت طبیب اس کی کوشش کرتا ہے کہ اول اس عارضہ کو دور کرے، اس کے بعد اصل مرض کی طرف توجہ کرتا ہے، اطباء کے روحانی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔

غرض خود اپنی رائے سے کوئی درجہ تقویٰ کا اپنے واسطے اختیار نہ کرو، بلکہ شیخ سے تجویز کرو، اسی طرح جس طرح بعض طبیب بخار کے لئے کوہن تجویز کرتے ہیں لیکن اس کی تلخی دور نہیں کرتے، اور اگر مریض تلخی کی شکایت کرے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ دوا یہی ہے کھانا ہے کھاؤ، ورنہ جاؤ، لیکن شفیق ڈاکٹر اس پر شگافی پیٹ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسکو منہ میں ڈال کر نگل جاؤ چبانا نہیں، بلا تشبیہ یہی معاملہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا ہے کہ تدبیر بھی آسان بتلائی اور اس میں جو گرانی تلخی اس کو دور کرنے کا طریقہ بھی بتلایا۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ہم عبادت اچھی طرح کریں لیکن عبادت کرنے میں نفس کی مزاحمت کی وجہ سے تنگی معلوم ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک تدبیر کے ذریعہ دور



کرتے ہیں اور وہ یہ کہ صبر اور نماز سے مدد لو۔

صاحبو سنو! عبادت میں دو چیزوں سے مدد لینے کے لئے اس لئے فرمایا کہ طاعت کی

بھی دو قسمیں ہیں۔

۱) ایک وہ ہیں جن میں کام کرنا پڑتا ہے جیسے تقویٰ کرنا، محبت الہی حاصل کرنا، اذکار

دل میں پیدا کرنا وغیرہ، یہ کرنے کے کام ہیں ان کو اعمال وجودیہ کہتے ہیں۔

۲) بعض وہ ہیں جن میں کچھ کام چھوڑنا پڑتا ہے جیسے غیبت نہ کرنا، چوری نہ کرنا، جھوٹ

نہ بولنا وغیرہ، یہ چھوڑنے کے کام ہیں۔

ان دونوں میں ایک قسم کی تنگی ہے، مثلاً نماز کا وقت آگیا تو سستی کی وجہ سے نہیں

اٹھ سکتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ طاعت وجودیہ لینے کرنے کے طاعتوں میں کچھ پابندیاں ہوتی

ہیں جس سے نفس گھبراتا ہے، کیوں کہ نفس آزادی چاہتا ہے اور یہ پابندی کچھ طاعت کے ساتھ

مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر عمل وجودی میں کچھ پابندی ہوتی ہے، مثلاً مٹھائی کھانا ایک عمل ہے

اس میں بھی ایک پابندی ہے وہ یہ کہ ہاتھ چلاؤ، مٹھائی تک ہاتھ لے جاؤ اور پھر منہ میں ڈالو

چباؤ اور ننگو۔ غرض سستی کی اصل وجہ یہ ہے کہ نفس پابندی سے گھبراتا ہے، یہ تو اعمال وجودیہ

کی تنگی کا سبب ہے۔

اور جو کام نہ کرنے کے ہیں ان میں کچھ کرنا تو نہیں پڑتا بلکہ صرف چھوڑنا ہی چھوڑنا

ہے مگر وہ اعمال وجودیہ سے بھی زیادہ شاق ہیں ان میں جو مشقت ہوتی ہے اس کی وجہ ایک

مثال کے ذریعہ سمجھئے :-

سنو صاحبو! غیبت میں کچھ کرنا تو نہیں پڑتا بلکہ کچھ ترک ہی کرنا پڑتا ہے غیبت میں

اس لئے مزہ آتا ہے کہ اس میں دوسرے کی عزت کم ہوتی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس میں

حفظ نفس ہے، کیونکہ نفس میں تکبر ہے وہ سب سے بڑا بننا چاہتا ہے۔ غرض ترک غیبت میں

خط ہے، غرض تمام محرمات کا ترک اس لئے مشکل ہے کہ حرام میں لذت ہے، چنانچہ نفس کو

ناگوار باتوں کا عادی بنایا جائے اور خواہش نفس کی مخالفت کی جائے تو حفظ نفس سخت

ہو جاتا ہے اسی لئے جو شخص مخالفت نفس کا عادی ہوگا اس کو تمام ترک آسان ہو جائیں گے

چنانچہ ان سب کی دشواری دور کرنے کے لئے صبر کی تعلیم کی گئی ہے کہ نفس کو ناگوار امور کا عادی بناؤ، نفس کی مخالفت کرو، اور اس کی خواہش کو پورا نہ کرو۔

اعمال وجودیہ اس لئے شاق ہیں کہ ان میں پابندی ہے اور یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صبر اور صلوة تو خود مشکل ہیں، پس لازم یہ تھا کہ اس سے بھی آسان تدبیر بتائی جاتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں دیگر اعمال کے اعتبار سے آسان ہیں زیادہ دشوار نہیں۔

چنانچہ نماز سے تمام طاعتوں میں کام لیا گیا ہے کہ نماز کا عادی بنا کر اس کو تمام احکام کا عادی بنانا سہیں ہو گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں تعلیم عقائد کے بعد اعمال میں سب سے پہلے نماز اور صبر کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے مسلمان زیادہ تر ان ہی دو باتوں کے مکلف تھے یعنی نماز کے اور کفار کی ایذاؤں پر صبر کے، غرض اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور صبر کی پابندی کو تمام اعمال کی ادائیگی میں بڑا دخل ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے ہم کو دو کاموں کی تعلیم دی ہے، اگر ان کو کرتے رہیں گے تو سب احکام پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔

سنو صابو! صبر اور نماز میں خاصیت ہی یہی ہے کہ ان سے تمام طاعتیں آسان ہو جاتی ہیں، کیوں کہ نماز میں جامعیت کی شان ہے یعنی جتنی طاعتیں دین میں ہے وہ اکثر نماز میں موجود ہیں۔ اس میں روزہ بھی ہے اور زکوٰۃ بھی، حج بھی اور اعتکاف بھی۔

میرے دوستو! مفرد دوا سے اگر کسی مریض کو صحت ہوتی ہو تو اگر اس کو کئی مفید دواؤں کا خمیرہ یا معجون دیا جائے تو بہت فائدہ ہوگا، ایسا ہی روزہ، فلوٹ، حج، اعتکاف، تلاوت قرآن، سبحان اللہ، پڑھنا جو نصف میزان ہے، دعا جو مخ العبادۃ ہے درود شریف، اولیاء اللہ کا ذکر جو باعث رحمت الہی ہے، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ ان میں سے ہر ایک کے کتنے فضائل ہیں ان سے ہم ناواقف نہیں، لیکن اگر کسی ایک عبادت میں یہ سب جمع ہو جائیں تو اس عبادت کی کیا فضیلت ہوگی۔

سنو صاحبو! وہ عبادت نماز ہے، ایک نسخہ مرکب ہے کہ جس میں یہ کل عبادتیں ہیں پھر طہنیہ کہ پانچ منٹ میں یہ کل عبادتیں حاصل ہو جاتی ہیں، اگر بے اطمینانی و گڑبڑ سے پڑھیں تو سکندڑوں میں پار ہے۔

**حکایت** | ایک انگریز کی ماتحتی میں ایک سررشتہ دار صاحب تھے اور ایک نائب سررشتہ دار دو دنوں مسجد میں نماز پڑھنے جاتے، نائب سررشتہ دار کو نماز میں دیر لگتی اور سررشتہ دار صاحب جلدی جلدی ٹکریں مار کر چلے آتے، ایک روز انگریز نے کہا کہ سررشتہ دار صاحب تم بہت جلد آ جاتے ہو، نائب بہت دیر میں آتا ہے یہ کیا بات ہے؟ تو سررشتہ دار صاحب نے کہا کہ حضور بات یہ ہے کہ نائب سررشتہ دار خود اپنی ذات سے نماز سیکھے ہیں، اچھی طرح نماز ان کو یاد نہیں، سو پرخ سو پرخ کر پڑھتے ہیں، اور میرے بڑوں سے نماز چلی آئی ہے مجھ کو خوب مشق ہے خوب یاد ہے، اس لئے جلد پڑھ کر چلا آتا ہوں اور نائب اٹک اٹک کر پڑھتے ہیں اس لئے ان کو دیر لگتی ہے کسی نے سن کر کہا کہ یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ پڑھنا ہے وہ سررشتہ دار صاحب گھر میں پڑھ کر آتے ہیں صرف اٹھک بیٹھک باقی رہ گئی ہے وہ یہاں ادا کرتے ہیں، اس لئے سررشتہ دار صاحب جلد فارغ ہو جاتے ہیں، بے چارے نائب کو سب یہیں پڑھنا پڑتا ہے، اس لئے دیر لگتی ہے۔

**حکایت** | ایک گاؤں میں عید کی نماز کے واسطے جھگڑا ہوا، ایک شخص نے کہا کہ میں پڑھاؤں گا، دوسرے نے کہا کہ میں پڑھاؤں گا، کچھ لوگ اس کے ساتھ ہوئے اور کچھ لوگ دوسرے کے، اور ان دونوں نے ایک ساتھ نماز شروع کر دی ان میں سے ایک کا الحمد پیلے ختم ہوا، ابھی دوسرے کا ختم نہیں ہوا تھا، تو یہ الحمد ختم کر کے ٹھہر گیا اس خیال سے کہ دوسرا جو سورہ پڑھے گا میں اس سے چھوٹا سورہ پڑھ کر نماز ختم کر دوں گا، دوسرے نے جو سورہ شروع کیا تھا اس سے چھوٹا سورہ یہ پڑھ کر رکوع میں گیا تو دوسرے امام کا ایک مقتدی بھی رکوع میں گیا تو اس کے بازو والے نے کہنی مار کر کہا اوتھ! اس کا مطلب یہ کہ ہمارا امام رکوع میں نہیں گیا ہے تو کیوں رکوع میں جاتا ہے۔ اگرچہ ہم کو اس سے ہنسی آتی ہے مگر ہم خود بھی ایسا ہی کر رہے ہیں جتنی جلدی ہے

وہ سب نماز کے لئے ہی رکھی گئی ہے۔

غرض ایسی نماز نہیں بلکہ اطمینان کی نماز بھی چند منٹوں میں ہو جاتی ہے اور کُل عبادتیں بھی اس میں آجاتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور عبادتیں نہ کریں اور عبادتیں بھی کرنا ہوگا، جیسے گل نہ رہے تو گلاب تو رہتا ہے، اسی طرح رمضان نہ رہے تو رمضان کا لطف نماز میں ہے، اس لئے کہ روزہ میں صرف تین چیزوں سے رکنا ہے:۔

۱) کھانا (۲) پینا (۳) جماع۔ نماز میں بھی ان تینوں چیزوں سے رکنا ہے، بلکہ روزہ سے بھی بڑھ کر، کیوں کہ روزہ میں بولنا ممنوع نہیں ہے لیکن نماز میں چلنے، پھرنے، سینے بولنے سب کا روزہ ہے اور دنیا کے لئے رونے سے بھی روزہ ہے۔

سنو صا جو! اس پر ایک حکایت یاد آئی:۔

**حکایت** ایک بزرگ ہمیشہ قرضدار رہتے تھے ان کا قرض لینا اللہ کے واسطے تھا بزرگوں کے پاس یہاں آیا کرتے ہیں ان کے پاس بھی مہمان آتے، اگر اس وقت ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لیتے، اس طرح یہ قرضدار ہو گئے تھے، ایک روز سارے قرضخواہ جمع ہو کر بیٹھے اور تقاضہ شروع کئے کہ ہم آپ کو بزرگ سمجھ کر قرض دیے تھے ادا کرو، تنگ ہو کر وہ بزرگ منہ ڈھانک کر پڑ رہے، اتنے میں ایک راہ کامٹھانی بیچنے والا نکلا، یہ بزرگ اس کو بلائے اور پوچھا کہ تیرے پاس کتنی مٹھانی ہے اس نے کہا، دو روپے کی، یہ بزرگ سب خرید لئے اور جو لوگ تقاضہ کو بیٹھے تھے ان کو کھلا دیئے وہ مٹھانی بیچنے والا راہ کا قیمت مانگا تو جواب دیئے کہ قیمت ہوتی تو یہ رات کیوں ہوتی لوگ اور بگڑے کہ بچے پر آپ نے ظلم کیا، اگر ہم کو پہلے سے معلوم ہوتا تو ہم نہ کھاتے، وہ لڑکا یہ دیکھ کر رونا شروع کیا کہ مجھے سیٹھ مار ڈالے گا۔

تھوڑی دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک شخص کشتی میں اتنے ہی روپے لایا جتنا کہ قرض تھا اور کاغذ میں مٹھانی کی قیمت بھی، ان بزرگ نے سب کا قرض ادا کر دیا، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگوں نے مجھ کو تنگ کیا تو میں نے اللہ سے عرض کیا کہ ان کا قرض ادا کر دیجئے، کیوں کہ میں نے آپ ہی کیلئے



قرض کیا ہے ادھر سے جواب ملا اجی ہمارے خزانے میں کچھ کمی نہیں مگر تمہارے یہاں کوئی رونے والا نہیں، یہ سن کر میں نے سوچا کہ کس کو رولاؤں، اس لئے میں نے سٹھائی والے کو رولا دیا، ادھر اس کا رونا تھا کہ ادھر سے رحمت کا جوش ہوا، اور قرض ادا ہو گیا چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

تا نگرید کو دک حلو افروش بحر بنخشائش نمی آید بہ جوش

علاوہ بچنے والے کا رط کا جب تک نہ روئے۔ (رحمت الہی کا) دریا بخشش کے واسطے جوش میں نہیں آتا ہے۔  
توصا جیو! رونا ایسی چیز ہے مگر نمازیں آخرت کے لئے اور خدا کے لئے رونا جائز ہے اور دنیا کے لئے ناجائز۔

غرض روزے میں ادھر ادھر دیکھتا تو جائز ہے، مگر نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کا بھی روزہ ہے چنانچہ نماز میں نگاہ کا بھی روزہ ہے، دیگر عبادتوں میں لوگ بات کرنے سے نہیں روکتے مثلاً آپ روزہ ہیں لوگ آپ سے باتیں بھی کرتے ہیں، بخلاف نماز کے کہ جہاں آپ نے نماز شروع کی تمام لوگ آپ سے بات کرنے سے رک جاتے ہیں تو نماز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت ہو گئی ہے

پہنچ گئے بے درد و بے رام نیت جز خلوت گاہ حق آرام نیت

کوئی خزانہ ایسا نہیں ہے جس میں درد و محنت اور رام نہ ہو۔ حق کے خلوت گاہ (یعنی تنہائی کی جگہ) کے سوا آرام نہیں ہے نماز کیا بہتر چیز ہے کہ اس کی وجہ سے خلوت بھی نصیب ہوگی اگر بادشاہ بھی چاہے تو اس وقت آپ کی خلوت میں خلل نہیں ڈال سکتا۔ غرض جب خدا کے ساتھ خلوت چاہو نماز شروع کر دو۔

صاحبو! حج کی حقیقت تعلق بالیت ہے، قلب میں بھی ظاہر میں بھی قلب میں

اس طرح کہ آپ نے استقبال قبہ کی نیت کی، ظاہرہ رخ بھی کعبہ کی طرف ہوتا ہے تو جو شخص نماز پڑھے گا اس کو برکات حج حاصل ہوں گے۔

اعتکاف گناہوں سے رکنا ہے، نماز میں تمام گناہوں سے رک جاتے ہیں اسلئے

نماز میں اعتکاف بھی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: **إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْحَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ**

وَالْمُنْكَرُ" کہ نماز بے حیائی کے کاموں سے اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اس پر شاید یہ سوال کسی کے دل میں آیا ہوگا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نمازی بھی بُرے کام کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کا فحشا اور منکر سے منع کرنا ایسا ہے جیسے یوں کہتے ہیں کہ قانون چوری، زنا، غضب، ظلم وغیرہ سے روکتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ قانون ہاتھ پکڑ کر روک دیتا ہے بلکہ معنی یہ ہوتے ہیں کہ قانون کا مقصد یہ ہے کہ غضب نہ کرو، رشوت نہ لو وغیرہ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ باپ کی عظمت بے ادبی سے روکتی ہے یعنی باپ کی عظمت کا مقصد یہ ہے کہ اس کی بے ادبی نہ کی جائے، یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ نماز کا مقصد یہ ہے فحشا سے روکنا، کیوں کہ اب وہ درباری ہو گیا ہے اور درباری بننے کے بعد اس سے ایسے اعمال کا صدور ہونا جو درباریوں کے شان کے مناسب نہ ہوں ممکن نہیں ہے کہ آج تو عبادت میں خشوع ظاہر کر رہا ہے اور کل اس کے خلاف کر رہا ہے تو نماز کی یہ بھی خاصیت ہے کہ وہ مہرمات سے روکتی ہے۔

تلاوت قرآن کے جو فضائل آئے ہیں وہ قرأت نماز میں بھی ہے اس لئے جو نماز پڑھے گا اس کو تلاوت قرآن کے فضائل بھی حاصل ہوں گے۔

اذکار و تسبیح کے فضائل بھی نماز میں حاصل ہو جاتے ہیں کیوں کہ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہتے ہیں اس لئے نماز کو اذکار کے فضائل حاصل ہو جاتے ہیں۔

سورہ فاتحہ میں اُعا بھی ہے اور آمین بھی۔۔۔ اور نماز میں درود شریف بھی ہے غرض نماز کسی برکت سے خالی نہیں، چنانچہ اولیاء اللہ کا ذکر النعت علیہم میں آجاتا ہے مَسْئُومًا جَبُورًا زَكَاةً كِي حَقِيقَتِ الْفَاقِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اللّٰهُ كِي رَاسْتِي فِي خِرِجِ كَرْنَا ہے نماز میں زکوٰۃ بھی ہے کیونکہ نماز کو ستر عورت کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کرنا ہوگا قربانی کی حقیقت فنا کر دینا ہے نماز میں نفس کی قربانی ہے، کیوں کہ ہمیں سارے خواہشات کو چھوڑ کر طرح طرح کے قیود میں مقید ہو کر نماز اپنی ارادہ کو فنا کر دیتا ہے چنانچہ بولانا روم فرماتے ہیں:-

وقت ذبح اللہ اکبر می کنی ہم چنیں در ذبح نفس کشتنی

ترجمہ - ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتا ہے تو اسی طرح (اللہ اکبر کہنے) میں نفس کو ذبح کیا جاتا ہے

غرض نماز وہ عبادت ہے کہ جس کے ادا کرنے سے تھوڑی دیر میں بہت سی عبادتیں ادا ہو جاتی ہیں، اسی واسطے دن میں نماز پانچ وقت مقرر کی گئی ہے، مگر افسوس آج کل نماز کی بالکل پرواہ نہیں رہی ہے، حالانکہ یہ اتنی بڑی چیز ہے، حضرات صحابہؓ فرماتے ہیں مَا كُنَّا نَدْرِي نَدْرِكُ شَيْئًا كَفَرًا إِلَّا سَوَّاءَ الصَّلَاةِ أَوْ مَخْوَةَ "یعنی ہم کسی کام کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے بجز نماز کے کہ اس کا چھوڑنا کفر سمجھا جاتا تھا، کیونکہ نماز ہی ایسی چیز ہے کہ یہ مسلمانوں کا قومی امتیاز ہے اس لئے اس زمانہ میں اس امتیاز کی ہر مسلمان حفاظت کرتا تھا اور جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اس پر کفر کا شبہ ہوتا تھا اور حضرات صحابہؓ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ہم ترکِ صلوٰۃ کو کفر سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تارکِ صلوٰۃ حقیقتاً کافر ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی مسلمان تارکِ صلوٰۃ نہ تھا اگر کوئی تارکِ صلوٰۃ نظر آتا تو اس پر کافر ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔

غرض نماز کی بڑی تاکید آئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ارادہ کرتا ہوں کہ ایک شخص کو مسجد میں امام بناؤں اور خود ان لوگوں کو تلاش کروں جو عشاء کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے (اگر وہ ان کو کوئی عذر بھی نہیں دے گا) پھر اپنے غلاموں کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کر کے ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں، اللہ حضور کی تو ایسی شفقت اور رحمت ہے کہ باوجود یہ کہ کفار کو بھی آگ سے جلانا آپ کو گوارا نہیں تھا جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے مگر تارکِ صلوٰۃ کے لئے آپ نے اسکا ارادہ فرمایا اس سے سمجھ لیجئے کہ جماعت کا شریعت میں کس قدر اہتمام ہے پس نماز کی پابندی کے ساتھ جماعت کی بھی پابندی کرنا چاہیے، ہاں اگر کوئی عذر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر عذر بھی آپ کا تراشا ہوا نہ ہو بلکہ شریعت کا مانا ہوا ہو۔

صاحبو! نماز کی فضیلت میں کیا بیان کروں، اس کی تاکید کے بارے میں تو آپ سن ہی چکے، اب اسکی فضیلت کے بارے میں سنئے، اس کی خاص فضیلت یہ ہے کہ

اسلام کے سارے فرائض و احکام زمین پر فرض ہوئے ہیں اور نماز، معراج مبارک کی رات میں عرش پر فرض ہوئی ہے۔

**حدیث** جب بندہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھتا ہے اور جب اللہ اکبر منہ سے نکالتا ہے تو نمازی سارے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، جب نمازی اَعُوذُ پڑھتا ہے تو نمازی کے بال بال کے بڑے نیکیاں ملتی ہیں، جب الْحَمْدُ پڑھتا ہے تو گھر بیٹھے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے، جب رکوع کرتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ" کہتا ہے تو جس قدر آسمان سے کتابیں نازل ہوئی ہیں، ان سب کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے جب "سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے، جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو سارے جن وانس کی گنتی کے موافق ثواب حاصل ہوتا ہے، جب سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" کہتا ہے تو غلام آزاد کر نیک ثواب ملتا ہے، جب التَّحِيَّاتُ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ صابرین کا ثواب دیتا ہے، جب سَلَامٌ پھیرتا ہے تو آٹھوں دروازے جنت کے اس کے لئے کھولے جاتے ہیں جس دروازہ سے چاہے جنت میں چلا جائے۔

**حدیث** جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمت الہی کی گھٹا چھا جاتی ہے، نیکیاں میخ کی طرح برسائی جاتی ہیں۔

فرشتے نمازی کے پیروں سے آسمان تک اس کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اس کی زیارت کرتے ہیں۔

ایک فرشتہ پکارتا ہے، اے بندہ نمازی اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو وَاللَّهِ قِيَامَتُكَ سَلَامٌ نہ پھیرے، نماز ہی میں مشغول رہے اور اسی حال میں مر جائے اور کبھی بس نہ کرے اور جس زمین پر نماز پڑھی جاتی ہے وہ تکرار زمین کا اپنے چاروں طرف کے زمین کے سامنے فخر کرتا ہے اور خوش ہو کر اس نعمت کا



اظہار کرتا ہے۔ ساتویں زمین تک مسجد کے نیچے والی زمین کے یہ تکرطے مقابل والے تکرطوں سے نحر کرتے چلے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں۔

جسالی ہمنشیں درمن اثر کرو

وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

جس تکرطے پر نماز پڑھی گئی وہ ایسا برکت والا ہو، شان والا ہو، تو نمازی کس قدر

تبرک اور بزرگ نہ ہوگا۔

قیامت میں جب نمازیوں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا تو سب سے اول ایک

جماعت سورج کی سی چمک کے چہرہ والے جنت میں جائیں گے تو ان سے فرشتے پوچھیں گے

کہ تم کون لوگ تھے اور کیا عمل کرتے تھے کہ جس کے معاوضہ میں تم کو یہ درجہ ملا۔ یہ لوگ

جواب میں کہیں گے کہ ہم مسلمان تھے اور نماز کے پابند تھے، ہمیشہ (۵) وقت ازاں

کے پہلے مسجد میں آجاتے تھے۔

ایک دوسری جماعت چاند کے جیسے چہرہ والے جنت میں جائیں گے، فرشتے ان سے بھی

اسی طرح پوچھیں گے تو یہ جواب دیں گے کہ ہم ازاں سنتے ہی مسجد میں پہنچتے تھے۔

اور ایک جماعت تاروں کے جیسے چہرہ والی بھی ہوگی، جب ان سے فرشتے پوچھیں گے

تو یہ جواب دیں گے کہ تکبیر کے وقت تک آکر جماعت میں شروع سے مل جاتے تھے۔

غرض نماز کے ہر رکوع کے بدلے میں ایک محل جنت میں اور ایک سجدہ کے بدلے

ایک جھلک مولا کے دیدار کی نصیب ہوگی۔

اس لئے صاحبو! نماز زیادہ پڑھا کرو۔

صاحبو! سوچنے کی بات ہے کہ ستر ہزار سال کا عابد کہ اس کو ایک وقت حکم

ہوا تھا سجدہ کرنے کا، وہ سجدہ نہ کر کے راندہ درگاہ ہوا، شیطان بنا، حالانکہ آدم علیہ السلام

قابل سجدہ نہ تھے صرف حکم خدا تھا۔

شیطان بعض وقت کہتا ہے کہ تو بہ سے کیا فائدہ، پھر گناہ ہونگے اس سے کہہ دو جب

بیماری آتی ہے تو علاج کرتے ہیں، حالانکہ معلوم ہے کہ پھر بیماری آئیگی، جیسے اس وقت علاج کر کے

تندرست ہو جاتے ہو، پھر جب دوبارہ بیماری آتی ہے پھر دوبارہ علاج کرتے ہو، مگر ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں کہ بیماری نہ ہوں، ایسا ہی اب تو گناہ سے توبہ کرو اور کوشش کرتے رہو کہ گناہ نہ ہونے پاویں، اگر گناہ ہو جائیں تو پھر توبہ کر لینا۔

صاحبو! اس لئے اب آپ نماز کی اور قرآن کے احکام کی پابندی کرو کہ ساری خرابیوں کی جڑ ان ہی چیزوں کو چھوڑنا ہے، اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی سنئے :-

ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے اپنا حال کہا کہ آنکھوں میں تیرگی ہے۔

### حکایت

طبیب نے کہا کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے، بوڑھے نے کہا میرا دم چڑھتا ہے، طبیب نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے، پھر اس نے کہا کہ مجھ کو بھوک نہیں لگتی، طبیب نے کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ غرض اس نے جو جو شکایت کی طبیب نے کہا کہ یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے، یہ سن کر بوڑھا بگڑ گیا اور غصہ میں آ کر طبیب کو دھول لگایا، اور کہا کہ تو نے کیا سارے طب میں یہی پڑھا ہے کہ بڑھاپے سے، بڑھاپے سے، تب طبیب نے کہا کہ بڑے میاں میں تمہارے ماں نے اور غصہ ہونے سے برا نہیں بانتا یہ بے موقع غصہ بھی بڑھاپے ہی سے ہے، غرض سب بیماریوں کی جڑ بڑھا پاپ ہے۔

ایسا ہی مسلمانو! آپ کے عقائد بگڑے ہوئے ہیں، چلوں کے پاس آپ نعمتیں مانگتے ہیں، پلے تو پلے، رب شیطان، بھوت کو مسلمان حاجت روا سمجھتے ہیں، یہ کیوں ہو رہا ہے، یہ قرآن چھوڑنے سے ہو رہا ہے، دیانت آپ سے چھوٹ گئی، نہ نماز ہے نہ روزہ نہ حج ہے نہ زکوٰۃ، یہ کیوں؟ قرآن چھوڑنے سے، معاملات آپ کے بالکل خراب ہیں، بیویاں کریں گے تو دھوکہ دیں گے، خریدیں گے تو بائع کو ستائیں گے، زراعت کریں گے تو زمین رکھ کر غرض جو معاملہ کریں گے خدا اور رسول کے خلاف کریں گے، یہ کیوں ہو رہا ہے یہ قرآن چھوڑنے کی وجہ سے ہے، آپ کی طرز زندگی مسلمانوں کی طرح نہیں رہی، غیر مسلموں کی وضع زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ کیوں؟ قرآن چھوڑنے سے، آپ کے اخلاق بالکل ابتر حالت میں ہیں، خلق محمدی کی بوتک نہیں لگی ہے، یہ کیوں؟ قرآن چھوڑنے سے۔ غرض تمام خرابیوں کی جڑ قرآن چھوڑنا ہے، اسی واسطے ارشاد باری ہوتا ہے :-

اَتَّبِعُوا مَا اُنزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ  
وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ ط  
ترجمہ:- اتباع کرو اس کی جو اترا تمہارے لئے  
تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا  
(پ - رکوع ۱ - سورہ اعراف) اور رفیقوں کے پیچھے۔

خدا جانے مسلمان، مسلمان کو کیا سمجھے ہوئے ہیں، قرآن کے ایک حرف پر بھی عمل نہیں، پھر مسلمان کے مسلمان۔ سچ کہو اگر ایک بادشاہ اپنے کسی غلام یا نوکر کو کسی ملک کا حاکم بنا کر بھیجے یہ وہاں جا کر حکومت کر رہے، پھر بادشاہ کا دوسرا فرمان اشد ضروری یہ پہنچا کہ ہمارے لئے اسی شہر میں ایک محل ضرور تعمیر کرو، یہ اس فرمان کو بہت عزت کے ساتھ طاقچہ میں رکھا، لیکن محل تعمیر نہ کروایا۔ اگر وہ بادشاہ وہاں آئے اور سنے کہ اس نے اس کے فرمان کو بہت عزت سے تو رکھا لیکن محل تعمیر نہ کروایا تو بتلائیے کہ وہ بادشاہ اس کو خلعت و انعام دے گا یا سزا۔ اسی طرح آپ نے خدا کے فرمان کو جو قرآن ہے اور جو اسی واسطے بھیجا گیا ہے کہ دین کا محل تعمیر کیا جائے۔ صرف عزت سے رکھا اور دین کا محل تعمیر نہیں کیا تو بتلائے خدا سے تعافی بھی آپ کو ثواب دے گا یا عذاب۔

اسے قرآن کے چھوڑنے والو! تم اور امتوں کے حالات سنئے ہوں گے، موسیٰ علیہ السلام جب توریت لے کر آئے تو اس وقت کے لوگ اس کے قبول کرنے سے رُکے تو ہم نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تو انہوں نے ایک پہاڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر سا بان کے جیسا کھڑا کر دیا اور کہا کہ اس اللہ کی کتاب کو قبول کرو، ورنہ پہاڑ گرا کر ہلاک کر دے گا، سب لوگوں نے جب دیکھا کہ قبول کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں تو قبول کیا سجدہ میں گر کر عاجزی کرنے لگے تب پہاڑ مٹ گیا، پھر جب انہوں نے آہستہ آہستہ کتاب الہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا تو وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۗ دیت - رکوع ۱ - سورہ اعراف کتاب الہی کے چھوڑنے کی شامت میں ہم نے بہت سی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا، فَجَاءَهُمْ بِأَسْبَابِنَا تَارًا وَهُمْ قَآِٰٔلُونَ ۗ پس ہمارا عذاب ان پر یکا یک آ گیا وہ رات کو بے خبر پڑے سوتے تھے یا دن کو قیلوہ کر رہے تھے یکا یک عذاب الہی نے آیا "فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ اِذْ جَاءَهُمْ بِأَسْبَابِنَا اِلَّا اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۗ پھر عذاب

آنے کے بعد بجز اس کے کہ انھوں نے اقرار کیا کہ بے شک ہم کتاب الہی چھوڑنے کی وجہ سے ظالم تھے اور اس اقرار کے سوا ان کو کچھ نہ بن پڑا، اے قرآن کے چھوڑنے والو! عبرت کی آنکھیں کھولو، ڈرو، عذاب الہی کے سینکڑوں طور ہیں، غفلت میں پڑے ہو گے اور اسی قرآن چھوڑنے کی شامت سے عذاب آیا اور آئے گا، جیسا کہ پھیلی امتوں پر آیا ہے چنانچہ قرآن میں بھی ایسا ہی ذکر ہے، اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں رات کو زلزلہ شروع ہوا ہزاروں ہلاک ہو گئے۔ بعض جگہ رات کے وقت ندی میں طوفان آیا، لوگ بے فکر سو رہے تھے بے گنتی نمارت ہو گئے، کیا یاد نہیں کہ طاعون اور وبا نے کیا کیا نہ کیا، بعض وقت ظالم بادشاہ کی وجہ سے سینکڑوں ہلاک کر دیئے گئے۔ جنگ بدر میں کفار کے مارے جانے کو خدا نے اپنا عذاب فرمایا ہے، جنگ یورپ میں کئی کروڑ مارے گئے، ہمارے پاس کا قاعدہ ہے کہ پہلے ڈھیل دی جاتی ہے، پھر معمولی چیز سے عذاب نازل کر دیتے ہیں۔

**حکایت** | نمرود نے جب ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو انکے خدانے آگ سے بچا لیا، تو حکم دیا کہ میں ابراہیمؑ کے خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں اور حکم دیا کہ ایک ایسا محل بناؤ کہ جو ممکنہ طور پر آسمان سے قریب ہو جائے تب میں سال کے عرصہ میں پانچ ہزار گز کی بلندی کا اور ایک میں عرض کا محل تیار کیا گیا، جب نمرود نے اس پر چڑھ کر آسمان کو دیکھا تو اس کو اسی طرح مزید بلند پایا جیسا کہ زمین سے تھا، دوسرے روز ایسی ہوا چلی کہ وہ مکان گر گیا جس کی وجہ سے بہت سے مخلوق ہلاک ہو گئی۔ پھر تو نمرود بہت بگڑا کہ ابراہیمؑ کے خدانے میرے محل کو گرادیا اب اس سے جنگ کرنا ضروری ہے، آٹھ گدے پالا، ایک صندوق مربع لیا، اور چار گدے اوپر اور چار نیچے باندھا، پھر ایک مروہ جانور کو ایک بچالے پر لگا کر اوپر رکھا اور گدھوں کو بھوکا رکھا، اس کے بعد صندوق میں خود اور ایک شخص کو بٹھایا، مردار کے واسطے گدھ ڈاڑھے اور کئی دن تک اوپر اڑتے رہے لیکن آسمان کو قریب نہ پایا، اس کے ساتھی نے ایک تیر چھینکا۔ حکم ہوا ہمارے در سے اس کو مایوس مت واپس کرو، اس لئے اس تیر کو کسب پروردہ کے خون میں تر کر کے واپس کیا گیا، ایسی کہ لئے نیچے کی طرف لگے گدھ کو مردار جانور



دکھائے جس کی وجہ سے وہ اترنا شروع کئے۔ غرض اسی طرح سے مہلت دی گئی جب  
وقت قریب آگیا تو ایک پھر سے عذاب دیا گیا، اسی طرح اصحاب فیل کو ابا بیل سے  
عذاب دیا گیا۔ غرض جب وہ چاہتے ہیں تو جس چیز سے چاہتے ہیں عذاب کر دیتے ہیں۔  
صاحبو! اب تک جو ہوا سو ہوا، اب بھی وقت ہے سنہلنے کا۔

مولانا مشنوی شریفین میں فرماتے ہیں کہ ایک تالاب تھا اس میں تین مچھلیاں  
تھیں، ایک روز شکاری اس تالاب پر آئے لیکن مچھلیوں کو اس کا پتہ چل  
گیا، پھر جب شکاری جال لانے کے لئے دوڑے تو اس کی بھی خبر مچھلیوں کو ہو گئی ان میں  
ایک مچھلی عقلمند تھی، اس نے کہا کہ اب مشورہ کا وقت نہیں ہے، تاہم کسی زندہ دل سے  
مشورہ کرنا چاہیے جو تجھ کو زندہ کر دے، وطن کی محبت نے میرے ساتھیوں کو کاہل اور  
احمق بنا دیا ہے، ان کا مشورہ بھی مجھ کو کاہل اور احمق بنا دے گا، یہ کہہ کر

ترجمہ: وہ سینہ کو پاؤں بنا کر  
خطرناک مقام سے دریائے نورتک چلی گئی۔  
وہ نیشن ہرن اس کے پیچھے کتا تھا۔  
دوڑتی رہی جب تک کہ جسم میں ایک گڑھی۔  
خزگو ش کی نیند کتنے کی (بیداری) سب بیکار  
چشم ترسید خوف والو کو کھانا سونا کہاں نصیب  
یہ یعنی بہت اسطرح (سیر و تماشا) دیکھے آخر کار  
اسن و عاقبت کی طرف چلے گئے۔

سینہ راپا ساخت می رفت آل فدور  
از مقام با خطر تا بحر نور  
بچو آھو کر پئے ادسگ بود  
می دو و نادر تنش یک رگ بود  
خواب خزگوش و سگ در پئے خطاست  
خواب خود در چشم ترسیدہ کجا بست  
آں چہا بسیار دید و عاقبت  
رفت آخر سوی امن و عاقبت

غرض اس کنبہ سے نکل سے نکل کر تڑپتے تڑپتے دریا میں گر گئی، گو تھوڑی تکلیف  
سہی گر جان سے بچ گئی، اتنے میں شکاری جال لے کر آگئے۔ دوسری مچھلی نیم عاقل تھی،  
وہ گھبرانی اور کہنے لگی کہ ہائے میں نے کہا عمدہ موقع کھو دیا، بہت پھمتانی بڑی حسرت و  
ندامت اٹھائی۔ اس کو سب سے بڑی حسرت یہ تھی کہ میں نے عقلمند ساتھی کو کھو دیا۔  
اس نے کہا خیر جو ہوا سو ہوا، اب بھی موقع ہے کہ کچھ تدبیر کروں، یہ کہہ کر خود کو مردہ بنا کر

پانی پر کچرے کی طرح پڑی رہی، شکاری افسوس کر کے اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیے اور ندی کی مچھلی کے پکڑنے کی فکر کرنے لگے، وہ مچھلی موقع پا کر تڑپتے تڑپتے دریا میں جا گری، مرنے کے پہلے مرنے سے بچ گئی۔ تیسری مچھلی احمق تھی اس کو کچھ نہ سوچھا پانی کے اندر خوش خوش پھر رہی تھی، دام گرا، دام میں پکڑی گئی۔ جب تو سے پریشانی جانے لگی تو کہنے لگی یہ بازی گفت کہ گرا میں بازہ من و ازہم زین محبت گردن شکن می سازم جز یہ دریائے وطن آگے زان سازم می سکن

ترجمہ :- پھر کہی کہ اگر یہ میرے معشوق گردن شکن کی صحبت سے چھٹکارا پاؤں تو میں اپنا وطن سوائے دریا کے کہیں اور نہ بناؤنگی اس جیسے مقام کے جیسا کہیں اور سکونت اختیار نہ کرونگی

ایسا ہی دنیا کے تالاب میں ہم سب ہیں، اس وقت مشورہ کا وقت نہیں ہے دنیا کی محبت نے مردہ دل بنا دیا ہے، اس لئے عقلمند وہی تھے جو اس وقت مشورہ نہ کر کے قرآن کے دریا میں جا کرے، اب دنیا کے عذاب لگاتار شروع ہو گئے ہیں، اگر نیم عاقل ہو تو اب بھی موقع ہے خود کو مردہ بناؤ، لوگ اس شکاری کی طرح تم کو اپنے سے علیحدہ کر کے پھینک دیں گے کچھ مضائقہ نہیں، تم کہتے کہتے قرآن کے دریا میں جا کر دو دوزخ کے تو سے پر تلے جانے سے بچ جاؤ گے، ورنہ یاد رکھو تیسری مچھلی کی طرح تم خوش خوش گناہوں میں رہو گے، دنیا کے عذاب الہی کا جال پڑ جائے پھر دوزخ کے تو سے پر تلے جاؤ گے اس وقت کہو گے کہ اگر اس بار چھوٹ جاؤں تو پھر دریائے قرآن میں رہوں گا، دنیا کے رسم و رواج کے اور گناہوں کے کنٹوں میں نہ رہوں گا، جب یہ آرزو کرو گے تو ملائکہ کہیں گے

اَلَمْ يَأْتِكُمْ مَذْيَرٌ ۝ (پ ۲۹ - رکوع ۱ - سورہ ملک) کیا ڈرانے والے نہیں آئے تھے، اور یہ نہیں سناے تھے کہ "فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۝ (پ ۱ - رکوع ۱ - سورہ اعراف) پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ تم ہمارے حکام پہنچائے یا نہیں، امت سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا سنا اور کیا عمل کیا۔ جب جانور دن کا حساب ہو چکے گا تو اللہ تعالیٰ آدمیوں کی طرف متوجہ ہوگا، سب سے پہلے لوح کو بلایا جائے گا، لوح کا نپتے تھر تھرانے حاضر ہوگا، ارشاد ہوگا کیا ہمارے

احکام پہنچا دیے، لوح عرض کرے گا ہاں پروردگار پہنچا دیا تھا۔ حکم ہوگا کون گواہ ہیں عرض کرے گا الہی اسرافیل گواہ ہیں حکم ہوگا بلاؤ اسرافیل گہرائے ہوئے حاضر ہوں گے حکم ہوگا کیا لوح نے ہمارے احکام تجھ کو دیے؟ اسرافیل جواب دیں گے کہ ہاں یہ سن کر لوح کہے گا شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ کو عذاب سے نجات دی۔ تب اسرافیل سے حکم ہوگا کہ تم نے ہمارے احکام کیا کئے، عرض کریں گے کہ جبرئیل کو دیا حکم ہوگا بلاؤ جبرئیل کو جبرئیل بھی ڈرتے کانپتے حاضر ہوں گے۔ کہیں گے کہ بے شک اسرافیل نے مجھ کو آپ کے احکام دیے اور میں نے انبیاء تک ان کو پہنچا دیا، تب پیغمبر حاضر کئے جائیں گے، حکم ہوگا تم نے کیا کیا، وہ کہیں گے امت کو ہم آپ کے احکام پہنچا دیے، اس وقت امت سے سوال ہوگا کہ کیا تم کتاب الہی پر عمل کئے۔ بتلائیے اس وقت کیا جواب دو گے؟ صاحبو! ابھی سے سوچ رکھو اور قرآن شریف پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں فرمائے ہیں کہ اے لوگو! تم قیامت میں پوچھے جاؤ گے۔

صاحبو! قرآن پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہم سے دنیا بھی گئی اور آخرت میں بھی ہم رسوا ہوں گے، اسکی کچھ تفصیل تو اوپر گزری، اب میں آپ کو قرآن کی تفصیلت اور اس کے دنیا اور آخرت کے لئے مسلمانوں کے حق میں رحمت ہونے کے بارے میں تفصیل سے کہنا چاہتا ہوں ذرا غور سے سنئے:-

قرآن شریف حضور کا بہت بڑا معجزہ ہے، قرآن سے عجیب و غریب راز کھلتے ہیں مثلاً دل کی آنکھ دیکھنے لگتی ہے، توحید، نبوت، معاد وغیرہ پر مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے قرآن بھناڑ ہے، جس کی وجہ سے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت ہوتی ہے، عام مسلمانوں کے لئے رحمت ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے "هَذَا بَعْثٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَتَقْدَرُ" وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" (پ۔ ۹۔ رکوع ۲۲۔ سورہ اعراف) یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تہاں رب کی طرف سے اور ہدایت و رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں)۔

چنانچہ دارمی کی حدیث میں مذکور ہے کہ قرآن پاک کی ایک آیت (۷) زمین (۷) آسمان کے (۱۲) طبق کی مخلوق سے افضل ہے، اللہ کے نزدیک بہت بہتر ہے۔

مسلمانو! خدا کی رحمت کا کچھ ٹکڑا نہ ہے کہ ایک آیت کی یہ شان ہے اور اس شان کی ہزار آیتیں تم کو دیا تو پورے قرآن کی کیا شان ہوگی، افسوس جن کے پاس ایسی رمتوں کے خزانے ہیں پھر بھی وہ دنیا میں ذلیل ہیں اور آخرت میں دوزخ میں جائیں گے۔ افسوس ہے ایسے رحمت و ہدایت کے خزانے کو ہاتھ نہیں لگا رہے ہیں، اس میں خدا کا کیا نقصان ہے، ہم خود کو برباد کر رہے ہیں۔

سنو صاجو! قرآن کے ہر حرف کے بدلے (۱۰) نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے جنت میں بڑھائے جاتے ہیں، اسی طرح قرآن کے جو ایک کروڑ ۲۰ ہزار حروف ہیں کتنی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اس کا آپ خود اندازہ کر لیجئے اور ہر نیکی احد کے پہاڑ کے برابر ہوگی، ذرا سوچو، اس سے بڑھ کر قرآن اور کس طرح خدا کی رحمت کا منظم ہو گا، کڑھوڑ یا نیکیاں تمام عمر بھی نہ کر سکیں تب بھی ایک قرآن کے ختم کرنے سے مل جاتے ہیں، پھر اگر نماز میں کھڑے ہو کر پڑھیں تو ایک حرف کے بدلے سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ خدا نے اس میں وہ روحانی لذت رکھی ہے کہ آنکھوں سے رولانا، آنسوؤں کی لڑیاں جاری کر دینا اسکی ایک ادنیٰ صفت ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے :-

وَإِذَا مَنَّكَوَمَا أَنْزَلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَيْثُ رَكَعًا ۖ لَمَّا دَعَا

(اور جب سے جو اتر رسول پر تو تو دیکھے گا ان کی آنکھیں ابلی ہیں آنسوؤں سے) یوں روحانی لذت عام کر دی گئی ہے یہ کیسی خدا کی رحمت ہے، قرآن مجید میں دین جو اعلیٰ اور یہ کی چیز ہے اس کا ذکر موجود ہے، ہی دنیا کی دولت بھی اس میں بے انتہا موجود ہے

چنانچہ ہندوستان میں ایک یا قوت رقم تھے، ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید (۸۰)

(۹۰) ہزار روپیوں کو بکتا تھا، غرض لعل و جواہر کی بھی وہ منزلت نہ ہوگی جو ان کے ہاتھ کے

لکھے ہوئے قرآن مجید کا تھی، ہندو ریاستیں تک ہزار ہا روپیہ پیشگی بیع کرانکے ہاتھ کا



لکھا ہوا قرآن مجید منگوا کر بڑی عزت سے اپنے تو شک خانہ میں رکھتے تھے۔  
مسلمانو! سوچو اس کلام کے حروف کو خوب صورت طرز پر لکھنے سے یہ  
عزت، یہ مرتبہ ملا تو جو بندہ اس کے خوب صورت معنی کو اپنے دل پر  
لکھے گا وہ دین و دنیا میں کتنی عزت پائے گا۔

## حکایت

ایک شخص کو اولاد نہ ہوتی تھی، بڑی عمر میں ایک بیٹی پیدا ہوئی تو اس نے  
مارے خوشی کے یہ قسم کھائی کہ میں اس لڑکی کے جہیز میں دو جہاں  
کی دولت دوں گا، کہنے کو تو اس نے کہہ دیا لیکن جب شادی کا وقت قریب آیا تو اس کو  
فکر ہوئی کہ میں نے یہ کیا کیا اور کہا، میری ہستی ہی کیا کہ میں دو جہاں کی دولت اپنی  
بیٹی کے جہیز میں دوں اور یہ سوچ رہا تھا کہ میں کیا دوں کہ میری قسم پوری ہو، اس پر شیشی  
میں وہ ہر ایک عالم کے پاس جاتا تھا اور دریافت کرتا تھا لیکن کوئی تشفی بخش جواب  
نہ دے سکا، وہ زمانہ حضرت امام شافعیؒ کا تھا، یہ شخص آپ کے پاس بھی حاضر ہوا اور اپنی  
ذکورہ پریشانی کا ذکر کیا، آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ تیری قسم کی تدبیر سہل ہے تو اپنی بیٹی  
کو قرآن سکھا اور رخصت کے وقت اس کے بغل میں قرآن مجید کا ایک نسخہ دیدے،  
خدا کی قسم تو نے اگر ایسا کیا تو تو نے اپنی بیٹی کے جہیز میں دو جہاں کی دولت دی، اور  
تیری قسم پوری ہو گئی۔

غرض یہ وہ کلام ہے جس کی برکت اور عظمت اور رحمت کی وجہ سے خشک پتھروں  
سے بھی میٹھا پانی بہتا ہے۔

شہر اندلس میں دو نصرانی راہب مسلمان ہوئے، کسی نے ان سے پوچھا کہ تم  
اپنے مذہب میں بڑے مضبوط تھے، تمہارے مسلمان ہونے کی کیا وجہ ہے انہوں نے کہا  
کہ ہم ایک گرجا میں تھے وہاں کا حاکم ہمارے پاس ایک غلام بھیجا جو مسلمان تھا اس کو  
قرآن کی چند آیتیں یاد تھیں وہ ہم کو قرآن کی آیتیں سناتا تھا تو ہم کو بہت مزہ آتا  
تھا اس لئے چند آیتیں ہم نے بھی یاد کر لیں۔ ان آیتوں میں یہ آیتیں بھی تھیں :-

وَسْئَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ ط (پ۔ رکوع ۵۔ سورہ نساء) (اور مانگو اللہ سے اس کا فضل)

اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ طارِیْ۔ رکوع ۶۔ سورہ مومن) تم مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا یعنی مانگنا تمہارا کام اور دینا میرا کام ہے، یہ آیتیں سن کر ہمارا دل کہتا تھا کہ کیا اچھی تعلیم ہے اور ہمارے دل میں یہ بھی تھا کہ کسی وقت اس کا امتحان بھی کریں، اتفاق سے ایک روز ہم عبادت خانہ میں کھانا کھا رہے تھے کہ یکایک ہمارے حلق میں نوالہ اٹک گیا فوراً ہم نے شراب کا پیالہ منہ کو لگایا لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا، اس وقت اتفاق سے پانی پاس نہ تھا، ہم نے دل میں کہا الہی! تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری طرف سے یہ سنا ہے میں کہ "اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" وَ سَلُّوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ اگر یہ تیرا کلام ہے تو کہیں سے ہم کو پانی دے، ہم یہ دعا کر ہی رہے تھے اچانک مکان کا ستون جو پتھر کا تھا اور سینکڑوں برس سے خشک کھڑا تھا پھٹ گیا، اس میں سے میٹھا پانی بہنے لگا یہ دیکھ کر ہم دوڑے اور چلوؤں سے پانی پینے لگے، جوں ہی نوالہ ہمارے حلق سے اتر اورو پانی بند ہو گیا یہ دیکھ کر ہم کو قرآن اور اسلام کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ہم مسلمان ہو گئے۔

غرض خدائے تعالیٰ اپنے قرآن کی برکت سے ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اپنی رحمت کے چشمے بہا رہے ہیں۔

ظاہر میں آستون سے پانی بہایا جس نے دنیا کی موت سے ان کو بچا لیا۔  
باطن میں پتھر سے زیادہ سخت دل سے ایمان اور یقین کا چشمہ بہایا جسکی وجہ سے ہمیشہ کی موت اور دوزخ کا نوالہ بننے سے بچ گئے۔ اللہ اللہ کیا قرآن کی برکت ہے اور کیا قرآن کی رحمت ہے۔

یہ وہ شافی کلام ہے کہ لا علاج امراض کو آن واحد میں دفع کر دیتا ہے۔

**حکایت** مسلمان بن عبد الملک شاہان بنی امیہ سے تھا ایک وقت عین جنگ میں وہ گھوڑے سے گرا اور بے ہوش ہو گیا وہاں قریب ایک گرجا تھا اس کو اٹھا کر اس میں لے گئے وہاں کے راہب نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا، لوگوں نے کہا اس کو ایک بیماری ہے کہ یکایک گر کر بے ہوش ہو جاتا ہے تب راہب اپنے پاس سے ایک کرتہ لایا اور کہا کہ اسکو پہناؤ، جوں ہی اس کو کرتہ پہنایا گیا تو کرتہ پہنتے ہی اس کو ہوش آ گیا، لوگوں کو سخت

تجربہ اور پوچھا کہ اس کرتے میں کیا ہے، اس نے ان لوگوں کو دکھایا تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر قرآن کی چند آیتیں مع بسم اللہ لکھی ہوئی ہیں، اس راہب نے ان سے کہا کہ ہزار ہا مخلوق اس کرتے سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔

صاحبو! اس کے پاس تو چند آیتیں تھیں اور تم مسلمانو! کیسے خوش تقدیر

ہو کہ سارا قرآن تمہارا ہے اگر تم چاہو تو جسمانی بیماریوں کا کیا ذکر،  
دل کی ساری بیماریوں کو اس پر عمل کر کے دور کر سکتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

**حدیث** میں کسی بستی پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں لیکن جب وہ دیکھتا ہو کہ وہاں

بچے قرآن مجید پڑھ رہے ہیں تو عذاب بھیجنا موقوف کر دیتا ہوں۔

اللہ اللہ قرآن کیا رحمت ہے، صہابو! اس بارے میں ایک حکایت سنو

یمن میں ایک مردہ کو دفن کیا گیا، جب لوگ واپس آئے تو قبر میں سے کسی

**حکایت** کو پٹکنے کی سخت آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کالا کتان نکلا لوگوں

میں ایک بزرگ بھی تھے، انہوں نے کتے سے پوچھا کہ تو کون ہے، کتے نے جواب دیا

کہ میں مردہ کا لڑا عمل ہوں، تب ان بزرگ نے کہا کہ یہ پٹکنے کی آواز کیا تھی، کہا

یہ مردہ قرآن بہت پڑھتا تھا، اس لئے اس کی قبر میں قرآن نے آکر مجھ کو ٹپک کر باہر

نکال دیا۔

اللہ اللہ قرآن کیا رحمت ہے، قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر کے ہر عذاب

سے بچاتا ہے، جب سب عذاب دور ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے اے میرے پڑھنے والے

سب عذابوں سے میں نے تجھ کو بچا دیا لیکن تجھ کو آرام نہیں ہے، اس لئے خدا سے

عرض کر کے تیرے آرام کا سامان بھی کرتا ہوں، پھر جا کر فرس، لباس وغیرہ ہر طرح کا

انتظام کرتا ہے، یہی نہیں صبح و شام آکر خیر بھی لیتا رہتا ہے، اس کے علاوہ قیامت کی

تپتی ہوئی آہو پ میں قرآن آکر اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کو چن چن کر نکالے گا

اور یہ کہے گا کہ دنیا میں تم میرے ساتھ رہے، اس لئے آؤ آج بنیوں اور رسولوں کے

ساتھ خدا کے سایہ میں عرش کے نیچے رہو۔

کیوں مسلمانو! قرآن کیسی رحمت کی چیز ہے، سرِ پادِ رحمت ہے، دل کی آنکھ کھولنے والا ہے لیکن صابجو! یہ سب کب ہے جز ان میں رکھ کر طاقچہ میں رکھ دو گے تو نہیں بلکہ "وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" (رکوع ۲۲-۱۶۱-۱۶۲) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان رکھو اور چپ رہو شاید تم پر رحم ہو۔

پہنا نیچے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ فرماتے ہیں کہ قرآن اس وقت رحمت ہوتا ہے کہ اگر دعا غلط کی مجلس ہو، قرآن پڑھا جا رہا ہو، اور اس کے مطالب بیان کئے جا رہے ہوں تو تم قرآن ہی کی طرف کان لگاؤ عمل کرنے کی نیت سے سنتے رہو اور خاموش رہو، یہ تو قرآن کہہ رہا ہے۔

لیکن بعض بے سمجھ قصداً باتیں کرتے رہتے ہیں تو وہ نمونہ بنتے ہیں کفار کا کیونکہ حضور کے زمانہ میں بھی قرآن ہوتا رہتا تھا، اور وہ پریشان کرنے کے لئے باتیں کرتے رہتے تھے، اسی لئے کہا جا رہا ہے کہ کان لگاؤ اور خاموش رہو، یہ کیوں کہا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" تاکہ قرآن کی برکت سے تم پر خدا کی رحمت نازل ہو،

میاں سب رحمت ایک طرف اور یہ رحمت ایک طرف، جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانو! سچ کہو جس مجلس میں بادشاہ خود شریک ہو اس مجلس کی شان کیا پوچھتے ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ بھی فرمائے ہیں کہ جس مجلس میں قرآن پڑھا جاتا ہو اور لوگ اس کے معنی کے سننے میں غرق ہو گئے ہوں تو اس مجلس میں خدا تعالیٰ خود برآمد ہو جاتا ہے، اللہ رے شان قرآن کے مجلس کی۔

مسلمانو! خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتے ہو تو قرآن کی مجلس میں بیٹھو تاکہ

۱۔ دنیا میں قرآن کے ساتھ رہو۔

۲۔ قبر میں قرآن کے ساتھ رہو۔

۳۔ اور قیامت میں پیغمبروں کے ساتھ رہو۔

اور کیا رحمت چاہتے ہو، اگر قرآن نہ پڑھنا آتا ہو تو قرآن کی مجلس میں شرکت



کرو اور خالی الفاظ سنو کیونکہ سننے والے کو بھی ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں اور اگر قرآن کی مجلس میں بیٹھنے کا موقع بھی نہ ملے تو صرف قرآن کے لفظوں کو دیکھو کیونکہ یہ بھی ثواب ہے چنانچہ قرآن - کعبۃ - ماٹ - باپٹ - اور عالم دیندار کی صورت دیکھنا بھی عبادت ہے، اگر سال بھر نہ سن سکے تو تراویح میں قرآن سنو، کیونکہ گھنٹہ دو گھنٹہ کسی طرح گزر ہی جائیں گے اور ہر حرف کے بدلے سو نیکیاں ملیں گی، لیکن بعض وقت دیکھا جاتا ہے کہ قرآن ہوتا رہتا ہے اور باتیں ہوتی رہتی ہیں اور مذاق ہوتا رہتا ہے۔

صاحبو! جس مجلس میں بادشاہ آئے کیا وہاں بھی ایسا ہی باتیں کرو گے خدا جس مجلس میں برآمد ہو وہاں بھی باتوں سے ہم کو فرصت نہیں ہوتی۔  
اللہ اللہ نماز جیسی چیز اس میں بھی حکم ہوتا ہے کہ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا** جب نماز میں قرآن پڑھا جائے اور امام پڑھ رہا ہو تو کان لگا لے رکھو اور خاموش سنتے رہو، جب نماز میں بھی قرآن پڑھتے وقت غائبی کا حکم ہے تو بتلائیے کہ دوسرے وقت یعنی غیر نماز میں کیسے باتیں کر سکتے ہیں، اگر نماز میں قرآن پڑھا جا رہا ہو اور تم کو سانی نہ دے تب بھی خاموش رہو، اسی واسطے جہری نماز کے لئے **فَاسْتَمِعُوا لَهُ** اور سری نماز کے لئے **وَأَنْصِتُوا** آیا ہے اسی لئے خطبے کے وقت بھی چونکہ قرآن یا قرآن کے مطالب بیان ہوتے رہتے ہیں، بات تو بات نماز، درود، دعائے اذان سب ممنوع ہیں۔

غرض صاحبو! جب تم قرآن کی مجلس میں جاؤ گے، پڑھو گے اور سنو گے تو قرآن تم میں پورا اثر کرے گا اور تم فرشتوں کے مشابہ ہو جاؤ گے، چلتے پھرتے کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے، خدا ہی کا دعویٰ رہے گا۔ غرض قرآن جب اپنا اثر کرے گا تو رہ رہ کر خدا یاد آئے گا، اس وقت دل میں جوش ہو گا، عشق کی آگ، بھڑکے گی اور دل چلائے گا، میاں تم کہاں ہو جی تمہارے شوق میں مڑتا ہوں تم کو کہاں ڈھونڈوں۔

**حکایت** مجنون ریت کو تختی اور انگلی کو قلم بنا کر مشقِ نامِ یعلیٰ کیا کرتا تھا، لوگوں نے پوچھا کہ دیوانے یہ کیا کرتا ہے، کہا مشقِ نامِ یعلیٰ ہی کنتم، میری محبوبہ نہ سہی نام تو ہے، اسی کو دیتا ہوں۔

پھر خیال آتا ہے ہائے میاں تم نزدیک ہو یا دور، اسی لئے حکم ہوتا ہے جو میرا ذکر کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ، ان کا جلس اور ہم نشین ہوں۔

میاں کبھی میں آپ کا نام لینے کے قابل نہیں رہتا، نہانے کی ضرورت ہوتی ہے دل میں آگ بھڑکتی رہتی ہے لیکن نہانے کی ضرورت کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ نہ آپ کا نام لوں نہ ذکر کروں، پھر یہ خیال آتا ہے کہ جینے کی خبر نہیں اور نہ زندگی کا بھروسہ ہے حکم ہوتا ہے کہ بندے کسی حال میں بھی ہم سے غافل مت رہ، ہر حال میں ہماری یاد میں ڈوبا ہوا رہے۔ کیوں کہ بندے جب میں کسی کو اپنا دوست بنا نا چاہتا ہوں اور اس پر اپنی پیاری نظر ڈالنا چاہتا ہوں تو اس کو ذکر کی توفیق دیتا ہوں، اور جب اس کو ذکر کا مزہ آنے لگتا ہے تو میں اس کو مقرب بنا تا ہوں۔ غرض ذکر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ کسی حال میں رک سکنا ہے، اس لئے تو ہر حال میں ہمارا ذکر کر، "أَذْكُرُكَ مَعِيَ نَفْسًا" یوں تو ذکر کر جس طرح تو کرے وہ ذکر ہی ہے مگر سب ذکر گھنٹہ دو گھنٹہ کر کے چھوڑ دینا مگر ہمارا ذکر چھوڑنے کی چیز نہیں ہے "اللَّهُ اللَّهُ كَادِلٍ فِي كُفْرِهِ" اپنے عجز و نیاز کا خیال رہے جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے تَضَرُّعًا اور ہماری بے نیازی کے خیال سے وَخَيْفَةً وَذُؤَانَ الْجَهَنَّمَ مِنَ الْقَوْلِ یعنی دل میں خفی ذکر کرے، "بِالْفُؤَادِ وَالْأَمَانِ" یعنی صبح و شام کرے اس کی مداومت سے تو ہمیشہ ذکر رہے گا۔

بنا اعمال کو رحمت کے قابل ؛ کیا کر ہر گھڑی ذکر الہی  
خدا تیرا ہے گر تو ہے خدا کا ؛ بھروسہ کچھ نہیں غافل قضا کا  
بہا یہ آب و گل ہے ذکرِ مولیٰ ؛ قرارِ جنان و دل ہے نامِ اللہ  
زمین و آسمان و عرش و کرسی ؛ ہوئے سر مست پی کر جہام اللہ

اگر سینے کی طاقت ہے تو ہر شے ؛ سنا دے خود تجھے پیغام اللہ  
 بہائے خون اگر تو عاشقوں کا ؛ تو ہر قطرہ سے نکلے نام اللہ  
 غرض صاحبو! سارا عالم ذکر و سجدہ کر رہا ہے مگر تیرے سے کچھ ایسا تعلق ہے کہ  
 تیرے سینکڑوں پریشانیوں سے بھرا ہوا سجدہ و ذکر ہی مطلوب ہے مقصود یہی ہے کہ  
 "وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ" یعنی کبھی تو ہماری یاد سے غافل نہ رہنا اسی کو پاس  
 انفاس کہتے ہیں کسی کی غلامی سے یہ بات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے۔  
 صاحبو! غافلوں میں ذاکر ایسا ہوتا ہے کہ جیسا سر سبز درخت خشک درختوں  
 میں، اور جہاد میں بھاگنے والوں میں وہ شخص جو کفار پر تنہا جہاد کر رہا ہو اور اپنا خون  
 پانی کی طرح بہا رہا ہو تو خدائے تعالیٰ ہمیشہ اس کو نظر رحمت سے دیکھتے ہیں یا جس طرح  
 روشن چراغ اندھیرے گھر میں ہو، اس طرح کا ذکر تجھے فرشتہ کا مشابہہ بنا دے گا۔  
 غرض صاحبو! آخرت میں تو ان ہی لوگوں کو آرام ملے گا کہ جنہوں نے دنیا میں  
 ذکر کیا ہوگا اور جن کے قلوب روشن اور مطمئن ہوں گے۔

لیکن صاحبو! دل جو آفتاب کے جیسا ہے اور جو عرش بننے کے قابل ہے وہ  
 دنیا میں سیاہ کونہ کیوں ہو گیا ہے، آخر اس کی وجہ بھی کبھی آپ سوچے۔ میاں جہاں  
 گل ہو وہاں قار بھی ہوتا ہے دل جیسی بڑی نعمت کیا وہ دشمن کے بغیر رہ سکتا ہے  
 میاں اس کے چار دشمن ہیں جو اس دل کو سیدھے راستے سے ہٹا کر خدا سے دور  
 کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

(۱) دنیا

(۲) نفس

(۳) شیاطین الانس

(۴) شیاطین الجن

یہ چاروں طرح طرح کے تعلقات میں چھنسا کر دل کو عرش نہیں بننے دیتے  
 خدا کا احسان پر احسان ہے کہ دل کو سیدھے راستے پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنے

کے لئے اس نے دو کتابیں دی ہیں :-

۱) ایک بولتی کتاب

۲) اور ایک خاموش کتاب

بولتی کتاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور خاموش کتاب قرآن مجید ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "إِنَّا هَذَا الْقُرْآنَ يَخْصِي الْقَوْمَ" یہ قرآن منزل مقصد تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے اور اس میں انسان کی سعادت و شقاوت کی جملہ باتیں مذکور ہیں۔

**حکایت** ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے یہ حدیث یاد آئی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان کی روح اس کے جسم سے ایسی نکلتی ہے جیسے نمیر میں سے بال ہیں۔ تمام عمر قرآن مجید تذبذب سے پڑھتے ہوئے ختم کیا لیکن کہیں یہ مضمون نہ پایا، میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رطب و یابس سب کتاب میں ہے، لیکن میں نے کتاب اللہ میں اس حدیث کا مضمون نہ پایا۔ حکم ہوا سورہ ہسنت میں ذرہ نڈو۔ میں نیند سے بیدار ہوا تو سورہ یوسف تدبر سے پڑھا اور اس آیت میں یہ مضمون پایا "فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْتَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ذُرِّيَّتًا"۔ (سورہ یوسف) جب جلال یوسف کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو ہاتھ کاٹ لئے اور یہ ہاتھ ٹانگے کی ان کو کچھ تکلیف نہ ہوئی۔ ایسا ہی مسلمان جب مرتے وقت رحمت کے فرشتوں کو دیکھے گا اور جنت کی نعمتیں، اس کے حور و قصور پیش نظر ہوں گے تو دنیا ان میں ایسا مشغول ہو جائے گا کہ موت کی تکلیف اس کو کچھ محسوس نہ ہوگی۔

اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی شقاوت و سعادت کی کوئی بات ایسی باقی نہ رہی جو قرآن میں نہ ہو۔

صاحبو! ابھی آپ قرآن پر عمل نہ کرنے کی تفسیل سے سن چکے اور اسکے ساتھ ہی



ساتھ یہ بھی سن چکے کہ قرآن مسلمانوں کے لئے ایک رحمت ہے کہ جسکی کچھ حد نہیں۔  
صاحبو! اب میں آپ سے ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں ذرا غور سے  
سنئے وہ یہ کہ آج کل مسلمانوں پر مصائب یکے بعد دیگرے ٹوٹے ہوئے ہار کی طرح لگاتار  
چلے آ رہے ہیں، کبھی آپ اس کی وجہ پر بھی غور کئے، سنئے:-

ایک دفعہ حضرت ذوالنون مصری نے دیکھا کہ دریا کے بیچ میں ایک پہاڑ  
ہے اور اس پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے الہی! میں دریا  
میں جزیرے میں ہوں، اکیلا ہوں اور تیرے پاس آنے سے کوئی روکنے والا بھی نہیں  
ہے جو تجھ سے اُنت پیدا کرے گا اس کو پھر وحشت نہ ہوگی، اے وہ پاک ذات  
جو شخص تیری قدرت کی نشانیوں میں غور کرے گا وہ تیرا راستہ پالے گا مخلوق کے  
سردوں پر تو نے آسمانوں کو لے ستون قائم کیا ہے، رہبر اور راستہ دکھانے والے کے بغیر،  
پانی کو تو ہی بہا لے جاتا ہے، تو ہی ہوا کو چلاتا ہے، تجھ کو کوئی روکنے والا نہیں۔  
الہی! یہ سب تیرے اکیلے خدا ہونے پر دلالت کرتے ہیں، آسمانوں کو دیکھنے سے تیری  
زبردست قدرت کا پتہ چلتا ہے اور سمندروں میں جہاز و کشتیوں کو دیکھنے سے  
تیری اعلیٰ درجہ کی کارگیری آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے، ہوا میں تیری برکات کو  
پھیلاتی ہیں اور رعد کی کڑک تیری عظمت ظاہر کرتی ہے، زمین تیری حکمت و شایستگی  
کرتی ہے، نہر، ندیاں تیری میٹھی باتوں سے بنے ہیں، درخت تیری صنعت کا نمونہ  
ہیں، آفتاب تیری نورانی ذات کا پر تو ہے۔

اے وہ عاجز انسان! اے وہ خاک کے پتلے، اے وہ نجس سنی سے پیدا  
ہونے والے، ایسے زبردست قدرت والے، ایسی عظمت و جبروت والے کے سامنے  
تیری کچھ ہستی بھی ہے، ظاہری بیماریوں کے علاوہ تیرے باطن میں بھی سینکڑوں بیماریاں  
ہیں تجھے اپنی تندرستی کا کچھ بھی خیال نہیں، کیا یہی بیماریاں نغمے ہوئے اپنی قبر میں  
جانا چاہتا ہے، کیا یہی بیچارہ دل خدا کے سامنے لے جائیگا۔

تیرے ماں باپ سے کسی گنا زیادہ چاہئے والا خدا تیری صحت کے لئے کیا کیا

انتظام فرمایا ہے تبھی اس کی کچھ بھی خبر نہیں، تبھی میں یہ چھپی ہوئی بیماریاں ہیں جو اندر ہی اندر تیرے دل کو ستیاناس کر رہی ہیں، تیری ان سب چھپی ہوئی بیماریوں کو وہ ہریان خدا نظر کر رہا ہے بلکہ ان کا علاج بھی بتلا رہا ہے، جیسے حکومت، دواخانے ڈاکٹر اور دواؤں کا خرچ اٹھا کر جگہ جگہ انتظام کرتی ہے، اس شفقت کی وجہ سے اگر عیال کی ترقی صحت پر موقوف ہے، اگر عیال کی صحت خراب ہو گئی تو ملک ترقی نہیں کرے گا۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کو بندوں پر شفقت ہے وہ چاہتے ہیں کہ بندوں کو آخرت میں ترقی ہو، لیکن آخرت کی ترقی کا دار و مدار دل کے صحت مند ہونے پر ہے، اگر دل کی صحت خراب ہو گئی تو وہ آخرت میں ترقی نہیں کر سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے عرش پر نسخہ مرتب کر کے اس کا صدر دواخانہ مدینہ منورہ میں کھولا ہے اور اس کی شاخیں تمام دنیا میں جاری کی ہیں کہ جہاں ان بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اور علاج بھی کیسا آسان ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کوئی علاج کروائے، لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ تو اس کو زہر سمجھ رہا ہے، دوا استعمال کرنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

ہائے انسان! یہ کیسی تیری غفلت ہے اگر بچے کو ڈنبل ہو جائے اور اس کو نشتر لگایا جائے، تو ماں باپ خوش ہوتے ہیں مگر بچہ ان کو دشمن سمجھتا ہے، جب نشتر زن ماں باپ سے انعام مانگے تو بچہ تعجب کرتا ہے لیکن ہر عقلمند جانتا ہے کہ یہ کام انعام کا ہے۔

صاحبو! اس کی وجہ کیا ہے کچھ آپ کو معلوم ہے سنیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ کا علم کم ہے، ماں باپ کا علم بہت بڑھا ہوا ہے، اور جو بات ماں باپ کو معلوم ہے وہ بچہ کو نہیں معلوم۔ ایسا ہی جو بات خدائے تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بندے کو نہیں معلوم۔ بچہ کی طرح بندہ جس چیز کو مصیبت سمجھتا ہے خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ وہ مصیبت نہیں بلکہ اس میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں جیسے جراح نشتر لگا کر مصیبت میں نہیں پھنساتا، اسی طرح خدائے تعالیٰ جو کچھ بندے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، وہ سب بہتر ہی ہوتا ہے مگر بندہ اس کی حکمت کو نہیں سمجھتا۔

یوں تو مصیبت کے بہت سے فائدے ہیں، ایک سرسری فائدہ یہ ہے کہ اس سے اپنی بد اعمالیوں پر ایک نصیحت ہوتی ہے۔

بڑا ظالم ہے وہ شخص کہ اس پر مصیبت آئے اور اس کو اس مصیبت سے نصیحت نہ ہو، اور جب وہ مصیبت ٹل جائے تو اس مصیبت کو بھول جائے یا دہرے گھے پھر ان ہی بد اعمالیوں میں پھنسا رہے، یہ بھی دل کی بیماری ہے جس کا ذکر آیت "عَصَا الَّذِي يَسِيرُ كَمَا فِي الْبَيْرِ وَالْبَحْرِ" (پک۔ رکوع ۳۶۔ سورہ یونس) اور ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لے لے پھرتا ہے۔ (یہیں مذکور ہے۔)

اس بیماری کی کئی قسمیں ہیں:-

(۱) بعض کو مصیبت آنے کے بعد بھی نصیحت نہیں ہوتی، مصیبت آنے کے بعد تعجب سے کہتے ہیں معلوم نہیں کہ ہم سے کیا گناہ ہوا کہ جس کا یہ نتیجہ بھگت رہے ہیں، صاحبو! کونسا وقت ہے کہ جس میں ہم سے گناہ سرزد نہیں ہوتے، پھر اس طرح کہنے کے کیا معنی؟ کہ معلوم نہیں کہ ہم سے کیا گناہ ہوا ہے؟

میاں ہم سے تو سینکڑوں گناہ ہوئے ہیں، وہ حلیم ہیں، پھچھو رہے نہیں ہیں اور فوراً سزا دیدیتے لیکن جب پیالہ بھر جاتا ہے تو چھلکنے لگتا ہے، اس لئے دیکھ کر آخر میں سزا دیتے ہیں۔

**حکایت** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک چور گرفتار کیا گیا جب مقدمہ ثابیت ہوا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا امیر المؤمنین یہ میرا پہلا قصور ہے معاف کیجئے آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا تعالیٰ کی عادت یہ نہیں ہے کہ کسی کو ایک جرم پر سوا کرے، کئی بار جرم ہونے پر یہ دہ درہی ہوتی ہے، تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ چالیس بار پہلے گناہ کر چکا تھا۔

(۲) بعضوں کو خیال تک نہیں آتا کہ گناہ کے سبب سے مصیبت آئی ہے اور جب اس کا خیال ہی نہ ہو تو وہ کیوں توبہ کرے گا۔ ہائے صاحبو! طاعون کے زمانے میں بستی اجاڑ ہو جاتی ہے لوگ جنگلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں، اور جنگل کی تکلیف

جیلے ہیں مگر ہائے وہی غفلت ہے اور وہی فسق و فجور معلوم نہیں کہ پہلو میں دل ہے یا پتھر، مصیبت آتی بھی ہے اور جاتی بھی ہے لیکن یہ خیال تک نہیں آتا کہ یہ مصیبت گناہوں کے سبب آئی ہے۔

(۳) بعض وہ ہیں کہ جو سمجھتے ہیں کہ گناہوں کے سبب سے مصیبت آئی ہے اور مصیبت کے وقت خدا ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں، مصیبت کے وقت مسجد میں وغیرہ آباد رہتی ہیں، اسی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِ ۗ وَجَدْتُمْ فِيهَا رِيحًا طَيِّبَةً ۗ وَفَرِحْتُمْ بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَصِيفٌ ۗ وَجَاءَ الصَّوْمُجُ مِنْ حَتَّىٰ مَكَانٍ وَظَنُّوْا اَنْهُمْ اَحِيْطُ بِحَيْثُ لَا رِيْحٍ ۗ (سورہ یونس) (ترجمہ - وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھر تا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں، ان پر ایک جھوکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھی چلی آتی ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ آگھرے)

وہ سمجھتے ہیں کہ برے پھنسے، لب ساحل نجات کا حاصل کرنا دشوار ہے تاہم دَعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۗ (پک - رکوع ۳ - سورہ یونس) تو اللہ کی طرف رجوع ہو کر اللہ کو فالس دل سے پکار لے ہیں، "لَيْسَ اَنْجِيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ لَنْكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ" (پک - رکوع ۳ - سورہ یونس) اللہ تو ہم کو بچالے تو ہم شکر گزار ہو جائیں گے۔ تیری عبادت کریں گے اور کبھی تیرا غلاف کر کے گناہ نہیں کریں گے۔

اس وقت ایسا خلوص خدا کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں جیسا اس لیمو نچوڑ کا خلوص تھا جس کی حکایت ذیل میں درج ہے۔

**حکایت** | ایک شخص تھا جو مسافروں میں جاتا اور تامل لیتا کہ ان میں آج موٹی چڑیا کون ہے اس کے پاس بیٹھ کر بہت خلوص ظاہر کرتا جب کھانا پاس لایا جاتا تو یہ یوں ہی بیٹھا رہتا، ایسے موقع پر آدمی شرمندہ ہوتا ہے اور تواضع کرنا ہی پڑتی ہے، اگر کسی نے جھوٹ موٹ بھی کہا کہ آئیے کھانا کھائیے تو یہ کہتے



ہیں کہ بسم اللہ حضرت میں تو بے تکلف آدمی ہوں، مجھے کیا انکار ہے، یہ کہہ کر ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتا لیکن اگر کوئی تو اضع نہ کرے تو ان کی جیب میں جو لیور ہتے تھے ایک لیور نکال کر مسافر کے سالن پر نچوڑ دیتا اور بہت خلوص سے کہتا کہ حضرت ذرا اس سے کھانا مزیدار ہوتا ہے، اب کون ہے کہ تو اضع نہ کرے، خواہ مخواہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت آپ بھی کھانا کھائیے، بس ان کی غرض حاصل ہو گئی، اس لئے ان کا نام لیور نچوڑ ہو گیا تھا، اس کی یہی عادت تھی، اچھے اچھے کھانے اڑاتا تھا۔ غرض کہ اس لیور نچوڑ کی طرح خلوص رہتا کہ جب تک مصیبت رہے اللہ بھی یاد ہے رسول بھی یاد ہے، اور جب مصیبت طلی تو ایسے آزاد گو یا خدائے تعالیٰ کے مدد حکومت سے ہی نکل گئے "فَلَمَّا أَتَجَّهْتُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ" (پاک - رکوع ۳ - سورہ یونس) اور جب ہم نے ان کو اس مصیبت سے نجات دی تو ناحق زمین میں سرکشی کرتے پھرتے ہیں، خدا کا خلاف کرتے اور گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا" (پاک - ۷۷ - سورہ انعام) یا اے انسان تو کتنا بڑا ناشکر ہے کہ جب کوئی مصیبت طل گئی تو سمجھتا ہے کہ میں امن میں ہو گیا، دریا میں بھی تھجھ کو ڈبو سکتے ہیں اور زمین میں بھی دفن کر سکتے ہیں، کیا قارون کا واقعہ یاد نہیں، غرض ایک مصیبت طل جائے تو کیا دوسری مصیبت میں مبتلا نہیں کر سکتے ہر طرح تم ہمارے قبضہ و قدرت میں ہو، پھر کس طرح بیچ سکتے ہو، جو مصیبت تم سے طل گئی ہے کیا اس کو دوبارہ ہم نہیں لا سکتے۔ غرض دریا، خشکی سب ہمارے پاس برابر ہیں۔

**حکایت** | ایک شخص نے ایک ملاح سے دریافت کیا کہ تمہارے والد کہاں انتقال ہوا، اس نے کہا کہ دریا میں ڈوب مرے، پھر اس نے سوال کیا اور دادا، تب اس نے کہا وہ بھی دریا میں ڈوب مرے، اس نے کہا پھر بھی تم دریا ہی میں رہتے ہو اور نہیں ڈرتے، یہ سن کر ملاح نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال کہاں ہوا، کہا گھر میں، پھر ملاح نے پوچھا تمہارے دادا، کہنے لگا گھر میں، پھر ملاح نے کہا گھر ہی میں رہتے ہو، اور ڈرتے نہیں۔

غرض خدائے تعالیٰ کی قدرت ہر جگہ موجود ہے بلکہ دریا میں تو بہت تدابیر پختہ کی ممکن ہیں لیکن اگر خشکی میں آنت آئے تو اس سے پینے کی کوئی تدبیر نہیں، مثلاً دو ریل گاڑیوں میں تصادم ہو تو پینے کی کوئی صورت نہیں، اس کے برخلاف اگر جہاز ڈوبنے لگے تو اس کو غرق ہونے میں بہت دیر لگتی ہے، اکثر جہاز کنارے کے قریب ہوتا ہے اس لئے وہاں مدد مل سکتی ہے، ویسے بھی کبھی تختے پر تیرتے تیرتے جان بچ جاتی ہے، غرض اگر کوئی سمندر میں خدائے ڈرے اور خشکی پر نہ ڈرے تو وہ کس قدر نادان ہے۔

غرض صاحبو! کسی وقت خود کو خدا کے قبضہ سے نکلا ہوا مت سمجھو، اس لئے سب گناہوں کو چھوڑ دو، یوں بھی سو پینے کی بات ہے کہ گناہوں کی وجہ سے مصیبت آتی ہے یعنی اس گناہگار سے خدا ناراض ہیں اور یہ ناراضی سب گناہوں سے ہوتی ہے اگر کسی وقت ایک مصیبت سے بچ گئے تو کیا ہوا دوسری مصیبت میں مبتلا کر سکتا ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو نمرود کو ایک پتھر سے پریشان کر دیا کہ جب سر پر چوٹ پڑتی ہیں آتا تھا، وہ پتھر اب بھی ہیں اور خدا تعالیٰ کو اب بھی وہی قدرت حاصل ہے دیکھو کہاں نمرود اور کہاں پتھر، لیکن خدا تعالیٰ نے دکھلایا کہ ہمارا ایک معمولی سپاہی بھی کافی ہے، ایک چیونٹی جو نہایت چھوٹی اور معمولی مخلوق ہے اگر خدائے تعالیٰ چاہیں تو اسی سے ہلاک کر سکتے ہیں لیکن جب خدا حفاظت کرنا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

**حکایت** ایک بادشاہ کے ناک پر بار بار کھئی آ کر بیٹھتی تھی بادشاہ نے تنگ آ کر کہا کہ کھئی کو کیوں پیدا کیا گیا ہوگا۔ وزیر نے کہا کہ متکبروں کا تکبر توڑنے کے لئے۔

غرض صاحبو! ذرا سنبھل کر خدا کا خلافت کرنا، کیوں کہ ہم کو تو ایک کھئی کا مقابلہ کرنے، اور اس سے پینے کی طاقت بھی نہیں ہے، اگر پینے کی کوئی صورت ہے تو یہی ہے کہ ہم خدا کی طرف رجوع ہو جائیں۔

**حکایت** افلاطون نے کسی پیغمبر سے پوچھا کہ تیر مارنے والے سے کس طرح بچ سکتے

ہیں تو انھوں نے کہا کہ تیر مارنے والے کے ہی پناہ میں آجائیں، کیوں کہ تیر و در والے کو مارا جاتا ہے، نزدیک والے کو نہیں مارا کرتے۔ خدا کے شکروں سے بچنا چاہتے ہو تو خدا کا قرب حاصل کرو۔

خلاصہ ساری تقریر کا یہ ہے کہ حیب کوئی مصیبت آئے تو فوراً توبہ کیا کرو اور

اس توبہ پر قائم رہو۔

غم جو یعنی زود استغفار کن (ترجمہ غم یعنی مصیبت) جو دیکھے تو توبہ سے جلد استغفار کر۔  
غم بامرغبالق آمد کار کن غم یعنی مصیبت، اللہ کے حکم سے آئی ہے اسلئے تو کام کر یعنی استغفار کر۔

اس لئے خدائے تعالیٰ کو راضی کرو اور پھر خدا کو ناراض مت کرو، کوئی غنا

گناہ ہے ہی نہیں، اس لئے سب گناہ چھوڑ دو۔ کیوں کہ نہ معلوم جس گناہ کی وجہ

سے ہم یہ سمجھتے ہوں کہ مصیبت آئی ہے حالانکہ وہ مصیبت کسی دوسرے گناہ کی وجہ

سے آئی ہو یا کسی ایک گناہ سے مصیبت آئی بھی ہو تو کیا ضرور ہے کہ آئندہ بھی

اسی گناہ سے مصیبت آئے، ممکن ہے کہ دوسرے گناہ کرنے کی وجہ سے مصیبت

آئے اس لئے سب گناہ چھوڑ دو، غرض جب مصیبت آتی ہے تو خدائے تعالیٰ کی

طرف رجوع کرتے ہو اور حیب مصیبت مل جاتی ہے تو پھر وہی خدا کی نافرمانی اور

سرکشی اسلئے آیت "يَا أَيُّهَا النَّاسُ ذُرِّئُوا نَجَسًا" (سورہ بقرہ ۲۲) میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (ماں

نیان سے ہے) ارے وہ بھولے ہوئے کچھ یاد بھی ہے تو کیا تھا۔ ارے انسان تو

نیامنیسا تھا، تیرا کہیں چر جانہ تھا اور نہ کہیں تیرا ذکر، لیکن تیرے کچھ کے خمیر

کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا، سب کو لفظ کن کہہ بنا یا اور تجھ کو اسے انسان

میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا، پھر تجھ کو نطفہ بنایا، کیوں؟ اس لئے کہ تو اپنی اصلیت

نہ بھولے پھر دم (خون)، پھر علقہ، پھر مضغہ، پھر عظام (ہڈیاں)، پھر لحم، پھر

عروق (رگیں)، پھر علود، پھر اعصاب، پھر عینین، پھر طفل، پھر شاباب (جوان)

پھر کہن (ادھیڑ پن)، پھر شیخ (بوڑھا)۔ غرض ان تمام حالتوں میں ہمارے تجھ پر

بے گنتی احسانات ہوتے رہے۔ چنانچہ ہماری نعمتوں کا وجہ سے ہی تو چھوٹے سے

بڑا ہوا تو بے سمجھ تھا ہم نے تجھ کو سمجھ دی تو ناتوان تھا ہم نے تجھ کو قوت عطا کی تو ذلیل تھا ہم نے تجھ کو عزت دی۔ غرض تجھ کو کیا کیا نہ دیا، لیکن تو سب کچھ بھول گیا۔ ارجوئے ہے انسان تجھ کو یاد دلانے کے لئے میں نے تجھ پر مصیبتیں ڈالی ہیں لیکن جب تو مصیبتوں میں تلملتا ہے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں، جب تو روتا ہے تو تیرے رونے کی وجہ سے حاملان عرش کے دل ہل جاتے ہیں۔ غرض تو ایک وقت پکارتا ہے تو میں اس وقت لبیک کہتا ہوں اور تیری مصیبتوں اور آفتوں کو دور کر دیتا ہوں، لیکن جب از سر مصیبت دور ہوئی کہ پھر تو ہم سے منہ موڑا ہوا انجان پھر تا ہے اور پھر وہی نافرمانی ہے اور سرکشی۔ "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" اچھی وہ ہم سے منہ موڑے ہوئے لوگو "إِنَّمَا ابْتِغَيْتُمْ" عَلَيَّ أَنْفُسِكُمْ" (پہلے - رکوع ۳ - سورہ یونس) تمہاری یہ سرکشی تمہارے لئے وبال جان ہو گئی، اس میں خدا کا کیا نقصان ہے تم خود اپنا نقصان آپ کر رہے ہو، سوچ کہو کھلی والا جب کھچتا ہے تو اسے بہت لذت ملتی ہے، اگر کوئی منع کرے تو منع کرنے والے کی نصیحت بڑی معلوم ہوتی ہے، لیکن ادھر کھچانے سے ہاتھ رہا کہ وہ جلیں ہوتی ہے کہ ہوش ٹھکانے نہیں رہتے، اب بتلائیے کہ کس کا نقصان؟ اس نے خود اپنا نقصان آپ کر لیا۔ اسی طرح نافرمانی کرنے والے کو فی الوقت لذت ملتی ہے، لیکن سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو بھی کڑوی چیزیں لذت ملتی ہے، لیکن کوئی عقلمند بھی اس لذت کو نفع دینے والی چیز نہیں سمجھتا، اسی ہی اسے انسان تجھ کو دنیا کے سانپوں نے ڈس لیا ہے۔ اس لئے نافرمانی و سرکشی جو کڑوے اور زہر قاتل ہیں تجھ کو شیریں معلوم ہو رہے ہیں، اور خالی تان بعد ای بو تر یاق اور شیریں چیز ہے بد مزہ معلوم ہو رہی ہے، ادھر سانپ کا زہر اترا، ادھر حقیقت تجھ پر کھلی، ایسا ہی جب ادھر کا عالم تجھ پر کھلے گا تو اس وقت ہر چیز تجھ کو اپنی اصلی حالت پر نظر آئے گی اس وقت افسوس ہوگا کہ ہائے کس سے محبت کرنا تھا اور ہم نے کس سے محبت کی۔ ہائے ہم کیا سمجھے تھے اور کیا نکلا۔

**حکایت** | ایک بادشاہ نے اپنے لڑکے کی شادی کی، رات کو لڑکا دلہن



کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن چونکہ شراب پیا ہوا تھا اس دھن میں اور دلہن کے خیال میں باہر نکل گیا اور راستہ بھول کر ایک گھر میں پہنچا، وہاں دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور لوگ سو رہے ہیں، اس نے خیال کیا کہ شاید سب نیند میں ہیں ایک عورت کو دیکھا کہ دو شالہ تانے سو رہی ہے، سمجھا کہ یہی میری دلہن ہے اور اس کی گود میں سو گیا، جب دو شالہ ہٹایا تو خوشبو آنے لگی اور اس سے جماع بھی کیا دن طلوع ہونے کے بعد جب نشہ اتر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ جس کو وہ دلہن کا مجرہ سمجھا تھا وہ تو پارسیوں کا قبرستان ہے۔ جس کو شادی میں آئے ہوئے مہمان سمجھا تھا وہ سب مردے تھے اور جس کو دلہن سمجھا تھا وہ ایک بوڑھی عورت کا مردہ تھا جو مال میں وفات پائی تھی جس کی نجاست سے اس کا تمام جسم بھی نجس ہو گیا۔ ابھی وہ اس حال میں تھا کہ بادشاہ، وزیر اور امراء کے ہمراہ اسکو ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچ گیا، اور اس حال میں اس کو دیکھ لیا، اس شہزادہ کی اس وقت کی رسوائی، اندامت اور پیشانی کو کیا پوچھتے ہو وہ تو یہی چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

اسی طرح صاحبو! مرنے کے بعد جب ہر چیز اپنی اصلی حالت پر نظر آئے گی جو فضیحت، رسوائی، اندامت اور پیشانی ہوگی اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا اور حسرت علیحدہ ہوگی۔

اس لئے صاحبو! غور کرو کہ اس میں بہار انقصان ہے یا خدا کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِنَّمَا يَفِيكُمُ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ لَا يَدْرِي**۔ رکوع ۳۔ سورہ یونس (پھر یہ نافرمانیاں سانیپا بچھو، آگ بن کر آخرت میں جو عذاب دیں گے وہ علیحدہ ہوگا اور دنیا میں بھی یہ نافرمانیاں طرح طرح کے امراض طاعون وغیرہ اور آپس کی نا اتفاقی کی شکل میں عذاب جان بن جاتی ہیں، بتلایے اس میں خدا کا کیا نقصان ہے، تمہارا ہی نقصان ہے اس لئے فرمایا: **إِنَّمَا يَفِيكُمُ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ**۔ رکوع ۳۔ سورہ یونس)۔

یہ تو مرض کی تشخیص تھی اب اس کا علاج یہ ہے کہ دنیا کی حقیقت جو اس وقت کھلے گی ابھی سے کھول دی جائے، اصلی گھر بتا دیا جائے اور دونوں کا فرق بتلا دیا جائے تاکہ مصیبت کو نہ بھولے اور ہمیشہ خدا ہی کی طرف لو لگی رہے اور اسکی اطاعت ہوتی رہے۔

سنو سا جو! ایک تو یہ گھر ہے جس کو دنیا کہتے ہیں اور ایک وہ گھر ہے جس کو آخرت کہتے ہیں۔ اگر تم نے خدا کی بات نہ سنی اور مصیبتوں کو یاد نہ رکھا تو "مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) یہ دنیا پر تنے کی بے حقیقت چیز ہے، اس سے نفع اٹھالو جب تک نفع اٹھانا ہے کیوں کہ "ثُمَّ اَلَيْسَا مَرْجِعُكُمْ" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) پھر ہمارے ہی طرف واپس آنا ہے وہاں پر پردہ اٹھ جائے گا اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر دکھائی دے گی۔ "فَنَسَبْكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) کچھ تم نے کیا ہے بھلی بڑی اس کی خبر ہو جائے گی، جس دنیا سے تم دل لگائے ہو وہ ہو اس کی ذرا حقیقت تو سنو! "كُنَّ آءِ آتَدْنٰهُ مِنْ السَّمَآءِ" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) دنیا کی زندگی اور اس کی بے ثباتی کی ایسی مثال ہے کہ بارش کا پانی آسمان سے برسا "فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِنْ مِّثَآءِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) جس سے گھاس اور اناج اگتا ہے حتیٰ اِذَا آخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازْبَيَّتْ" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) اس کی سبزی دلکش معلوم ہوتی ہے، زمین نے اپنے پھل پھول نکالے، درخت پر سبز و شاداب ہیں کھیت تیار ہو گئے ہیں باغ شاداب ہیں "وَوَظَنَّا لَهَا لَآءًا فَهِيَ اَنْهَارٌ قَدِرُونَ عَلَيْهَا" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) کھیت والا خوش ہوتا ہے کہ اب وہ اس سے نفع حاصل کرے گا۔ "اِنَّهَا اَمْرٌ نَّالِيْلًا وَنَهَارًا" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) ایک ایک اس پر حکم الہی آگیا، اولے پڑے یا کوئی اور مصیبت آجائے کہ سارا کھیت صاف ہو گیا۔ "فَجَمَلْنَا مَا حَصِيْدًا" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) سارا کھیت برباد ہو گیا۔ "كَانَ لَمْ اَوْفَنَ بِالْاَمْسِ" (پک - ۳۷ - سورہ یونس) گویا یہاں کس کچھ تھا وہی نہیں۔ اگر کوئی مصیبت نہ بھی آتی تو وہ پانی مثل باپ کے ہے اور زمین مثل

مادر کے ہے، دونوں کے ملنے سے نباتات پیدا ہوئے ہیں، یہ نباتات لہلہاتے اور بہا رہے ہوتے ہیں۔ پھر فنا کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں، زرد پڑ گئے اور آخر میں گرہ پڑے، اور ہوا میں ذرہ ذرہ ہو کر اڑنے لگے اور پاؤں سے روندے گئے، خاک سے نکلے تھے، پھر خاک میں جا ملے، اسی طرح بچہ منی کے پانی سے عورت کے رحم میں پیدا ہوتا ہے، باہر آ کر جو ان رعنا بنتا ہے، دنیا کی چیزیں بڑی بڑی امید پر سمیٹتا پھرتا ہے، یا تو کوئی آفت سے مرمتا ہے یا انسان پر آثار پیری نمودار ہوتے ہیں جو وہ آثار فنا ہی ہیں، یکا یک اجل کا پیغام آتا ہے، پھر دنیا سے ایسا بنا پیدا ہو جاتا ہے کہ گویا کبھی یہاں آیا ہی نہ تھا، خاک میں جا ملتا ہے اس کی زندگی اور عیش و اسباب کا کہیں پتہ بھی نہیں ملتا۔ ہری گھاس کی عمر ہی چند ایام کی ہوتی ہے، اسی طرح انسان کی عمر بھی چند برس، پھر گھاس کی طرح روند اچاتا ہے، کہیں ہڈی پڑی ہے تو کہیں سر کی کھوپڑی، کہیں پیر ہے تو کہیں ماتھ، پھر اس کی خاک ہو کر ذرہ ہو کر اڑتا پھرتا ہے، اس کے مرنے پر اس کے عزیزوں کے دل پر داغ رہ جاتے ہیں، ہائے اس بے ثبات عمر پر یہ سرکش اور نافرمانی کیسی؟

ہائے او غافل انسان! تیری ہستی یہ ہے، اور دنیا کی حقیقت یہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی، اب بھی اگر تجھ پر دنیا کی حقیقت نہ کھلی اور تو آخرت کے دن دنیا کی حالت کھلنے کا انتظار کرے تو تجھ پر افسوس ہے۔

صاحبو! دنیا کی مثال پانی سے دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی بہت ٹھہرنے سے متغیر ہو جاتا ہے، ایسا ہی مال روکنے سے مذموم کہلاتا ہے۔  
سطر (بارش) بقدر حاجت نافع ہوتا ہے، جب جدِ اعتدال سے بڑھ جائے تو ضرر دیتا ہے، اسی طرح دنیا بقدر ضرورت نافع ہے اور اس سے مقاصد دین و دنیا حاصل ہوتے ہیں، لیکن جب قدر حاجت سے زائد ہو تو سببِ ارتکابِ معاصی کا اور ذریعہ فخر کا بنتا ہے۔

تبارش جب پھولوں کے پوزوں میں پہنچتی ہے تو لطافت بڑھاتی ہے لیکن جب

کانٹوں کے درختوں میں پہنچتی ہے تو اور تیزی بڑھاتی ہے، اسی طرح مال دنیا مصلح میں صلاح بڑھاتا ہے۔ چنانچہ کتابوں میں "لعمد مال الصالح للرجل الصالح" وارد ہے اور مفسد کا مال ترقی فساد کا سبب بنتا ہے۔

بارش کا پانی جب زمین پر گرتا ہے تو ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ اطراف و جوانب میں جاری ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی مال دنیا ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ ہر روز دوسرے کے ہاتھ میں جاتا ہے، کسی سے وفا نہیں کرتا، اور کہیں باقی نہیں رہتا۔

پانی کا اثر عام ہے، اسی طرح دنیا سے ہر انسان کو کم و بیش تعلق ضرور ہے۔ پانی وہ درودہ ہو تو جب تک کہ اس کا رنگ و بو اور مزہ نہ بدلے متغیر نہیں ہوتا اسی طرح خواہ دنیا کسی کے پاس کتنی ہی ہو جب تک اس کا مزہ حرام سے، رنگ، شہت سے اور بو، تکبر سے متغیر نہ ہونا پاک نہیں ہوتا۔ جس طرح نباتات موسم گرما کے بعد بارش ہوتے ہی زمین سے نکل پڑتے ہیں، اسی طرح قیامت میں پانی برے گاجکو ماء الحیات

کہتے ہیں، اس سے تمام مخلوق نباتات کی طرح زمین سے یکبارگی نکل پڑے گی اور وہ

حیات ابدی ہوگی اور وہاں نیکی بدی کا ثمرہ ملے گا، کیا عمدہ مثال ہے انسان کے ابتدا

سے امتحان تک کہ اس بارے میں ان کے حالات کا آنکھوں کے سامنے مشاہدہ کرادیا، اس لئے

فرمایا "كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" (پ۔ رکو ع۔ ۳۶۔ سورہ یونس)

(ترجمہ: ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں)

میرے دوستو سنو۔ اگر چند بچے جمع ہو کر باؤ کا گھرتیار کریں، پتے اور تہولی بطور

سامان جمع کر لیں اور چند درخت کی ڈالیاں توڑ کر مکان کے صحن میں لگا کر خانہ باغ

بنالیں اور اپنے اس مکان پر اتر رہے ہوں تو کوئی بھی اس کو ہوشیاری کی بات

قرار نہ دے گا۔ دوسری طرف اس مکان کے سامنے ایک شاہی نخل ہے جس میں

فرش اور سامان بادشاہوں کے شایان شان رکھا ہوا ہے اور اس محل کے

صحن میں اعلیٰ درجہ کا باغ لگا ہوا ہے، نخل کے دروازے پر خود بادشاہ کھڑا

ہوا ہے، اتفاق سے آپ کا گذر اس طرف ہوا، ادھر بچے آپ کو گھروندے کی



طرف بلا تے ہیں اور ادھر بادشاہ اپنے محل کی طرف - تو صاحبو سچ کہو آپ کہاں جائیں گے، آپ یہی فرمائیں گے کہ بچو تمہارا گھر بھی کوئی گھر ہے، ایک دو لمختوں میں مٹ جاتا ہے پھر یہاں تم رہو گے نہ یہ تمہارا مکان، اس لئے اگر میں بادشاہ کی بات نہ سنوں اور اس کے محل میں نہ جاؤں تو مجھ سے بڑھ کر کوئی دیوانہ نہ ہوگا اسلئے جہاں تک ہو سکے بادشاہ کے محل میں جانے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اسی طرح دنیا اور دنیا کا ساز و سامان بچوں کا گھر زندہ ہے اور جنت اور اس کی نعمتیں شاہی محل ہیں۔ شیاطین الانس والجن دنیا کے گھر زندہ سے خود بھی کھیل رہے ہیں اور آپ کو بھی کھیلنے کے لئے بلارہے ہیں، اور جنت کی طرف خدا کے تعالے بلارہے "وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ" (پ۔ رکوع ۳ - سورہ بقرہ) اللہ تعالے بلارہے جنت کی طرف اور فرما رہے میرے بندے کو تو مجھ سے بے پرواہ اور غافل ہے مگر مجھے تیرا ہی خیال ہے، میرے بندے شاید تیری نظر غلطی کر رہی ہے کہ جس کی وجہ سے تو نے دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھا، ہائے مجھے پھلی قوموں کی بھی مثال دی گئی پھر بھی تو نہ سمجھا۔

جس دنیا کے لئے تو بے سدہ ہے، اے انسان کیا اس کی اصلی حالت کی بھی تجھ کو خبر ہے، اریے سن دنیا کیا ہے "اَوَلَمْ نَكْنُ اَسْمَاءُ" اس دنیا کا آغاز رونے سے ہوتا ہے کیا تجھے یاد نہیں کہ پیدا ہوتے ہی تیرا سب سے پہلا کام رونا تھا، دیکھی جب آنکھوں سے دنیا کی فنا؛ دیکھتے ہی خود بخود گریاں ہوا ہے یہ گر یہ اس کو اپنی جان پر؛ سب ہیں اس رونے سے اسکے بے خبر یعنی اس مدت میں یہ تھوڑی سی راہ؛ قطع کی ہے میں نے مر مر کے، الہ نوہینے کھایا ہے خون جگر؛ طے کیا کس کس مصیبت سے سفر وسعت دنیا تو ہے بے انتہا؛ قطع کیونکر ہوگی اے میرے الہ

کس طرح طے ہوگی یہ راہ دراز

مجھ خیف خستہ سے اے بے نیاز

اس لئے کہ "أَوْسَطُهَا الْعِنَاءُ" اس دنیا کی زندگی شروع تو رونے سے ہوتی ہے اور اس دنیا کی درمیانی حالت طرح طرح کی مشقتوں اور مصیبتوں سے گھری ہوئی ہے۔

"وَأَخْرَجَهَا الْفَنَاءُ" پھر اس دنیا کے آخر فنا ہے۔

**حکایت** ایک دفعہ ایک بادشاہ نے بہت ہی خوبصورت محل تعمیر کیا کسی طرح کا

اس میں عیب نہ تھا، عمدہ عمدہ کھانے اس میں پکتے تھے عام لوگ آ کر کھاتے اور واپس جاتے تھے، دروازہ پر پہرہ بیٹھا ہوا تھا جو باہر آتا اس سے شہابی حکم کی بنا پر پوچھا جاتا کہ اس محل میں کیا کچھ عیب ہے، اس مکان میں کوئی عیب ہی نہ تھا تو کوئی کیا کہتا، بادشاہ لوگوں سے اس محل کی تعریف سن کر بہت خوش ہوتا تھا۔ ایک روز ایک شخص کبیل پوش آیا اور کہا ہاں اس مکان میں دو عیب ہیں، پہرہ والوں نے اس شخص کو روک لیا۔ بادشاہ کو خبر دی گئی، بادشاہ نے اس شخص کو فوراً بلایا اور کہا کہ میں تو سمجھا تھا کہ اس محل میں ایک بھی عیب نہیں ہے اور تم کہتے ہو کہ اس میں دو عیب ہیں۔ کہو کہ وہ کیا ہیں، انھوں نے کہا کہ پہلا عیب یہ ہے کہ آخر ایک روز یہ محل ویران ہو جائے گا، اور دوسرا عیب یہ ہے کہ اس محل کا بنانے والا مر جائے گا۔ یہ ایسے دو عیب ہیں کہ جنھوں نے اس محل کی ساری خوبیوں کو بے کار کر دیا ہے، تب بادشاہ نے پوچھا کہ کیا ایسا بھی کوئی گھر ہے کہ جو نہ تو ویران ہو، اور نہ ہی اس کا بنانے والا مر جائے تو انھوں نے کہا ہاں جنت ایسا گھر ہے جو کبھی ویران نہ ہوگا اور اس کا بنانے والا تو کیا اس میں رہنے والا بھی کبھی نہیں مرے گا، بادشاہ پر اس کا بہت اچھا اثر ہوا، اور ان کی اس نصیحت سے وہ دین دار بن گیا اور کہا ہائے اس دنیا کی زندگی کی آخری گھڑی فنا کی گھڑی ہے جو عجیب حسرت کی گھڑی ہے۔

**حکایت** حضرت دانیال علیہ السلام کا گذر ایک روز ایک لوقا ووق جنگل میں ہوا، وہاں آپ کو ایک گنبد سنگ مرمر کا بنا ہوا نظر آیا آپ

اس محل کے اندر گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کروڑ ہا روپیوں کی مالیت کے زر و جواہر اور لاکھوں روپیوں کی تیاری سے وہ مکان آراستہ کیا گیا ہے مگر اس میں کہیں انسان کا پتہ نہ تھا، آپ آگے بڑھے تو ایک شاہی شہ نشین پر نظر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے بیچ میں جواہرات کا ایک تخت ہے اور اس پر ایک طویل القامت شخص کی لاش پڑی ہوئی ہے اس لاش کے نیچے ریشمی قالین پڑے ہوئے ہیں، لاش بھی صحیح رسالم نہیں ہے بلکہ ہڈیوں کا ایک لائیا سا ڈھانچہ ہے اس ڈھانچہ کے پہلو میں ایک قیمتی تلوار ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ میں تو م عاد کا آخری بادشاہ ہوں (۵۰۰ برس میں نے بادشاہت کی ہے، سینکڑوں بادشاہ میرے تابع تھے، میری راجہ) ہویاں تھیں، ان سے (۴۰۰ بیٹے پیدا ہوئے تھے، ہر ایک ان میں کا فوج کا کرنل تھا۔ کبھی میرے سر میں درد تک نہ ہوا، جب میری یہ حالت ہوئی تو آپے سے باہر ہو گیا اور خدا کی نافرمانی دل کھول کر کرنے لگا، خدا کی طرف سے ایک پیغمبر میرے پاس آئے اور مجھے بہت سمجھائے اور ڈرایا لیکن میرے سر میں تو غرور بھرا ہوا تھا انکی نصیحت بھلا کیا اثر کرتی اور اٹھے میں ان پر غصہ ہو کر ملک سے باہر نکال دیا، ان کا ملک سے باہر جانا ہی تھا کہ تمام باغات و کھیتیاں برباد ہو گئیں، رعایا ہلاک ہو گئی، لستی اجاڑ ہو گئی، سارا غلہ جل گیا، صرف میں اکیلا رہ گیا ہوں، کئی دن کے فاقہ کے بعد اب جان نکل رہی ہے، اس حالت میں میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اے دنیا میں رہنے والو! دنیا چار دن کی چاندنی ہے، اس لئے اس دنیا کے دھوکہ میں نہ آنا اور اس دنیا پر عاشق ہو کر خدا کو بھول نہ جانا، اور دیکھنا کہ یہ دنیا شائد ہی کسی کو میرے برابر ملی ہوگی۔ آج اس دنیا سے کوچ کر رہا ہوں، اور ایک ایک دانہ کو محتاج ہوں تم سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اس دنیا پر دھوکہ کھا کر خدا کو بھول نہ جانا، خدا کے پیغمبروں کی بات سنا اور اطاعت کرنا، غرض یہ کہا اور مر گیا۔

اے ساکنین دنیا، دنیا میں گھر نہ جانا، اللہ یاد رکھنا، تربت کا آشیانا ہے چاروں کی رونق آخر ہے پھر لوق و دوق، سینہ ہے جس سے بس شق مت پوچھو یہ سنانا

دل میں رکھو یہ کھٹکا 'آخر برا ہے اس کا' کھانا نہ اس کا دھوکہ اس کے زہل میں آنا  
 اونچا ہو کوئی کتنا دکھلائے گی یہ نیچا پڑ اس کا یہی ہے شیوہ اس کو نہ منہ لگانا  
 دنیا آخیر تیرا 'اچھا نہیں ہے اصلا  
 افسوس تجھ پہ قہبیا مرتا ہے کیوں زمانا

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے یہ دنیا ہے جس کا اول روزنا بیچ میں مٹتا  
 اور آخر میں فنا ہے تو اسی طرح غلطی کر رہا ہے جس طرح بچے گھر دندوں پر فریفتہ ہیں  
 ایسا ہی تو فانی دنیا پر مبتلا ہے لیکن میں تجھے جس جنت کی طرف بلا رہا ہوں اس کی  
 اول عطا ہے "أَوَّلُ لُحْمًا أَلْعَطَاءُ" اور "أَوَّلُ سَطْحًا أَلرِّفَاءُ" اس کا درمیانی حصہ  
 رضامندی ہے۔ چنانچہ جنتی جنت میں جانے کے بعد فدائے تعالیٰ فرمائے گا سب  
 نعمتیں تو ہیں لیکن اب میں تجھے ایک ایسی نعمت دیتا ہوں کہ جس کو کبھی سلب نہ کر دے گا  
 وہ میری رضامندی ہے، تم سے راضی ہوتا ہوں، اس لئے تم سے کبھی ناراض نہیں ہوگا  
 "أَخِرُّهَا أَللِّقَاءُ" اس جنت کی آخری نعمت دیدارِ الہی ہے، جب جنتی جنت میں  
 جائیں گے تو ارشاد ہوگا کہ ہم آج تم سے راضی ہو گئے، کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گے اس  
 وقت جنتیوں کو ایسی خوشی ہوگی کہ ایسی خوشی کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ تب خطاب ہوگا  
 اے جنتیو! تم سے ایک اور وعدہ باقی ہے، بندے عرض کریں گے الہی! اب اور کیا  
 باقی ہے، کیوں کہ حساب کی تکلیف، میدانِ قیامت کی سختی، اور دوزخ کی آگ سے  
 تو نے ہم کو نجات دی، اور جنت میں داخل کیا اور وہاں وہ وہ نعمتیں سرفراز کیا کہ جنتکو  
 نہ آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ کانوں نے سنا، اس کے بعد اور کیا عطا باقی ہے  
 حکم ہوگا حجاب اٹھاتے ہیں اور اپنا جمال جہاں آرا دکھاتے ہیں۔ اللہ کے دیدار میں  
 وہ مزہ آئے گا کہ جنت کی کسی نعمت میں وہ مزہ نہ ہوگا۔

غرض یہ جو جنت ہے اس کے اول عطاء، اوسط رضاع اور آخر دیدارِ الہی  
 ہے، اسی واسطے جنت کو "دَارُ السَّلَامِ" کہتے ہیں، کیوں کہ دنیا تو فنا کا گھر ہے اور  
 جنت سلامتی کا۔ دنیا، حسد، کینہ، بغض، عداوت سارے عیبوں کا گھر ہے اور



جنت ان سب عیبوں سے سلامت رہنے کا مقام سینہ و ہاں صاف رہے گا، البتہ دنیا میں دل مکدر رہے گا، اور جنت قلب سلیم کی جگہ ہے، دنیا ہچکچاہٹ کی جگہ ہے تو آخرت جنت، ریدار اور سلام الہی کی، اس طرح جنت کو دار السلام کہتے ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ اسی دار السلام کی طرف بلاتا ہے اگر کوئی نہ سنے تو مصائب بھیج کر دنیا سے دل اُداس کر کے بلاتا ہے۔

صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر ہمارے ہی غم میں بسر کی ہے لیکن افسوس ہے کہ ہم اب بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے، فلاح یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ پر لاڈ ہے تو ہمارے گناہوں کی اطلاع ہمارے سوا اور بہت سی مخلوق کو بھی دی گئی ہے اور دیگر مخلوق کو اطلاع دینے کی خبر ہم کو دیدی گئی ہے تاکہ ہم شرما میں مگر ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ اس پر بھی ہم کو شرم نہیں آتی، ایسے اللہ تعالیٰ نے (نامہ اعمال وغیرہ لکھنے میں) فرشتوں کا واسطہ رکھا ہے ورنہ واسطے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ بھی ایک تدبیر ہے بندوں کو عبرت دلا کر گناہوں سے روکنے کی کہ دیکھ بندے تیرے گناہوں کی اطلاع فرشتوں کو ہو رہی ہے۔

صاحبو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کا وقت قریب آیا تو آخری بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی۔

(۱) اپنے تابعدار، باندی، غلام کا ہر طرح خیال رکھو اور ان کو ایذا مت دو۔  
(۲) نماز کی حفاظت کرو۔

غرض عرش پر ذکر تھا تو نماز کا تھا، آخر وقت حضور کو نماز ہی کی فکر تھی، اس سے زیادہ نماز کی اور کیا فضیلت ہوگی۔ اس لئے صاحبو! نیکیاں کرو، نماز پڑھا کرو اور گناہوں سے باز آ جاؤ۔

سو صاحبو! اب میں ذکر کرنے اور نماز پڑھنے کی رغبت ایک نئے انداز سے دلاتا ہوں ذرا غور سے سنئے:-

**حکایت** | ایک زمانہ میں ایک شہر میں یہ دستور تھا کہ جب وہاں کے بادشاہ

کی لڑکی جوان ہوتی تو تمام شہر میں ڈنکا پیٹا جاتا کہ سب لوگ فلاں میدان میں جمع ہو جائیں، شہزادی اپنا خاوند پسند کرے گی، سب لوگ جمع ہونے کے بعد بادشاہ اور ملکہ شہزادی کے ہاتھ میں ایک ہار دیتے کہ جس کو وہ پسند کرے اس کو یہ ہار پہنا دے، اس بادشاہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا جو اگر چہ کہ محتاج تھا لیکن بہنایت خوبصورت تھا شہزادی اس پر عاشق بھی تھی۔ اعلان کے بعد جب تمام امراء، رؤساء اور نامور لوگ میدان میں جمع ہوئے تو شہزادی اس ملک کے دستور کے مطابق اس مجمع میں ایک چکر لگائی لیکن وہاں اس نوجوان کو نہ پا کر ہار پہنا لے بغیر واپس ہو گئی، اس سے سب لوگوں کو تعجب ہوا، دوسرے دن پھر مجمع ہوا، اس دن بھی وہ نوجوان نہ آیا، اس دن بھی شہزادی نے کسی کو پسند نہ کیا، لوگوں نے خیال کیا کہ شاید شہزادی شادی کرنا ہی نہیں چاہتی، تیسرے دن پھر سب امراء جمع ہوئے، اس دن اس غریب نوجوان کے دل میں آیا کہ مجھ غریب کو کون پوچھے گا، چلو تماشہ دیکھنے کی نیت سے اس مجمع میں شریک ہو جاؤں۔ غرض اس خیال سے وہ شخص آیا اور دور بیٹھ گیا، شہزادی آج بھی چاروں طرف نظر دوڑائی، اتنے میں اس کی نظر اس غریب نوجوان پر پڑی، فوراً اس کے پاس آئی اور اس کو ہار پہنا دیا، سب امراء شرمندہ ہو کر واپس ہو گئے۔

ایسا ہی خدائے تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا کہ ہم خلافت کے لئے انتخاب کریں گے ساری کائنات جمع ہوئی۔ ہر ایک کو دعویٰ تھا کہ میں مستحق خلافت ہوں، آفتاب لگ چاند لگ، آسمان ادھر، زمین ادھر۔ پانی، درخت، پہاڑ غرض ہر ایک کا خیال تھا کہ خلافت اسی کو ملے گی۔ امانت کا ہار اسی کو پہنایا جائے گا۔ انسان، مفلس نوجوان کی طرح دور بیٹھا ہوا، عاجزی سے سر جھکایا ہوا تھا، تمام عالم میں کسی کو امانت کا ہار پہنایا نہ گیا، انسان عاجز کو امانت کا ہار پہنایا گیا۔ خلافت کے لئے چن لیا گیا۔

صاحبو! غور کرو اگر وہ نالائق محتاج نوجوان شہزادی کا خلاف کرے، اس کو ایذا دے تو وہ کیا کہے گی، وہ کہے گی ارے ظالم! تو نے میری کچھ تہ نہ کی، اتنے امیروں میں سے میں نے تجھ کو منتخب کیا، اور تو میرے ساتھ یہ بیوفائی کر رہا ہے

ایسا ہی ارے وہ ناشکرے انسان ” وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ  
 دیت۔ رکوع ۱۱۔ سورہ انعام ) تو نے خدا کی کچھ قدر نہ کی، ساری کائنات میں سے  
 میں نے تجھ کو چنا اور تو میرا ہی خلاف کرتا رہتا ہے۔

غرض جیب شاہزادی نے اس غریب آدمی کو ہار پہنایا، تو تمام امراء نے شور  
 مچایا کہ ہم کو چھوڑ کر ایک محتاج کو کیوں منتخب کیا، شہزادی نے کہا کہ اگر میں نے اسکو سونے  
 کا ہار پہنایا ہے تو اس نے بھی تو مجھ کو محبت کا ہار پیش کیا ہے، اگر وہ محتاج ہے تو کیا ہوا  
 میں تو غنی ہوں، دولت مند ہوں جب چاہوں اس کو امیر بنا دوں گی۔

ایسا ہی فرشتے آسمان، زمین، دریا، چاند، سورج، پہاڑ وغیرہ نے غلی مچایا  
 اور عرض کیا کہ مجھ کو چھوڑ کر انسان کو کیوں چن لیا گیا، اس کے پاس کیا ہے ہم تو تیری سبح  
 و تقدیس کرتے ہیں۔ ندا ہوئی اگر میں نے امانت کا ہار اس کو پہنایا ہے تو اس انسان نے  
 بھی مجھ کو محبت کا ہار پیش کیا ہے۔

درِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو  
 درِ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر و بیاں

اگر انسان محتاج ہے تو کیا ہوا، میں تو غنی ہوں، تم اگر امیر ہو تو اس کو جن جن چیزوں  
 کی ضرورت ہے دے کر امیر الامراء بنا دوں گا۔ تم مخلوقات ہو تو اس کو اشراف المخلوقات  
 بنا دوں گا جیسے شہزادی نے اس کو اپنے پاس رہنے کے قابل بنانے کے لئے خلعت دیا،  
 یہ دیا وہ دیا تاکہ وہ اور امیروں سے بڑھ جائے اور اس شان کا بن جائے کہ کوئی امیر  
 اس کی شان و رفعت کو نہ پہنچ سکے۔

ایسا ہی خدا کے تعالیٰ نے فرمایا اے میرے چنے ہوئے اور پسند کئے ہوئے انسان  
 جن جن چیزوں کی تجھ کو ضرورت ہے وہ سب دیتا ہوں تو کوشش اس کی کر کہ میرا مقرب  
 بننے کے قابل بنے، اور تیری وہ شان ہو جو کسی اور مخلوق کی نہ ہو، انسان نے عرض کیا  
 الہی! کیا کروں جو تیرے لائق بنوں۔

حکم ہوا سب اطاعت کرتے ہیں تو عبادت کر۔

اس کا فرق یہ ہے کہ اطاعت میں مثل ذکر کے صرف خاص خاص کام کرنا پڑتا ہے لیکن عبادت میں مثل غلام کے کام کر کے اس کا کوئی خاص کام مقرر نہیں ہوتا ان کی عبادت بے نمک محبت ہے اور تیری عبادت ایسی ہو جیسے کوئی عاشق اپنے معشوق کی خدمت و ملی محبت سے کرتا ہے، غرض اسی طرح جوش محبت سے تیری عبادت ہوا کرے ان کی عبادت بے معرفت ہے لیکن تیری عبادت اور نماز وغیرہ میری معرفت کے ساتھ ہوا کرے معرفت کو یوں حاصل کر کہ ساری کائنات دیکھ کر میرا پتہ لگائے۔

رگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ترجمہ (عارف) ہوشیار کی نظر میں جھاڑوں کے ہرے پتے

ہر ورقے دفتریت معرفت کردگار

(اور) ہر پتہ اللہ تعالیٰ کے معرفت یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے دفتر کے دفتر ہیں۔

اس دنیا کے ظلمت کہہ میں جو ظلمت ہے کہ کچھ تمیز نہیں ہو رہا ہے کہ کیا ہو رہا ہے اس لئے ہماری معرفت حاصل کرنے کے لئے اس اندھیرے میں عقل کا چراغ دیتے ہیں چنانچہ عقل کے ذریعہ ہمارا پتہ لگائے، صرف عقل کچھ نہیں کر سکتی اس لئے جو اس دیتے ہیں۔ آنکھ قدرت کی نیزنگیاں دکھائے گی۔ کان خدا کی قدرت کے عجائبات سنائیں گے زبان کا ذائقہ خدا کی قدرت کا کرشمہ بتائے گی۔ ایسا ہی دیگر جو اس مثلاً ناک وغیرہ قدرت کا کرشمہ بتائیں گے، عقل کی روشنی میں ان ساری قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر تو خود چلا اٹھے گا۔

چرخ کو کب سلیقہ ہے ستم گاری میں

کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

ان جو اس کے لئے کسی ڈھانچہ کی ضرورت تھی جس میں یہ جو اس بطور زکینہ جڑے

رہیں اس لئے تجھ کو تن جسم دیتے ہیں، اول دشمن درندہ وغیرہ سے جسم کی حفاظت

کے لئے غصہ دیتے ہیں، جسم کی بقا کے لئے شہوتِ طعام وغیرہ دیتے ہیں، غرض جسم

کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ دیتے ہیں تاکہ تو جلد کو شش کر کے معرفت



حاصل کرے اور میرے پاس رہنے کے قابل بن جائے تو پھر میں تجھ کو ساری کائنات کو دکھا کر کہوں گا کہ یہ وہی محتاج انسان ہے جو آج تم سب سے بڑھ گیا اور اشرف المخلوقات ہو گیا ہے۔ غرض جسم کی جو ضرورتیں ہیں وہ سب دیتا ہوں۔ بطور مثال کے ایک روٹی ہی کو لے لیجئے جو تیرے سامنے رکھی جاتی ہے اور تو جانور کی طرح کھا لیتا ہے کبھی تو نے یہ بھی سوچا کہ اس کے لئے کیا کیا انتظام کرنا پڑتا ہے، تب کہیں یہ روٹی تیرے سامنے آکر رکھی جاتی ہے، یہ روٹی جس اناج سے پکائی گئی ہے، اگر گھر میں دھرا رہتا تو چند روز میں ختم ہو جاتا، تو پھر کیا کھاتا، اس لئے زمین بنایا۔ عالی زمین سے اناج نہیں اگتا، ہوا کی ضرورت ہے، اسی طرح اگر ہل نہ چلایا جائے تو اناج نہیں اگتا۔ غرض ہل کے ذریعہ زمین کو کھلی کر کے اس کے اندر ہوا بھری جاتی ہے اس لئے ہوا پیدا کیا۔ اسی طرح بغیر پانی کے کچھ نہیں اگ سکتا، اس لئے پانی پیدا کیا، باؤلی اور نہر میں پانی جاری کیا، تیری روٹی کے لئے ابر میں پانی بھر کر کہاں سے کہاں اٹھا کر لایا، اس کے لانے کے لئے فرشتے بنائے گئے۔ صرف گرمی یا صرف سردی اناج کے لئے مضر تھی اس لئے خریف، ربیع وغیرہ چار موسم بنایا، زمین کی اصلاح کے لئے بیل پیدا کیا، بیلوں کے واسطے گھاس اگایا، ہل کے لئے لوہا، لکڑی اور پتھر پیدا کیا اس کام کے لئے لوہار، بڑھئی بنایا۔ کھیت کرنے کا شوق دے کر طبقہ کسان پیدا کیا۔ اناج پکنے کے لئے آفتاب پیدا کیا، اناج میں دودھ بھرنے کے لئے پاند بنایا، ہر ایک تارے سے ایک ایک تیرا کام لیا، چاند تاروں کے لئے آسمان بنایا، پھر اناج سے بھوسہ اگ کر دایا پھر لپوایا، پیسنے کے لئے پتھر بنایا، پھر خمیر کر کے اٹھا گو دھا اسکے پکانے کے لئے آگ بنی۔

غرض ساری مخلوق تیری غلامی کر رہی ہے، تب کہیں تجھے ایک روٹی ملتی ہے۔

ایر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند

(ترجمہ) ایر، ہوا، چاند، سورج، آسمان (اللہ تعالیٰ ان کے لئے جو کام مقرر کیا ہے)

اس کام میں ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہیں)۔

تا تو نانا نے بکھٹ آری ویہ غفلت بخوری

(ترجمہ) تب کہیں تو ایک روٹی حاصل کرتا ہے اور کھاتا ہے اور غفلت میں رہتا ہے۔

(یعنی تیرا یہ حال ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل رہتا ہے)

ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار

(ترجمہ) (کائنات عالم کا ہر ذرہ) تیرے لئے سرگشتہ یعنی حیران دہے قرار ہے  
لیکن تیرا فرماں بردار ہے۔

شرط انصاف بنا شد کہ تو فرماں نہ بری

(ترجمہ) یہ انصاف کی بات نہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار نہ رہے۔

(اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل نہ کرے)۔

ارے او کبھی ماریے انسان! اگر کوئی دوست تجھ کو کوئی میوہ بھیجے تو کیا اس کے

کھاتے وقت دل میں اس دوست کا خیال نہ آئے گا، ذرا انصاف سے سچ بتا، خدا کا دیا

ہوا کھانا ہر وقت تیرے سامنے آتا ہے کسی دن بھی کھانا کھاتے وقت خدا کے تعالیٰ

کو یاد کرتا ہے، سارا کھانا کھا جائیں گے لیکن کسی لقمہ پر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ہائے

یہ نعمت مجھ کو دینے کے لئے اپنی ساری مخلوق کو میرا غلام بنایا، اور یہ سب میرے

کام میں مصروف ہیں، تب کہیں یہ چیز مجھ کو ملی، وہ محتاج نوجوان بادشاہ کا داماد

بننے سے سب امراء، اس کے غلام بن گئے تھے، اسی طرح تو خدا کا پسندیدہ ہونے سے

سب مخلوق تیری خدمت کر رہی ہے، کبھی تو غور کیا کہ کیا تو بھی کسی مخلوق کی خدمت

کرتا ہے، معلوم ہوا نہیں کرتا ہے، وہ داماد بھی کسی کی خدمت نہیں کیا، سب اس کی

خدمت کرتے تھے، اگر وہ محتاج نوجوان شہزادی کی دی ہوئی چیز کو شہزادی ہی کی

مخالفت میں صرف کرے تو آپ کیا کہیں گے اور خود شہزادی بھی کیا کہے گی، آپ بھی

ملامت کریں گے اور شہزادی بھی کہے گی کہ ہائے تو نے میری کچھ قدر نہ کی، اسی طرح جتنی

چیزیں مثلاً یہ ہاتھ، پاؤں اور اعضاء وغیرہ آپ کو دیئے گئے ہیں تو وہ معرفت الہی

حاصل کرنے کے لئے ہیں لیکن آپ ان سب چیزوں کو خدا کی مخالفت میں صرف کر رہے

ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ" (آیت - ع - ۱۱ - انعام)  
 ساری کائنات سے فائق ہونے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ معرفت حاصل کرتے، تمام مخلوق  
 کی عبادت بے نیک محبت ہے اور انسان کی عبادت جوش محبت سے ہے اور اس  
 کو حاصل کرنے کے لئے کثرت سے ذکر ہو، ہمیشہ یادِ الہی میں رہے، کثرت سے نماز  
 پڑھی جائے، اس سے ایک نہ ایک دن محبت پیدا ہو ہی جائے گی۔

جس طرح کثرت ذکر، محبت پیدا کرتا ہے، اسی طرح دل میں محبت پیدا ہونے  
 کی خبر بھی دیتا ہے، دیکھئے جب دنیا میں کسی عورت سے محبت ہو جاتی ہے تو ہر بات  
 میں اسی کی یاد لگی رہتی ہے، وہی دھن بندھی رہتی ہے۔

**حکایت** | ایک بخیل نے اپنے کسی دوست کو ایک مرغی دی تھی، جب کبھی  
 کسی بات کا تذکرہ آتا تو اس کو وہ مرغی یاد آتی، کہتا فلاں بات  
 اس دن ہوئی تھی جب میں نے تم کو وہ مرغی دی تھی۔ اسی طرح کہتا بچہ اس دن  
 پیدا ہوا جس دن میں نے تم کو مرغی دی تھی، وہ فلاں شخص اس دن مرا تھا، جب  
 میں نے تم کو مرغی دی تھی۔ ہر واقعہ کا پتہ بتانے کے لئے وہ مرغی کا ذکر ضرور کرتا۔  
 آخر وہ دوست تنگ آکر ایک مرغی خرید کر دیدیا اور کہا بھائی اب تو اس مرغی کا  
 ذکر چھوڑ دے۔

اسی طرح جس کا خیال بندھ جاتا ہے تو وہی رنگ چڑھ جاتا ہے اور ہر وقت  
 وہی چیز یاد آتی رہتی ہے، ایسا ہی خدا اور رسول کو بہت یاد کرنے سے ان سے  
 محبت ہو جاتی ہے اور محبت ہونے سے ہر وقت یاد آتے رہتے ہیں، شادی وغیرہ میں  
 نجومی سے پوچھتے ہو کہ کونسی ساعت منحوس ہے، آپ یہ محنت کیوں اٹھاتے ہیں۔  
 منوصا جمو! میں بتاتا ہوں کہ کون سی ساعت منحوس ہے، سنو وہی  
 ساعت منحوس ہے کہ جب آپ خدا سے غافل رہے ہوں۔

**حکایت** | ایک دفعہ ایک شکاری اپنی ایک کم سن لڑکی کو لئے تالا لاپ گیا،  
 تاکہ مچھلی کا شکار کرے، باپ مچھلی پکڑ پکڑ کر لڑکی کو دیتا جاتا اور

لڑکی ادھر باپ سے لیتی اور ادھر پانی میں چھوڑتی جاتی۔ شکاری کو اس کی خبر ہی نہیں ہے، جب شکار سے فارغ ہو کر اوپر آیا تو دیکھا کہ ایک بھی مچھلی نہیں ہے، تب بیٹی سے پوچھا کہ وہ مچھلیاں کیا کئے، لڑکی نے کہا کہ میں تم سے ہی سنی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مچھلی اسی وقت شکار ہوتی ہے کہ جب وہ خدا کی یاد اور اس کے ذکر سے غفلت کرتی ہے تو باوجود چیز یاد الٰہی سے غافل ہو، اس کو ہم کیا کھاتے، کہیں اس کے اثر سے ہم بھی غافل نہ ہو جائیں اس لئے میں نے چھوڑ دیا۔

چونکہ آپ کو نماز اور ذکر کر کے تمام مخلوق سے سبقت لے جانا ہے، اس لئے نماز اور ذکر میں بے حد آسانیاں رکھی گئی ہیں، دنیا میں جو بڑے بڑے حکام ہیں پہلے تو ان سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، اگر کبھی ملا بھی تو قانساماں، اردلی، چیرا سی کی ضرورت ہے، خدائے تعالیٰ سے تو کوئی بڑا بادشاہ نہیں ہے مگر یہ دربار ایسا کھلا ہوا ہے کہ نہ قانساماں کی ضرورت ہے نہ اردلی نہ چیرا سی کی "ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ" (آیت - رکوع ۶۷ - سورہ مومن) تم مجھے پکارو، میں خود تمہاری سنتا ہوں، "فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ" (آیت - رکوع ۱۸ - سورہ بقرہ) تم مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد کرتا ہوں، چھوٹے چھوٹے حکام کے پاس حضور سرکار کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا، انگریزی میں ہی ہدایتیں دیتے ہیں، عرضی لیتے ہیں، لیکن ہمارے پاس ارے تو جس زبان کا ہے اس میں کہہ، ہم تیری سنتے ہیں، ہم کو حضور سرکار کی ضرورت نہیں تو کہ میرے اللہ! میں کہتا ہوں کیا ہے میرے بندے یا حکام دنیا کو دیکھئے اگر کبھی بات کرنے کی اجازت مل بھی جاتی ہے تو بڑے آداب و القاب کے ساتھ بات کرنا پڑتا ہے اگر خدا کے پاس بھی ایسا ہی ہوتا تو بتلائیے کہ ہم اس کے لائق القاب کہاں سے لاتے اس کی بے انتہا رحمت کو دیکھو، صرف نام لینے کی اجازت دیتے ہیں، القاب کی ضرورت نہیں، بادشاہوں کے دربار میں اگر کوئی حاضر ہو کر بات کرنا چاہے تو پاک و صاف ہو، بدبو نہ آتی ہو، ورنہ نکال دیا جائے گا، لباس صاف ستھرا ہو، اگر یہاں بھی ایسی ہی شرط ہوتی، تمام دریاؤں کا پانی نہاتے تب بھی



اس کا نام لینے کے لائق نہ ہوتے ہ

ہزار باریشویم دہن ز مشک و گلاب  
ترجمہ۔ اپنے منہ کو ہزار بار تیبہ بھی مشک ملے ہوئے گلاب سے دعو میں  
ہمنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

ترجمہ۔ تیبہ بھی اس کا نام مبارک لینا انتہائی بے ادبی ہے

مگر اس رحمت کو تو دیکھو بندے تو جس حال میں ہو، پاک، ناپاک، وضوء،  
بے وضوء ہمارا نام لے، ہم کو پکار، حاکموں کے پاس کچھ عرض کرتے ہیں تو ادب سے  
بیٹھ کر عرض کرتے ہیں، یہاں حکم ہوتا ہے "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا  
وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ" (پ۔ رکوع ۱۵۔ سورہ نساء) کھڑے بیٹھے، لیٹے ہر حال میں ہم کو یاد کرو  
کم سے کم اتنا ہی کہہ دیتے کہ اگر تجھ سے گناہ سرزد ہو تو ہمارا نام نہ لینا تو پھر بھی نام  
لینا نصیب ہی نہ ہوتا۔ اس لئے حکم دیتے ہیں بندے لے ہمارا نام لے، یہ نام لینا  
ہی تجھ کو ایک دن گناہ ترک کروادے گا۔

**حکایت** | ایک ناپاک شخص کا دریا پر گزر ہوا، دریائے کہا آجا میں تجھ کو  
پاک کر دوں، اس نے کہا میں ناپاک ہوں، تیرے پاس آنے  
سے شرم آتی ہے، دریائے کہا یاد رکھ تو اسی وقت پاک ہو گا کہ جب تو میرے  
پاس آئے گا۔ ورنہ اگر تو دور دور پھرتا رہے گا تو ناپاک ہی رہے گا۔ ایسی ہی  
حالت میں آجا۔ ایک موج اٹھے گی اور تجھ کو پاک کر دے گی۔ ایسا ہی اگر تم گناہ  
میں ڈوبے ہوئے ہو تو کچھ پرواہ نہیں، اس کے ذکر و طاعت اور نماز میں لگے  
رہو، ایک رحمت کی موج اٹھے گی اور تم کو پاک صاف گناہوں سے کر دے گی۔  
میرے بندے تو اس بات کا انتظار مت کر کہ میرے ذکر کا میری دعا کرنے کا  
نماز پڑھنے کا، خدا جواب کیوں نہیں دیتا۔ ارے یہ بھی ہماری رحمت ہے،  
موسئی علیہ السلام کا کیا حال ہوا۔ پہاڑ کی کیا گت بنی، تیری بھی وہی حالت ہوئی  
تو ہمارے کلام کو کس طرح برداشت کرتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسے

وحی کے وقت اونٹوں، کھڑا ہوا بیٹھ جاتا، چہرہ مبارک پسینہ پسینہ ہو جاتا اور اس طرف کا ہوش نہ رہتا، اگر کسی کا معشوق یہ کہے کہ تم عرض حال کرو، ہم پر وہ کہے کہ مجھے سے سنتے ہیں تو عاشق اس کو بھی ایک دولت سمجھے گا کہ میری ایسی کہاں قسمت تھی کہ میں کہتا رہوں اور وہ سنتے رہیں، رور و کر اپنا حال بیان کرے گا اور اس کو وہی لطف آئے گا جو سامنے بیٹھ کر سنانے سے آتا ہے ایسا ہی تم بھی نسا زپرہ کرنا اور وہ سن رہے ہیں۔

صاحبو! کہیں ایسی اجازت اور اتنی رحمت بھی دیکھے ہو، بڑا غضب ہے کہ ادھر سے یوں رحمت کا جوش ہو، اور ادھر سے یہ اعراض اور دوز دور رہنا ہو۔ یہ وقت کے لئے اجازت دے دی کہ جب چاہو باتیں کرو، ہمارا نام لے لو، ہم سنتے رہتے ہیں پھر نام بھی کتنا سہل اور مختصر کہ سچہ بھی چاہے تو کہہ سکتا ہے۔

اور شیریں اور بانمزه ایسا ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں میالغہ نہیں کرتا بلکہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو میرا منہ اس قدر میٹھا ہوتا ہے کہ مصری سے بھی اتنا میٹھا نہیں ہوتا۔

اور نام بھی ایسا پیارا کہ دنیا میں جتنے نام ہیں اگر ان میں سے ایک حرف بھی کم کیا جائے تو وہ نام بگڑ جاتا ہے، بخلاف اللہ کے کہ اگر الف نکال دیا جائے تو اللہ باقی رہتا ہے، لام اول نکال دیا جائے لہ باقی رہا۔ "وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اور اگر لام ثانی گرا دیا تو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" (پ۔ رکوع ۳۴۔ سورہ بقرہ) فرقی خدایا ایسا پیارا نام کہنے کی رغبت دلاتا ہے جیسے شفیق باپ جب اپنے چھوٹے بچے سے کوئی اغوا کہلانا چاہتا ہے اور اس کو وہی لفظ پیارا معلوم ہوتا کہتا ہے میالغہ! تم یہ کہو، ہم تم کو معافی دیتے ہیں، ہم تم کو یہ دیتے ہیں، ایسا ہی اللہ کے فرماتے ہیں میرے بندے! "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ سٰمِعِيْنَ" تو ایک بار اللہ کہہ میں تجھ کو عور دیتا ہوں، جنت دیتا ہوں، کس محبت سے ذکر کی نسا ز کی رغبت دلاتے ہیں۔ افسوس ہے ان پر کہ جو پھر بھی اس کا ذکر نہ کریں،

اس قدر رعایت کرنے سے مقصود یہی ہے کہ کثرت سے ذکر کیا کرو، اسی واسطے فرماتے ہیں "قُلِ اللّٰهُ اَكْبَرُ ذَرِّهٖ رَدِّ" (ع۔ ۱۱۔ انعام) (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے) اس آسانی پر بھی خدا کا ذکر کر کے محبت پیدا کر کے تمام مخلوقات نہ بڑھ جائے تو یہی کہا جائے گا "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَتّٰی قَدَرُوا" (پ۔ ۱۱۔ انعام)۔

سنو صاحبو! اس مبارک نام کا ایک اور اثر بتاتا ہوں، ساری دنیا جس چیز کی تلاش میں ہے وہ ان کو نہ ملی، اگر وہ چیز ہے تو اسی مبارک نام میں ہے، ایک شخص اولاد چاہتا ہے تو دوسرا اس کی دھن میں ہے کہ کوئی بڑا عہدہ مل جائے، کسی کی یہہ آرزو ہے کہ چند ایک رکھتے مل جائیں، کوئی چاہتا ہے پختہ مکان بن جائے، کوئی چاہتا ہے بیویاں خوب ہو، کوئی چاہتا ہے کہ حکام میں میری وقعت ہو جائے، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص ایک جدا چیز کا طالب ہے مگر آپ غور کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ سب ایک ہی چیز کے طالب ہیں، صرف نام الگ الگ جیسے مولانا فرماتے ہیں :-

حکایت | ایک سفر میں چار شخص جا رہے تھے ایک ترکی، ایک فارسی، ایک عرب اور ایک رومی، ان کو ایک پویدہ مل گیا، سب کی طبیعت انگور لینا

اور کھانا چاہی، مگر سب کی زبان الگ الگ تھی، ایک کی بات دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا، عرب نے کہا کہ میں "عنب" لوں گا، ایرانی نے کہا کہ میں انگوروں گا، رومی نے کہا کہ میں استافیل لوں گا، اور ترکی نے بھی اپنی زبان میں کچھ کہا، اور سب آپس میں جھگڑنے لگے، ایک شخص جو ان سب زبانوں سے واقف تھا اس نے کہا ٹھہرو میں تم سب کی فرمائش پوری کرتا ہوں، انگور خرید لایا تو عرب نے کہا عنب ہے، ایرانی نے کہا انگور ہے، رومی نے کہا استافیل ہے، ترکی نے بھی یہی کچھ کہا، غرض چیز ایک تھی اور نام الگ الگ، ایسا ہی چیز ایک ہی ہے راحت و چین، کسی نے اس کا نام اولاد رکھا کہ اولاد ہوئی، تو قلب کو اطمینان ہوگا، کسی نے اس کا نام جائداد رکھا کہ اس سے قلب مطمئن ہوگا، کسی نے اس کا نام حکومت رکھا کہ اس سے مجھ کو راحت و چین ملے گا۔ اسی واسطے کسی کو بیس ہزار روپے ملے تو وہ مارے خوشی کے بیھولے

نہیں سماتا، اس خیال سے کہ خوب چین سے گزرے گی، دوسرے کو وحشت ہونے لگی کہ اب میرا چین گیا بکھڑے پیچھے لگ گئے۔

**حکایت** حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہ جہاں بادشاہ وقت نے حاضر ہو کر ایک بہت بڑی رقم نذر کی، شاہ صاحب فرمائے باوا میرا خرچ ہی کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے وہ خدا پوری کر دیتا ہے تمہارے یہ روپیے لے کر کیا کروں، شاہ جہاں کے دل میں شاہ صاحب کی بڑی وقعت ہوئی، شاہ جہاں کے ساتھ ایک مولوی صاحب بھی تھے ان کو ہوا حسد، وہ کہنے لگے شاہ صاحب حدیث شریف میں آیا ہے کہ آدمی جب بوڑھا ہوتا ہے تو اس میں دو چیزیں جو ان ہوتی ہیں، ایک حرص اور ایک طول اہل۔ حدیث شریف تو غلط نہیں ہو سکتی، آپ بھی بوڑھے ہیں، آپ میں بھی حرص ہونا ضروری ہے، آپ بناوٹ کر رہے ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولانا آپ حدیث پڑھے مگر حدیث کا مطلب نہیں سمجھے، حضرت "لَيْشَيْبٌ" فرمائے ہیں جو ان وہی ہو گا جو پہلے پیدا ہوا ہو، مجھ میں حرص پیدا ہوئی ہی نہیں تو وہ اب جو ان کہاں سے ہو گی، مگر مولوی صاحب آپ میں حرص پیدا ہو چکی تھی اب بڑھاپے میں اس کی جوانی کا عالم ہے، مولوی صاحب بھی دنگ رہ گئے۔

غرض سب چین و اطمینان و راحت کے طالب ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ چین و اطمینان کس چیز میں ہے کسی شخص نے اپنی تمام عمر دنیا میں آرام و چین سے بسر نہیں کی بڑی کوشش سے سامان راحت جمع ہوتے ہیں، لیکن راحت نہیں ملتی، اس لئے کہ پہلے تو تمام آرزوؤں اور خواہشات کا پورا ہونا مشکل ہے اگر ہو بھی جائیں تو چین نصیب نہیں ہوتا۔ کوئی نہ کوئی پریشانی ضرور رہتی ہے۔

**حکایت** ایک مجرد شخص کسی عیال دار سے اس کی خیریت پوچھا، عیال دار بگڑا کہا خیریت ہوتی ہے تم جیسے منحوسوں کے پاس، اکیلی جان، دنیا سی کی طرح بس خیریت ہی خیریت ہے، ہمارے یہاں کیوں خیریت ہوتی، اللہ کے



دئے ہوئے بیوی بچے بھی ہیں، پوتے پڑپوتے، نواسے، نوکر، چاکر ہیں، کسی کا سر دکھ رہا ہے، کسی کو دست آڑ ہے، میں، کسی کی آنکھ دکھ رہی ہے، ہمارے یہاں کیسے خیریت ہوتی۔ بالکل صحیح ہے جتنا سامان بڑھتا ہے، اسی قدر افکار ات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ ایک فقیر کو بادشاہت مل گئی، کسی نے مبارک باد دی تو اس نے کہا

**حکایت**

وے روز غم نامے داشتیم

ترجمہ۔ (جب فقیر تھا) اس وقت (صرف) ایک روٹی (میر آنے کا) غم رہتا تھا۔

امروز غم جہانے

ترجمہ۔ (اب جبکہ بادشاہ ہو گیا ہوں) اس وقت ایک جہاں (یعنی پوری سلطنت کا) غم ہے۔

ایک شخص کو اولاد نہ ہوتی تھی، یہی غم تھا، اب اولاد ہوئی، بیمار ہے، اس سے بڑھ کر پریشانی ہوتی ہے کہ مرتا ہے یا زندہ رہتا ہے، اگر زندہ رہ گیا تو اولاد کی اولاد نہ ہونے کی فکر ہے، یہ رنج رہتا ہے، غرض کسی طرح چین نہیں۔ اسی طرح کہیں سے ایک ہزار روپیہ مل گیا، ساری رات اس کی حفاظت کی فکر میں چین نہیں، صبح کو دیکھتے ہیں کہ صندوقچہ ہی نہ ادا ہے تو اس غم کی کوئی حد نہیں، مال تو آیا بھی اور گیا بھی، لیکن یہ غم اور پریشانی نفع میں رہی۔

**حکایت**

ایک دفعہ ایک چور کسی کا گھوڑا چرا لایا، راستہ میں ایک اور چور ملا پوچھا، بھائی کیا اس کو بیچتے ہو، اس نے خیال کیا کہ اس سے اچھا اور کیا موقع ملے گا کہ ادا چوری کی اور ادھر خریدار مل گیا اور پکڑے جانے کا ڈر ہی نہ رہا اس سے پہلے چور نے کہا ہاں بیچتے ہیں، تب دوسرے چور نے کہا کہ بھائی ذرا سواہر تو دیکھ لوں کہ کہیں اس میں کوئی عیب تو نہیں ہے۔ پہلا چور راضی ہو گیا، دوسرے چور نے کہا ذرا میرے جوتے سنبھالو، اس قدم چلا کر دیکھ لوں۔ دوسرا چور گھوڑے پر بیٹھ کر یہ جا وہ جا پلدا یا۔ پہلا چور جوتے ہاتھ میں لیا منہ دیکھتا رہ گیا، پہلے چور سے لوگوں نے پوچھا کہ گھوڑا کیا ہوا، کیا اس کو بیچ دئے، کہا ہاں بیچ دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کتنے میں فروخت کیا۔ پہلے چور نے کہا جتنے میں لایا تھا اتنے ہی

میں فروخت کیا اور یہ جوتیاں نفع میں رہ گئیں، یعنی مفت آیا اور مفت گیا اور یہ جوتیاں نفع میں ملیں۔

اسی طرح وہ روپیہ آنے کی اتنی خوشی نہیں ہوتی کہ جتنا ان کے جانے کا غم ہوا پھر اس پر نفع میں یہ پریشانی کہ پولیس میں رپورٹ لکھو اور وغیرہ۔ اسی طرح اگر کوئی صاحب جائداد ہے تو مقدمہ بازی سے فرصت نہیں، مجلس عالیہ تک لڑنے موجود اگر پھر بھی ہار دے تو جائداد تو گئی ہی اس بات کا غم نفع میں رہا کہ ہائے اتنا روپیہ خرچ ہو گیا ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی حسرت ہی بگڑ گئی ہو تو اس کو یہ پریشانیاں پریشانیاں ہی معلوم نہیں ہوتیں، ٹھیرو! ایک وقت آتا ہے کہ جب حسرت درست ہوگی۔ وہ کونسا وقت ہے وہ موت کا وقت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے "الْأَنْسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَا تَوَّأِ انْتَبَهُوا" (ترجمہ) لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہونگے موت کے وقت حقیقت کھلے گی، حسرت درست ہو جائے گی، ضروریات کا نہیں فضولیات کا غم، کوئی سانپ کی فاصیت رکھے گا تو کوئی بچھو کی۔

غرض ساری دنیا چین و راحت کی تلاش میں ہے مگر کسی چیز میں چین اطمینان نہیں، "الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ لَطْمَينًا مِّنْ أَلْفِ لَوْبٍ" (پ ۳ - رکوع ۴ - سورہ رعد) (خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ احصر سے فرماتا ہے یاد رکھو اگر چین و اطمینان ہے تو خدا کی یاد میں ہے۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ خدا کی یاد کسے کہتے ہیں؟

(۱) اللہ اللہ کرنا۔

(۲) ہمیشہ اس کا دعویٰ رکھنا۔

(۳) اس کی پوری اطاعت کرنا۔

(۴) دل میں اس کی یاد بسالینا۔

(۵) اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا۔

یہ سب ذکر ہے، خدا کی یاد ہے، جب ان طریقوں سے خدا کی یاد کی جائے تو یہ ایسا قرظینہ بیٹھ جاتا ہے کہ کتنی ہی پریشانیاں آئیں گو وہ جسم پر اثر کریں گے، مگر

دل تک نہ پہنچ سکیں گے، میں نہیں کہتا کہ ان پر کوئی مصیبت نہ آئے گی، آئے گی مگر اس سے پریشانی اور الجھن نہ ہوگی، ان کا قلب مطمئن، نہایت مطمئن ہوگا، آپ فرماتے ہوں گے کہ یہ بھی عجیب الٹی تقریر ہے کہ جسم پریشان لیکن دل پریشان نہیں، یہ کیسا ہو سکتا ہے۔

اس کو یوں سمجھئے کہ آپ کا کوئی محبوب ہے اس کی.... جدائی میں گھل گھل کر یہ حالت ہوگئی کہ صرف ہڈیاں، پھسلیاں باقی رہ گئی ہیں، اور معشوق اچھا طاقتور بھی ہے اتفاق سے اس سے ملاقات ہوگئی، وہ بغل میں لے کر خوب زور سے دبایا، جسم پر وہ تکلیف کہ ہڈی، پھسلی ٹوٹی جا رہی ہے، مگر دل پر کچھ اثر نہیں، بے حد خوش ہے خود سے کہتا ہے کہ ہائے ایک نظر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتا تھا، یا آج اس طرح بغل گیر ہو رہا ہوں، اگر اس وقت وہ محبوب کہے کہ کیوں اگر تم کو میرے دبانے سے تکلیف ہو رہی ہو تو میں تم کو چھوڑ کر تمہارے رقیب کو دباتا ہوں، تب یہ منکر وہ یہ کہنے لگا کہ نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغیت

ترجمہ۔ تیرے تلوار سے قتل ہونا دشمن کو نصیب نہ ہو۔

مرد و ستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

ترجمہ۔ دوستوں کے سر سلامت رہیں تاکہ تو اپنا خنجر آزمائے۔

اسی طرح خدا کی یاد کرنے والے کہ ان کا جسم پریشان رہتا ہے مگر مطمئن اور چین میں ہے۔ غرض جب خدا سے تعلق و محبت ہو جائے تو اس صورت میں خدا کی طرف سے جو حکم ہوا، اس پر یہ راضی رہتے ہیں، یعنی یوں ہو جائے یہ راضی، اور یوں ہو جائے تب بھی یہ راضی کسی حال میں ناراض ہی نہیں، تو اب پریشانی کیوں محسوس ہوگی سب سے بڑی چیز موت ہے، دیکھئے اس کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔

حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو توبہ کا اس طرح موقع آیا

**حکایت** کہ آپ کی دوا سازی کی دکان تھی، آپ دکان پر بیٹھے ہوئے نسیہ باندھ رہے تھے، ایک درویش کیل پوش دکان کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے حضرت

فرید الدینؒ کو دیر تک تکتے رہے، حضرت عطارؒ فرمائے بھائی جو لینا ہے لو کھڑے کیا دیکھ رہے ہو، درویش نے کہا تمہاری دکان میں کیا کیا بھرا ہوا ہے، ان سب چیزوں میں پھینسی ہوئی روح تمہارے مرتے وقت کیسے نکلے گی، حضرت عطارؒ کو اس وقت تک باطن کا مزہ ہی نہ لگا تھا، آپ نے فرمایا جیسے تمہاری نکلے گی، ویسے ہماری بھی نکلے گی۔ درویش نے کہا ہمارا کیا ہے جی یہ کہہ کر دکان کے سامنے کبیل اور ٹھہ کر لیٹ گئے اور فرمائے اس طرح نکلے گی۔ پہلے تو حضرت عطارؒ اس کو ہنسی سمجھے لیکن جب بہت دیر ہوئی تو نزدیک آکر دیکھے تو واقعی وہ درویش مردہ ہیں۔ حضرت عطارؒ کے دل پر چوٹ لگی پتھخ مار کر بے ہوش ہو گئے، جب افاقہ ہوا تو دل دنیا سے سرد ہو چکا تھا تب خدا کی یاد کی طرف متوجہ ہوئے اور خدا کی یاد کو اس طرح دل میں بسائے کہ مولانا فرماتے ہیں یہ ہے

ہفت شہر عشق را عطار گشت

ترجمہ۔ عطار (رحمۃ اللہ علیہ) عشق کے سات شہر کی گشت لگا یعنی سات شہر گھوم ڈالے۔

ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم

ترجمہ۔ میں ابھی (عشق کی) ایک گلی میں ہی ہوں۔

صاحبو! یہ ہے اطمینان قلب کہ جو کہیں میسر نہیں، اگر ہوتا ہے تو خدا کی یاد میں ہوتا ہے، چنانچہ مولانا فرماتے ہیں یہ ہے

گر گریزی ہر امید راستے

ترجمہ۔ اگر راحت (و آرام) کی امید میں بھاگا بھاگا پھرے گا

زاں طرف ہم پشت آید آفتے

ترجمہ۔ ہر طرف سے تیرے سامنے آفت آئے گی

بجز خدا کی یاد کے کہیں آرام نہیں، یہ ہے اس مبارک نام کا اثر، میں یہ نہیں

کہتا کہ نماز شروع کرتے ہی اور ذکر شروع کرتے ہی اطمینان و چین اس طرح کا حاصل

ہو جائے گا بلکہ یہ ذکر، نماز وغیرہ سبب ہے اطمینان کا، جتنا جتنا ذکر بڑھے گا ویسا

ویسا اطمینان بڑھتا جائے گا، جب ذکر کامل ہوگا، نماز کامل ہوگی تو چین و اطمینان



بھی کامل ہوگا۔ پھر موت کے وقت (ہزار زندگی قربان اس موت کے) ارشاد ہوگا:-  
 "يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ اذْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ

پک۔ رکوع ۱۔ سورہ فجر، اے جان اطمینان والی، جس کو اللہ کی یاد میں چین و راحت  
 ملتا تھا اپنے رب کی طرف آ جا۔ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۖ (پک)  
 رکوع ۱۔ سورہ فجر، پس میرے بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

غرض صاحبو! میں عرض کر رہا تھا کہ اس آسانی پر بھی خدا کا ذکر کر کے، نمازیں  
 پڑھ کر، محبت پیدا کر کے مخلوقات سے نہ بڑھیں تو یہی ارشاد ہوگا "وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ  
 حَقًّا قَدْرًا" (پک۔ رکوع ۱۱۔ سورہ انعام) پھر اس معرفت اور محبت کا طریقہ بتانے  
 میں اشاروں سے کام نہیں لیا، اگر ایسا ہوتا تو بڑی وقت پڑتی، شاید ہی کوئی ایک  
 ان اشاروں کو سمجھ سکتا۔

حکایت | علیٰ حزیں شہزادہ ایران کو اتفاق سے ایک خادم رضائی نامی ایسا  
 مل گیا تھا کہ اشاروں کو سمجھتا تھا، اتفاق سے ایک دن یہ پڑا نا  
 نوکر کہیں گیا ہوا تھا اور ایک نیا نوکر اس کے سامنے حاضر تھا کہ اس وقت ایک شخص ایک  
 رقعہ لادیا، جس میں لکھا تھا کہ لیموں کی ضرورت ہے، آپ کے باغ کے تھوڑے لیموں  
 عنایت کیجئے۔ شہزادہ نے چہرہ پر بل ڈال کر وہ رقعہ ملازم کو واپس دیدیا۔ نیا خادم  
 پریشان تھا کہ شہزادہ نے زبان تو بند کر لی، لیکن چہرہ سے ناگواری کے آثار معلوم ہوتے  
 ہیں، معلوم نہیں کس بات پر بگڑے ہیں، اتفاق سے رضائی آگیا، اس سے نئے خدمتگارا  
 نے سارا قصہ سنایا۔ تب رضائی نے اس سے کہا کہ چہرہ پر بل ڈال کر رقعہ واپس کرنے  
 کا مطلب یہ ہے کہ لیموں دیدو۔ کیوں کہ لیمو بھی ترش ہوتا ہے تو چہرہ ترش کر کے اجازت  
 دے دی، یہ سن کر نیا خادم بھاگا کہ مجھ سے کیسے نباہ ہو سکتا ہے۔

ایسا ہی اگر خدائے تعالیٰ بھی اشاروں سے فرماتا تو کیسی مصیبت تھی، ایسا نہ کیا  
 بلکہ قرآن شریف دے کر تمام طریقے معرفت و محبت کے حاصل کرنے کے صاف صاف  
 بیان فرما دیا، ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی مرتبہ تاکہ کچھ شبہ باقی نہ رہے، اور بیان بھی

اس طود سے نہیں کہ کوئی پرچہ بھیج دیا کہ اس کو پڑھ لو، سمجھ لو۔ اس سے ممکن تھا کہ شاید شک رہ جائے، اس لئے ایک نمونہ بھی دیا جو قرآن کی مجسم زندہ تصویر تھی، وہ ذات مبارک آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جسک ہوتا ہے قرآن پڑھو، سمجھو اور اس نمونہ کو دیکھو اور معرفت اور محبت الہی آسانی سے حاصل کرو، اسی طرح جیسے درزی کو کپڑا اور شیروانی کا نمونہ دیں اور اگر وہ اس نمونہ کے مطابق سئے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر اس نمونہ کے مطابق نہ سئے تو درزی کے ستھ پر پھینک دیتے ہیں، ایسا ہی اگر تمہارے اعمال بھی اس نمونہ کے موافق ہوں تو قبول کئے جائیں گے ورنہ واپس پھینک دیئے جائیں گے اگر اس آسانی کے باوجود کوئی قرآن کی قدر نہ کرے اور نہ نمونہ پاک کی، تو یہی کہا جائیگا "وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ" (پت۔ رکوع ۱۱۔ سورہ انعام) اگر اس وقت قدر نہیں کی تو ٹھیکر ایک وقت وہ آتا ہے کہ موت آگھیرتی ہے اور موت کی سختیوں میں گرفتار ہوگا، ملائکہ موت ہاتھ بڑا کر کہیں گے کہ عالم آخرت کے شدائد دیکھ کر اب کہاں بٹھتے ہو، لاؤ اپنی خبیث روح نکالو۔ آج تم کو ذلت کا عذاب ہے اس لئے کہ تمہاری روح کو جسم کے ساتھ عبادت کر کے نماز پڑھ کر دنیا میں معرفت اور محبت حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا لیکن تم نے وہاں اس کا اٹھا کیا، حب مال و جاہ، اسبابِ شہوت اور لذات جسمانیہ میں اس کو صرف کیا، تم جیسے گئے تھے ویسے ہی کورے کے کورے واپس آئے، نہ معرفت ہے نہ محبت ہے، جو کچھ مال و جاہ جمع کیا تھا، سب پیچھے چھوڑ آئے۔ مال، اولاد اور دنیا کے تمام جھگڑے کہ جن کی وجہ سے خدا کو بھلا دیا تھا، وہیں دنیا میں چھوڑ آئے، وہاں ایک ایک بات کی قدر کرو گے لیکن اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اس لئے صاحبو! اب بھی وقت ہے عبادت کر کے، نماز پڑھ کر، کوشش کر کے معرفت و محبت حاصل کرو اور "وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ" کا موقع آنے نہ دو۔

صاحبو! اب میں آپکو کچھ استغفار کے متعلق کہنا چاہتا ہوں، اسلئے کہ نماز اور دیگر عبادتیں مثل عطر کے ہیں، اور استغفار مثل صابون کے ہے اس لئے اب استغفار کے متعلق سنئے، بت

## استغفار کی فضیلت

دوستو! اب میں عذاب نہ آنے کی ایک خاص وجہ عرض کرتا ہوں غور سے سنئے :-  
 مسلمانو اگر بیماری سخت ہو تو اسکا نسخہ ہزار روپے قیمت کا لکھا جائے تو بیمار کا اعتقاد  
 جتنا ہے اگر روپیہ کا نسخہ بتایا جائے تو بیمار کہتا ہے پائے ایسی بیماری اسکو یہ دوا کیا فائدہ  
 دیگی، او بیمار تو دوا کو کیا دیکھتا ہے دوا دینے والے کو دیکھ، یہ اسکے اعلیٰ درجہ کا تجربہ ہے کہ اس نے  
 ہزار روپے کا کام دو پیسے کی دوا سے لیا ہے۔ ایسا ہی مسلمانو! ہم گناہوں کا ذہری گئے ہیں  
 اور بجائے تریاق کے اور ذہری پتے جاتے ہیں اسلئے جو عذاب نہ آئے وہ کم ہے حدیث کا  
 افسر الا طبہ ایک ہلکا سا نسخہ دیر پہلے جو تریاق کا اثر رکھتا ہے یہ نسخہ کونسے دواخانہ کا بنایا ہوا ہے  
 اسے دل کے بیمار دوستو! تمہارے لئے یہ دوا عشر اعظم کے اوپر تیار کسکی ہے سنو گے  
 توجیرت ہوگی، ہزار گناہوں کے زہر کا ایک ذرا سا چٹکلا۔

از پیے زہر گناہ اربشونئی ہست استغفار تریاق قوی

دوستو! تمہارے تمام گناہوں کی دوا استغفار ہے، استغفار کیا کرو، تمہارے سارے  
 گناہ ایک پلک جھپکنے تک وعودئے جاتے ہیں۔

**حدیث** ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ خدا کے  
 پیارے نبی ہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ اس پر عمل کر کے یہ عجا جنت میں چلا جاؤں، حضرت  
 فرمائے ٹھہرو، تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر وہی عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو عصر کے پہلے (۳۰)  
 دفعہ استغفار کیا کر، تیرے ستر برس کے گناہ کو یہ عمل مٹا دیگا، اس نے کہا میری آنی عمر کہاں ہے  
 یا رسول اللہ، آپ فرمائے تیری ماں کے ستر برس کے گناہ، تیرے باپ کے ستر برس کے گناہ،  
 تیرے بھائیوں کے ستر برس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔

**حدیث** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی، موسیٰ کیا تم کو یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ  
 تم قیامت کے ہولناک میدان میں نڈر اور بیخوف رہو، موسیٰ نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم  
 اپنے اور اپنے مانتا پاپ اور تمام زندہ مردہ مسلمانوں کے لئے استغفار کیا کرو، مسلمان کے لئے ہر دن  
 نیا صحیفہ ہوا کرتا ہے، جب وہ اس حالت میں بیٹھا جاتا ہے کہ اس میں استغفار نہیں ہوتا تو وہ سیاہ کالا

لیٹا جاتا ہے جب اس میں استغفار ہوتا ہے تو وہ نور ہی نور رہتا ہے جس سے نور کے چمکارے نکلتے رہتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مبارک اور سعادت مند شخص ہے جس کے اعمال نامہ میں استغفار کا ڈھیر لگا ہوا ہو۔

حدیث

کل اعمال نامہ جب کھلے گا اور تو چاہتا ہے کہ تو اس وقت خوش خوش پھرے تو اپنے اعمال نامے میں کثرت سے استغفار لکھا۔

حدیث

(۷۰) بار استغفار پڑھنے سے (۷۰) برس کے گناہ مٹ جاتے ہیں، حضور نے فرمایا کیا بد نصیب ہے، وہ بندہ کہ جس کے نامہ اعمال میں گناہ باقی رہیں جبکہ استغفار جیسی چیز اس کو حاصل ہے۔

حدیث

اللہ تعالیٰ کو کوئی آواز ایسی پیاری نہیں معلوم ہوتی سوائے اس گنگار بندے کی آواز کے کہ جب وہ استغفار کرتا ہے اور ذب ذب کہتا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہاں اے بندے، اور یہی فرماتا ہے میرے فرشتے تم گواہ رہو، اس استغفار کرنے والے کو میں نے بخش دیا۔ جب بندہ استغفار کرتا ہے تو زمین و آسمان کے درمیان (۷۰) آفتابیں نور کی روشن ہو جاتی ہیں اور ایک منادی اس سرے سے اس سرے تک ندا کرتا ہے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ غلام نے اپنے آقا سے صلح کر لی۔

حدیث

جب گنگار ہاٹھاٹھا کرتا ہے اور یَا سَابِغِ یَا سَابِغِ کہہ کر استغفار کرتا ہے تو فرشتے اس کی آواز روک دیتے ہیں، اوپر کی طرف پڑھنے نہیں دیتے، پھر وہ پکارتا ہے پھر فرشتے اس کی آواز روک دیتے ہیں کہ گنگار کی یہ نجس آواز پاک خدا کے پاس نہ پہنچے، تین دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے جو بھی دفعہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم میرے بندے کی پیاری دل لہانے والی آواز کو مجھ سے کب تک روکو گے، میرے بندے کو یقین ہو گیا ہے کہ میرے سوا کوئی اور اس کو بخشنے والا نہیں ہے، تم گواہ رہو کہ میں نے اسکو بخش دیا، اسی واسطے اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ (پ - رکوع ۱۶ - سورہ النسا)



اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معصوم ہونے کے فرماتے ہیں کہ میں دن میں (۷۰) مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں۔

**حدیث** بندہ جب گناہ کرتا ہے تو ایک کالا دھبہ اس کے دل پر پڑ جاتا ہے جب اور گناہ کیا اور ایک دھبہ پڑا، ایسا پڑتے پڑتے تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے،

كَلَّا بَلْ سَكَتَ رَأَىٰ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۰۱﴾ رُكُوع ۱- التَّطْفِيفِ  
دل کا صیقل استغفار ہے، اسی واسطے حضرت فرماتے ہیں:-

إِنَّهُ لَيُغَالُ عَلَىٰ قَلْبِي حَتَّىٰ إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ  
مِائَةَ مَرَّةٍ-

حضور کا قلب مبارک آئینہ کے جیسا ہے لیکن قلب مبارک پر جو زنگ آتا تھا وہ گناہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ کفار، مشرک، گنہگار وغیرہ کے آنے سے ان کے قلب کا اثر قلب مطہر پر پڑ کر زنگ کے جیسا ہوتا تھا اور استغفار سے وہ زنگ نکلتا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ بندہ کے درجہ اس کے مرنے کے بعد بلند کرتا ہے تو

**حدیث** بندہ کہتا ہے میں نے تو کوئی ایسا عمل کیا نہیں، پھر یہ درجہ مجھ کو کس طرح ملا، حکم ہوتا ہے تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا ہے اور یہ اس کا صلہ ہے ہر چیز کرنے کے بعد امید نہیں کہ وہ قبول ہو، اور اثر دکھائے، یقین سے نہیں کہہ سکتے مگر استغفار کہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو استغفار کرے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی، کیوں کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِسْتَفْغِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿۲۹﴾ رُكُوع ۱- سُوْرَةُ نُوْحٍ

اسی واسطے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ استغفار کرنے کا ارادہ ڈالتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسکو عذاب کرے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمام بندوں میں سے میرے محبوب وہ بندے ہیں جن میں یہ تین وصف ہوں۔

۱) صرف خدا کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

(۲) ان کے دل مسجدوں میں اٹکے رہتے ہیں۔

(۳) صبح کے وقت استغفار کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں پھر ان کا خیال آتا ہے تو عذاب موقوف کر دیتا ہوں۔

تطیع نظر آخرت کے دنیا میں استغفار کے فائدے سے یہ ہیں کہ ہر تنگی میں فراخی اور ہر مشکل میں آسانی حاصل ہوگی۔ رزق اس طرح ملے گا کہ کسی کے وہم و خیال میں بھی آسکے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے صود علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے کہ:-

”وَلْيَقُومِ اسْتَغْفِرُوا لَكُمْ ثُمَّ تُوَابُ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا“ (پہ - رکوع ۵ - سورہ صود)

یہ شان ہے استغفار کی، اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

”وَمَا كَانَ اللَّهُ مَعَذِبُهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ“ (پہ - رکوع ۴ - سورہ انفال)

وہ استغفار کرتے رہتے ہیں کیسے ہم ان پر عذاب اتاریں، عذاب نہ آنے کا ایک سبب استغفار کرنا ہے، اب رہا یہ کہ استغفار کس کو کہتے ہیں۔

ایک صاحب اپنے لئے کسی بزرگ سے کوئی وظیفہ دریافت کئے، وہ بزرگ

فرمائے کہ لا حول پڑھا کرو، چند روز کے بعد وہ صاحب کی ان بزرگ سے ملاقات ہوئی، کہنے لگے آپ نے جو وظیفہ بتلایا تھا وہ میں نے پڑھا کچھ قائدہ نہ ہوا انہوں نے کہا کہ بھائی تم نے کس طرح پڑھا۔ کہنے لگے ”لا حول۔ لا حول۔ لا حول“ پڑھا حضرت نے فرمایا تمہارے لا حول پر لا حول ہے۔ لا حول سے مطلب پورا جملہ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“ پڑھنا تھا۔

اسی طرح لوگ ”استغفار، استغفار، استغفار“ پڑھتے رہتے ہیں، اس سے کیا ہوتا ہے، استغفار کے معنی مغفرت مانگنے کے ہیں، مغفرت مانگنا، مغفرت مانگنا کہنے سے کیا فائدہ، مغفرت مانگئے۔ اسی طرح اکثر غلطیاں ہوتی ہیں۔

مثلاً نام کے آخر میں لکھتے ہیں طول عمرہ بالکل غلط ہے طویل عمرہ ہے

پہلی غلطی ہے استغفار میں، اس لئے جو مدیث شریف میں الفاظ آئے ہیں وہ کہو وہ یہ ہیں  
 اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ  
 وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ ط

بستر پر جب سونے کے لئے آپ لیٹیں تو تین مرتبہ یہ پڑھ لیا کرو، اس سے تمام  
 گناہ مٹے جاتے ہیں، اگرچہ کہ دریا کے کف کے موافق ہوں، یا ندی کے ریت کی گنتی  
 کے برابر ہوں یا سید الاستغفار یاد کر لو، اگر کچھ نہ ہو تو "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کہو اس کے  
 معنی یہ ہیں کہ الہی میں تیرے سے معافی مانگتا ہوں، اب استغفار کے متعلق دوسری  
 غلطی یہ ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ رضاعی بھائی بہن میں نکاح ہوتا ہے یا نہیں، کسی نے  
 جواب دیا کہ نکاح نہیں ہوتا، اس نے کہا وہ کیسے، واہ صاحب ہم کئے تھے  
 حکایت  
 تو ہوا تھا۔

دوسرے سے کہا گیا کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی، انھوں نے کہا واہ ہم بے وضو  
 پڑھے تھے تو نماز ہو گئی تھی۔ ایسا ہی جب کہا جائے کہ بھائی صرف منہ سے استغفر اللہ  
 کہتے سے استغفار نہیں ہوتا تو شاید کوئی صاحب فرمائیں کہ ہم تو کہتے ہیں اور ہوجاتا ہے  
 صاحبو! استغفار یہ ہے کہ منہ سے استغفر اللہ کہنا اور دل میں نام اور پشیمان ہو کر  
 معافی مانگنا، یہ کیا مشکل ہے، شاید یہ خیال ہو کہ اب توبہ کریں اور پھر کوئی گناہ ہو جائیگا  
 یہ شیطانی دوسرے ہے توبہ کے وقت گناہ کرنے کی نیت نہ ہو، سچے دل سے توبہ کرو۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ ط

یہ گناہ تو مٹ گیا، اگر پھر گناہ ہو گیا اس کا حساب الگ رہا، بغیر مغفرت  
 مانگنے کے جو عبادت کی جاتی ہے وہ رائیگاں نہیں جاتی مگر مغفرت مانگنے کے بعد کی عبادت  
 کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے، مغفرت مانگنے بغیر عبادت میں نورانیت نہیں آتی۔  
 اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک غلام ہے، آقا کی نافرمانیاں بہت کیا ہے

آقا کشیدہ ہے، اس کو بر طرف نہ تو نہیں کیا، اس کے ہاتھ کا پکا یا ہوا کھانا کھا تا ہے سب کچھ ہے مگر ادھر غلام دل میں رکھا ہوا ہے، کھل کر بات تک نہیں کر سکتا، ادھر مالک مانتا کی وجہ سے کچھ کہتا تو نہیں، مگر دل میں خوش نہیں، کانٹا سا دونوں کے دلوں میں کھٹکتا رہتا ہے اس خدمت میں غلام کو لطف و فرحت بھی نہیں ہوتی، ایسا ہی گنہگار، باد کرے، وظیفہ پڑھے تلاوت کرے، مگر دل اندر خود بخود گھٹتا ہوگا، اس لئے گڑا گڑا کر معافی مانگو، پھر وظیفہ عبادت کیجئے۔ اور پھر دل کو ٹٹولئے۔ کیسی سرخوردنی اور فرحت رہے گی مجرم کے دل کو دیکھو اور جو مجرم نہ ہو ان دونوں کے دل کو دیکھو، وہ مجرم گنہگار یا ہوا ہوگا اور یہ امنگ اور امید لیا ہوا ہوگا۔ اس لئے دل سے معافی مانگو اور منہ سے استغفر اللہ کہو، یہی استغفار ہے جس کی فضیلت آپ نے سنی، اگر چہ کہ ایک وقت کے معافی مانگنے سے معافی ہو جاتی ہے "تَسْتَعْفِرُونَ" (پک۔ رکوع ۴۔ سورہ انفال) بار بار معافی مانگتے ہیں کیوں فرمایا اس لئے کہ کسی بزرگ کو عشاء ٹھوکر لگا جائے اور ہم معاف بھی کر والیں جو بزرگ معاف بھی کر دیں مگر پھر بھی دل کی تسلی نہیں ہوتی، بار بار کہتے ہیں کہ حضرت بڑی غلطی ہوئی بڑی حماقت ہوئی، وہ برابر کہہ رہے ہیں کہ میں نے معاف کر دیا مگر یہ پریشان ہے دل مانتا نہیں سبب بہت کہہ سن لیں گے، رو پیٹ لیں گے، تب اطمینان ہوگا، ادنیٰ عظمت کا جب یہ حال ہے تو خدا کی عظمت کا کیا کہنا، جذری قلب صاف ہوتا نہیں، بار بار معافی مانگتے جاتے ہیں: "تَسْتَعْفِرُونَ" (پک۔ رکوع ۴۔ سورہ انفال)۔

تیسری غلطی استغفار میں یہ ہے کہ جہاں تک تدارک ہو سکے وہ سب کر کے پھر معافی مانگنے سے نماز قضا ہو گئے ہوں تو قضا پڑھ لئے یا حقوق العباد اس کے ذمہ ہیں تو وہ معاف کر اسکے یا کسی کا مال مار لیا اور کہے الہی معاف کر، الہی معاف کر، ایسا تو کہہ مگر حق العباد ادا کر کے کہہ یہ ہے استغفار۔

ان تینوں شرطوں کے ساتھ استغفار کرو، پھر دیکھو کیسا تریاق بنتا ہے۔

اسی واسطے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور درود شریف کی مثال

مثل عطر کے ہے اور استغفار کی مثال، مثل صابون کے ہے، پہلے صابون کا استعمال کرنے



پھر عطر لگائیں تو عطر کا لطف آئے گا۔

۱۔ استغفار کی ایک قسم یہ ہے کہ دل ناوم ہو کر منہ سے استغفر اللہ کہے۔

۲۔ دوسرے یہ بھی استغفار ہے کہ ان جگہوں میں جایا کرو جہاں مغفرت ہوتی ہے۔

جہاں ذکر الہی یا وعظ وغیرہ کی مجلس ہوتی ہے تو وہاں ملائکہ کے جنت کے جنت

**حدیث**

جمع ہو کر ذکر سنتے ہیں اور لذت پاتے ہیں، جب یہ فرشتے واپس جاتے ہیں

تو حق تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں میرے بندے کیا کر رہے تھے، اگرچہ کہ وہ سب کچھ جانتے

ہیں مگر حبیب کا ذکر تو اچھا معلوم ہوتا ہے، دوسرے ملائکہ کے زبان سے ان کے فضائل

بیان کراتے ہیں تاکہ "إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" کا راز ظاہر ہو، پھر فرشتے عرض

کرتے ہیں کہ آپ کا ذکر کر رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے اور کیا کر رہے تھے، عرض کرتے ہیں کہ

جنت ملنے اور دوزخ سے بچنے کی دعا کر رہے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے مجھے

جنت یا دوزخ کو دیکھا ہے، فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، اگر دیکھتے تو اور بھی زیادہ خوف

کا غلبہ ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے سب کو بخش دیا، ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ حضور فلاں شخص

اس مجلس میں ذکر سننے کی غرض سے نہیں آیا تھا بلکہ کسی اور کام کے لئے آیا تھا اور وہ بھی

بٹھا گیا تھا، ملائکہ خفیہ پولیس کی طرح اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے،

"عَفْرَلَهُ هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ" یعنی میں نے اسکو بھی بخش دیا اس لئے کہ

جن لوگوں میں وہ بیٹھا تھا وہ ایسے ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔ بزرگوں

کی ہمتی بھی بڑی دولت ہے۔

حضرت سیدنا مولانا قطب الاقطاب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وارضاه

**حکایت**

سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت فلاں مردے کے لئے دعائے مغفرت فرما دیجئے

فرمایا کہ کیا وہ شخص میرا مرید تھا، یا میرے وعظ میں کبھی بیٹھا تھا یا مجھ سے ملاقات تھی یا کبھی

دور سے دیکھا تھا، یا مجھ کو جانتا تھا، عرض کیا گیا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں

تھی فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ سے کس طریقہ سے مغفرت طلب کروں، یعنی خصوصیت کے

ساتھ کس طرح اس کی مغفرت کی دعا کروں، پھر خود ہی فرمایا کہ خصوصیت کی تو کوئی

وجہ نہیں، ہاں اس طرح دعا کرتا ہوں کہ "سَأَلْنَاكَ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَإِلَّا خَوَّانَنَا الَّذِينَ  
الْمُنُونَا" غرض بزرگوں کی صحبت بڑی دولت ہے۔

اور حدیث "تَا جَلِيْسٌ مَنْ ذَكَرْتَنِي فِي (میں اسکا ہم نشین ہونگا جو مجھ کو یاد کرے) اسکی موید ہے  
اس طرح کہ اولیاء چونکہ اگر ہیں، پس وہ ہم نشین خدا ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے والا بھی ہم نشین  
نہا ہے۔

(۳) میرے کسی کا دل خوش کر کے دعا لینا، مغفرت کروانا بھی استغفار کرتا ہے۔

شہ لہذا میں ایک شخص رہتا تھا، ہمیشہ گناہ کیا کرتا تھا، مگر اس کا ایک  
قاعدہ تھا کہ جو گناہ کرتا اس کو یادداشت کے کتابچہ میں لکھ لیا کرتا تھا، ایک

### حکایت

رات ایک خوب صورت جوان عورت کو دیکھا کہ روازہ پر کھڑی ہے اور کچھ خیرات مانگ  
رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تم کو سخی سن کر آئی ہوں، میرے یتیم بچے تین دن سے بھوکے ہیں،  
اس نے کہا اچھا گھر میں آؤ، جب وہ عورت گھر میں داخل ہوئی، اس شخص کی نیت بگڑی،  
جب اس عورت کو اس کی نیت کا علم ہوا، پریشان ہو گئی، اس شخص نے جو شہوت سے  
اندھا ہو رہا تھا، اس عورت کو کھینچا اور بد فعلی کرنا چاہا، اس عورت نے چہرہ اوپر اٹھا کر  
کہا اے مشکل کے وقت کام آنے والے خدا میری عصمت بچا۔ اور اس شخص کی طرف متوجہ  
ہوئی اور کہا ذرا میرے یہ اشعار تو سن اور ان پر غور کر۔

أَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ لِيَوْمٍ رَحِيْلَةٌ  
أَسْأَلُكَ عَنِ الْمَوْتِ الْمَفْرِقِ لَا يَهِيَا  
الْمُرْتَمِيْنَ بِالطَّائِمِيْنَ إِلَى الْبِلَاءِ  
وَتُرْكِبُكُمْ الدُّنْيَا جَمِيْعًا كَمَا يَمِيَا

اسی حال میں چھوڑ کر چلے جا رہے ہیں۔

وہ دنیا سے تھوڑا سا کپڑا اور روٹی کے سوا کچھ

نہیں لے جاتے ہیں، انھوں نے جو دنیا بوسا یا تھا

وہ بالکل خالی پڑے ہیں۔

وَلَمْ يَخْرُجُوا إِلَّا بِقُطْنٍ وَخِرْقَةٍ

وَمَا يَمُرُّوْنَ مِنْ مَنَزِلٍ فَلَمْ يَخَالِيَا

وَ اَنْتَ غَدًا اَوْ بَعْدَهُ فِى جَوَارِحِهِمْ تو بھی کل یا پرسوں ان کے پڑوس میں سنان  
 وَ حَيْدًا فَرِيْدًا فِى الْمَقَابِرِ ثَنَا وِ يَا بَرْتَان میں تنہا اور اکیلا جائے گا۔  
 وہ زار و قطار رونے لگی اور کچھ اس درد کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھنے لگی تو وہ شخص  
 بھی لرز گیا، اور دھاڑیں مار کر رونے لگا، تب اس عورت نے کہا جب تیرے میں اور تیرے  
 مولا میں صلح ہو جائے تو بیچ والی دلالہ کو نہ بھولیو یہ شخص اندر گیا اور کچھ لاکر اس کو دیا بہت  
 منت سے کہا اے نیک بخت بی بی یہ لیجا اپنے بچوں کو کھلا اور میرے لئے اپنے بچوں سے  
 دعائے مغفرت کروا کہ میرے تمام اعمال میں جو گناہ لکھے ہوئے ہیں وہ سٹ جائیں، وہ عورت  
 گھر آئی اور کھانا پکا کر اپنے بچوں کے سامنے رکھا، اور اس شخص کا پیغام بھی پہنچائی، بچوں  
 نے کہا کہ مزدور کو جب ہی مزدوری کا استحقاق ہوتا ہے جب کہ اس نے کام کیا ہو، اس لئے  
 جب تک ہم دعائے کر لیں کھانا نہ کھائیں گے۔

ادھر اس شخص نے اپنا دفتر یادداشت کا دیکھا تو بالکل صاف اور سفید پایا،  
 اس میں ایک بھی گناہ کا نشان نہ پایا، بہت خوش ہوا، اور گڑ گڑا کر دعا کیا، الہی تو نے  
 میری کتاب سے گناہوں کو دھو ڈالا، پھر اس میں گناہ لکھنے کا موقع نہ آئے، جلد ایسے حال  
 میں ہی اپنے پاس بلائے کہ پھر گناہ کرنے کا موقع ہی نہ آئے، یہ کہا، گرا اور انتقال کر گیا  
 اس طرح سے بھی استغفار کیا کرو۔

صاحبو! آپ استغفار کے متعلق بھی تفصیل سے سن چکے، نماز سے اور دیگر امور  
 دینی کے لئے جو امر معروف کیا جاتا ہے، اس کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، اس لئے کہ  
 اس میں بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے سنئے:-

### امر معروف کس طرح کرنا چاہئے

”الْاَمْرُؤْنَ بِالْمَعْرُؤِنِ وَالنَّاهِؤْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُؤْنَ لِحُدُؤْدِ  
 اللّٰهِ ط وَ بَشِيْرًا لِّلْمُؤْمِنِيْنَ“ (پ۔ رکوع ۴۴۔ سورہ التوبہ)

جنتیوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ خود نیک ہو کر بس نہیں کرتے بلکہ اوروں  
 کو بھی جنتی بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اسی کو ہمدردی کہتے ہیں۔

ہمدردی کا مقتضا، یہ ہے کہ جو خود کے لئے پسند کرے، وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے، اسی لئے فرماتا ہے "الْمَرْءُ بِأَمْرٍ مَّرْئُوفٍ وَالنَّاسُ بِمَنْعِهِ مَشْكُرُونَ" (پاک۔ اکوع ۱۴۔ سورہ توبہ)۔

**حکایت** ایک دفعہ ایک ایسے گاؤں پر عذاب آیا جس میں اٹھارہ ہزار عبادت کر نوے نبیوں کی مانند عمل کرنے والے رہتے تھے، لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا یہ خدا کے واسطے کسی پر خفا نہیں ہوتے تھے، نیک بات بتانے، اور بُرے کاموں کے روکنے سے ان کو سرکار نہیں تھا، اسی واسطے امر معروف و نہی عن المنکر فرض ہے مگر اس کے کچھ آداب بھی ہیں، ان کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ امر معروف کرنے والا باپوس نہ ہونا چاہیے، کوئی سنے یا نہ سنے کہا کرو۔ پیغمبروں کی یہ حالت نہیں تھی کہ ایک آدمی دفعہ و غلط کہہ کر جب دیکھے کہ لوگ جنید بعد ادنیٰ کی طرح نہیں ہوئے تو ان کی اصلاح سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ ان کی حالت تو یہ تھی کہ ایک زمانہ تک و غلط کہنے کے بعد بھی ناامید نہ ہوتے تھے۔ نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو نصیحت کئے، اور ناامید نہیں ہوئے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پیغمبر علیہم السلام کتنی مدت دراز تک اپنی قوم سے یا دوس نہ ہوتے تھے اور باپوس ہو کر امر معروف نہ چھوڑ دیتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ فرمایا ہے یہ تفاعل سے ہے اور تفاعل میں مشارکت ہوتی ہے، ہر شخص دوسرے سے کہے، چھوٹا بڑے کو، اور بڑا چھوٹے کو، اس سے بڑوں کو برا نہ ماننا چاہیے بلکہ حق بات قبول کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی اشرف نہیں مگر حضور نے بھی چھوٹوں کے معروضوں پر عمل فرمایا ہے

**حکایت** ایک مسجد میں ایک دولت مند نماز پڑھ رہے تھے، نماز میں تعویل ارکان نہ کرتے تھے، جلد جلد نماز پڑھ رہے تھے، وہاں ایک عطر بیچنے والا بھی کہیں کا آیا ہوا تھا، جب اس دولت مند نے نماز پڑھ لی تو عطر والے نے کہا مگر آپ کی نماز نہیں ہوئی پھر پڑھ لیجئے۔ دولت مند نے کہا یا جی، مردود، تیرا منہ اور توہم کو نصیحت



کرے، بڑا نمازی آیا، اس عطار نے کہا خیر پاجی، مرد وہی سہی، مگر آپ خدا کے واسطے نماز پڑھ لیجئے، ان کو اور زیادہ غصہ آیا، اس عطار بیچارے کو خوب مارا، مگر اس نے پیچھا نہیں چھوڑا، پٹ کر کہا مجھے اپنے پٹنے کا غم نہیں، مجھے آپ کی نماز کی بہت فکر ہے میرا دل بہت دکھ رہا ہے کہ آپ کی نماز مقبول نہیں ہوئی، میرا جسم تو اچھا ہو جائے گا مگر آپ کی نماز کیسے اچھے ہوگی۔ اس لئے آپ نماز پڑھ لیجئے، اس کا ان دولت مند صاحب پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو نماز دوبارہ پڑھنا ہی پڑی، تمام گاؤں میں عطار کی شہرت ہو گئی، بدھڑ جاتا لوگ کہتے "امر معروف" اس کو کہتے ہیں، سب اس کی قدر کرتے، برکت کے واسطے اپنے گھر لیجاتے اس کا عطر خریدتے، خدائے تعالیٰ نے دکھ لایا کہ جو شخص ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، اس کی ایسی ہی عزت ہوتی ہے۔

اگر کوئی ہم کو نصیحت کرے خواہ وہ درجہ میں کتنا ہی چھوٹا ہو، ہم کو ناگوار نہیں ہونا چاہیے تیسری بات یہ ہے کہ "امر معروف" جیسے حکام وقت یا مالدار جس آسانی سے کر سکتے ہیں ایسا اثر دوسروں کے کہنے میں نہیں ہوتا ہے، مثل مشہور ہے، سوسنار کے ایک لوبار کا، مولویوں کے سو بار کہنے کا وہ اثر نہیں جو حاکم وقت کے ایک بار کا ہوتا ہے اصل تو یہ ہے کہ مالداروں یا حاکم وقت کے ساتھ عام طور پر لوگوں کے اغراض ہوتے ہیں، منافع و البتہ ہوتے ہیں، ان کی مخالفت سے ان کے نفع فوت ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ خوشامد کرنا ہی پڑتی ہے، بدھڑہ چلیں ادھر چلنا ہی پڑے، عام لوگوں کی یا مولویوں کی دوڑ یہ ہے کہ زبان سے سمجھائیں گے، حکام کو یہ بھی قدرت ہے کہ زبردستی کام کروالیں اللہ اللہ کیا قرآن پاک ہے، اسی واسطے احسان جتلاتے ہوئے فرماتا ہے "وَإِنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ" ہم نے لوہے کو پیدا کیا کہ اس سے خوف پیدا ہوتا ہے، سنگینوں کی نوک اور تلوار کی چمک ماکموں کے اختیار میں ہے جس کی چمک سے آنکھ ہی بند ہو جاتے ہیں، بیٹریوں کی جھنکار سے روح کا نپتی ہے وہ بھی لوہے ہی کے ہوتے ہیں، اور یہ ماکموں کے اختیار میں ہیں، مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبند ہی فرماتے تھے کہ قفل دار جو تا بھی لوہے ہی کا ہوتا ہے، مولانا یعقوب صاحب اسی فیلدار

جوتے کا نام روشن دماغ رکھے تھے، کیسا ہی کسی کے دماغ میں رعونت بھری ہو، عقداار جوتے سے سب رعونت کا فور ہو جاتی ہے، دماغ میں روشنی آتی ہے، خیالات صحیح ہو جاتے ہیں، غرض حکومت سے وہ امر معروف ہو سکتا ہے جو دوسروں سے نہیں ہو سکتا۔

**حکایت** ایک تعلقدار صاحب تھے وہ مولوی بھی تھے و عطا بھی کرتے تھے، انکے وعظ میں ان کے سامنے اور سب لوگوں کے آگے وہ لوگ بیٹھتے تھے جن کے کام تعلقدار صاحب سے نکلنا ہوتے تھے، حالانکہ وہ وعظ کیا بلا ہے کچھ جانتے ہی نہیں تھے لیکن تعلقدار صاحب کے سامنے جھے رہتے تھے۔

**حکایت** ایک صاحب کہتے تھے کہ مردم شماری کے زمانہ میں انھوں نے ایک صاحب سے کہا کہ آپ مردم شماری کے کام پر مقرر ہیں، بڑا ثواب ہوگا ایک کام کیجئے، وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کے یہاں مردم شماری کو جائیں تو جہاں اور خانہ پری کرتے ہو، یہ بھی پوچھ لیا کرو کہ تماری ہو یا نہیں، انھوں نے اپنا ہی کیا صرف یہ پوچھنے کا یہ اثر ہوا کہ ہزاروں آدمی تماری ہو گئے، حالانکہ کاغذ میں اس کا کوئی خانہ نہ تھا، اس سوال سے دگ یہ سمجھے کہ حکام کو اس کی طرف توجہ ہوئی ہے، نماز نہ پڑھنے کا شاہد کوئی برا نتیجہ نکلے، اس کا ایسا زبردست اثر ہوا کہ کسی کے وعظ سے نہیں ہو سکتا۔

**حکایت** ایک صاحب نے ایک عہدہ دار سے کہا کہ آپ کو شش کریں تو بہت سے لوگ نمازی ہو جائیں گے، انھوں نے کہا کہ میں کیا کوشش کر سکتا ہوں کیونکہ قانوناً اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں، انھوں نے کہا مداخلت نہ کیجئے، صرف اتنا کیجئے کہ ایک فرضی نوٹ بک میں بے تمازیوں کا نام لکھ لیا کیجئے، زبان سے کچھ نہ کہیے، اس کا یہ اثر ہوا کہ ان کے حلقہ کے بہت سے لوگ نمازی ہو گئے، اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "يزرع الا نسان اكثر مما يزرع القرآن"

حکومت وہ کام کر سکتی ہے جو قرآن کے وعظ نصیحت سے نہیں ہو سکتا، اس لئے اپنی اصلاح کر کے جو اپنی حکومت یا اپنی نگرانی میں ہیں ان کی بھی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں۔

یہ بھی بات ہے کہ ہم امر معروف اس طرح کرتے ہیں کہ دوسرے کو خواہ مخواہ منہ پر لپیٹیں

اس لئے نصیحت عام پیرایہ میں ہونا چاہیے۔

جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو برا کام کرتے ہوئے پاتے تو خطبہ میں فرماتے کیا حال ہے اس قوم کا جو ایسا کرتے ہیں جو شخص اس گناہ میں مبتلا ہوتا تھا اس سے رک جاتا تھا مگر اس کے لئے ذرا غیرت کی ضرورت ہے یا خاص کسی کو کہنا ہو تو تنہائی میں کہیں یا اس طرح مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے، ختم وعظ پر آپ نے

**حکایت** ایک شخص کو جس کا پانچواں ٹخنہ سے نیچے تھا روک کر عجیب انداز سے نصیحت فرمائی، وہ یوں کہ اس سے تنہائی میں فرمائے کہ ذرا میرا پانچواں دیکھو، مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ شاید ٹخنہ سے نیچا ہو، ایسے شخص کے ٹخنوں کو آگ، دوزخ کی لگے گی، وہ شخص قربان ہوا، اور کہا کہ آپ کا پانچواں کیوں ہوگا، ایسا تو میرا ہے اور میں اس سے آج سے توبہ کرتا ہوں، پھر کبھی اس طرح نیچا کر کے نہ بہنوں گا۔

جنتیوں کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:-

”الْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ط (پ۔ رکوع ۳۴۔ سورہ توبہ“)

ہمیشہ نفس کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں، شریعت کے قانون سے بال برابر بھی کم زیادہ نہیں کرتے، پوری طور سے رعایت کرتے ہیں، اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ دین میں بڑی تنگی ہے، دیندار آدمی کو قدم قدم پر حرام کی فکر لگی رہتی ہے جو لوگ آزاد ہیں وہ بڑے مزہ میں ہیں، جو جی میں آیا کر لے، اور دیندار شریعت کے حدود کے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔

صاحبو! یہ بھی شیطانی وسوسہ ہے، آپ نے شریعت پر غور ہی نہیں کیا اور نہ اس

سے زیادہ آسان تو کوئی دین ہی نہیں۔ ایک مثال بیان کرتا ہوں سنئے:-

فرض کیجئے کہ ایک شخص بیمار ہوا، ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا، ڈاکٹر صاحب نے نسخہ لکھا اور پرہیز بتلایا، اتفاق سے وہ مریض ایسی جگہ ہے کہ اس بستی میں نہ وہ دوا ملتی ہے اور بستی چھوٹی ہے، دوا خانہ میں دوائیں نہیں، پرہیز کی اشیاء بھی نہیں ملتیں، بیمار کہتا ہے کہ ڈاکٹر ہی میں یہ کیا تنگی ہے جو دوا بتلانی گئی ہے وہ بستی بھر میں نہیں ملتی۔ اور پرہیز یہ ہے کہ بیگن مت کھاؤ، آلو مت کھاؤ، بھینس کا گوشت نہ کھاؤ، تو دگما

ڈاکٹر صاحب کو برا کہنے۔ اس کو عقلمند جواب دیں گے کہ ڈاکٹری میں تنگی نہیں ہے، تیرے گاؤں میں تنگی ہے، ڈاکٹری میں تنگی اس وقت ہوتی ہے جب کہ ان چار چیزوں کی اجازت ہوتی اور باقی سب چیزیں ممنوع ہوتیں، حالانکہ ڈاکٹری میں (۲۰) چیزوں کی اجازت ہے اور (۳) چیزیں ممنوع ہیں، ڈاکٹری میں کب تنگی ہے تیرے گاؤں میں تنگی ہے، اپنے گاؤں کی اصلاح کر، اسی طرح دین میں اس وقت تنگی کہہ سکتے ہو جب کہ دو چار صورتیں جائز بتلا کر باقی سب حرام کر دیتے بلکہ شریعت نے تو دو چار صورتیں حرام کر کے باقی سب حلال قرار دی ہیں، اور بدقسمتی سے ہم نے ان ہی صورتوں کو اختیار کیا جو حرام ہیں اگر ہم ان حرام صورتوں کو چھوڑ کر (۲۰) حلال صورتوں کو اختیار کریں جو شریعت نے جائز رکھی ہیں تو اس وقت معلوم ہوگا کہ شریعت میں تنگی نہیں ہے، غضب تو یہ ہو رہا ہے کہ ہم اپنے خواہشات کے موافق معاملات کر کے پھر شریعت کو مجبور کرتے ہیں کہ ہمارے ان معاملات کو جائز کہے، گویا شریعت ہماری ملازم ہے جو ہم حکم کریں وہ اس کو جائز کہے۔

**حکایت** | اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک رئیس کو لغو بولنے کی عادت تھی اکثر بے تکلی باتیں ہانکتے تھے، لوگ اس پر ہنسا کرتے، آخر انھوں نے ایک شخص کو نوک دکھا کہ ہم جو کچھ کہا کریں تم اس کی تادیل کر دیا کرو، چنانچہ ایک مجلس میں انھوں نے کہا کہ میں نے ہرن کا شکار کیا، اور ہرن کو جو گولی ماری تو وہ گولی سم کو توڑتے ہوئے پیشانی چیر کر نکل گئی، لوگ ہنسنے لگے کہ کہاں سم اور کہاں پیشانی، نوک نے کہا حضور سبحان زمانے ہیں، وہ ہرن اس وقت سم سے پیشانی سپلا رہا تھا۔

اسی طرح ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس نوک کی طرح شریعت بھی ہماری ہر بات کو جائز کر دے گویا شریعت ہماری باندی ہے۔

صاحبو! اگر ہم خود شریعت کے غلام بن جائیں، پھر دیکھئے شریعت میں کیسی آسانی ہے۔

صاحبو! شریعت ایک قانون ہے، قانون مصلحت خاصہ کی حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہوتا، ہاں مصلحت عامہ کے خلاف نہیں ہوتا ایسا ہی



شرعیات میں بھی مصلحتِ خاصہ کا لحاظ نہیں ہے مصلحتِ عامہ کا خیال رکھا گیا ہے۔

اگر شریعت تنگ ہے تو بادشاہ کا قانون کیوں تنگ نہیں ہے، شریعت پر عمل کرنے سے جیسے آزادی فوت ہوتی ہے ایسا ہی سلطنت کے قانون پر عمل کرنے سے بھی آزادی فوت ہوتی ہے تو سب سے بڑی آزادی یہ ہے کہ قانون پر عمل نہ کیا جائے، ڈاکہ ڈالنا شروع کریں اور اگر کوئی کہے کہ خلاف قانون ہے تو جواب دینا کہ آزادی کے خلاف ہے، مگر کوئی عقلمند اس کو نہیں مانے گا۔

معلوم ہوا کہ جس بادشاہ کے ملک میں اس کے قانون پر عمل کرنا بھی ضروری ہے یا تو خدا کے ملک سے نکل جاؤ کوئی دوسرا ملک تلاش کر لو، اگر خدا کے ملک میں رہتے ہو تو قانون شریعت پر عمل کر کے "الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ط" ہو جاؤ تو پھر "لَيْشِرَ الْمَسُوْمِيْنَ" کے مستحق بنو گے، جس میں یہ جہنموں کی علامتیں ہوں اس کو جنت کی خوشخبری ہو۔

صَاحِبُوْا اِيْكَ اَوْرَاثَ سُنَّيْط:

وَالَّذِيْنَ يَمْسِكُوْنَ بِالْكِتٰبِ  
وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ  
الْمُصْلِحِيْنَ ۝ (پ ۹ - رکو ع ۲۱ - سورہ اعراف)

آج مسلمان کس حالت میں ہیں، اس کا احساس خود ان کو بھی ہو رہا ہے اور وہ خود سمجھ رہے ہیں کہ ہم دن بدن ذلیل ہوتے جا رہے ہیں اور اب کوشش بھی شروع کر دیے ہیں کہ کسی طرح اس ذلت سے نکلیں، مگر وہ ایسی ہی کوشش ہے جیسے کبھی کوشش کرتی ہے کہ جب وہ شہد میں گر جاتی ہے، بہت ہاتھ پاؤں مارتی ہے لیکن اور پھنتے ہی جاتی ہے، ایسا ہی ہم ذلت سے نکلنے کی تدبیریں کر رہے ہیں مگر ہم اور ذلت میں گرتے ہی جا رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ذلت کا سبب ہی نہیں سمجھے کہ ذلت کیوں آ رہی ہے۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ ہم کو ذلت کیوں ہے، جس وجہ سے ذلت ہو رہی ہے اگر اس کو آج سے چھوڑ دیں پھر دیکھئے عزت ہی عزت ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ  
سُوءَ الْعَذَابِ (ط ۱ پ ۹ - رکوع ۲۱۶ - سورہ اعراف)۔

ہم نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو قوم خدا کی کتاب کو چھوڑ دیتی ہے اور پیغمبر کی نافرمانی کرتی ہے ہم اس قوم کو اس کے دشمنوں کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں، وہ دشمن اس کو سخت تکلیف میں رکھتے ہیں، ہر طرح سے ذلیل کرتے ہیں، طرح طرح کے ٹیکس لگا کر مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ دیکھو بنی اسرائیل کو کہ جب انھوں نے قریت شریف کو چھوڑا، پیغمبر ونگی نافرمانی کرنے لگے تو کبھی ہم نے بابل تینوا کے بادشاہوں کے ان کو غلام بنا دیا، کبھی شاہ مصر نے ان کو برباد کیا، پھر سکندر کے زمانہ سے آج تک یہودی تابعدار اور محکوم چلے آتے ہیں، وقتاً فوقتاً قہر الہی کا شعلہ بھڑکتا ہے، لوگوں کے ہاتھوں سے سخت ایذا پاتے ہیں اور قُطِّعَتْ لَهُمْ ہم نے ان کو پریشان اور منتشر کر کے مختلف جگہوں میں بسایا، "مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ" (پ ۹ - رکوع ۲۱۶ - سورہ اعراف) پھر بھی بعض ان میں کے نیک تھے اور بعض بد "إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ" ۱۰ "وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ" وہ جلد عذاب دینے والا ہے، آخرت کے سوا، دنیا ہی میں عذاب دینے والا ہے اور توبہ کرنے والے پر رحم کرنے والا اور مغفرت کرنیوالا ہے، یہی ہماری رحمت کا تقاضہ ہے کہ "وَبَلَّوْا نَهْمًا جَالِحًا خَسَنَاتٍ وَالشَّيَاطِئِ" تو کبھی ہم ان کو آزماتے ہیں، کثرت مال سے اور اہل و عیال اور صحت تندرستی دے کر اور کبھی فقر و فاقہ اور مصیبت میں ڈال کر "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" تاکہ وہ پلٹی کھائیں اور ہماری ہی طرف متوجہ ہو جائیں، جب کبھی وہ سنبھلے تو ہم نے ان کو سلطنت دی، حکومت دی، ہر طرح آرام سے رکھا، جب نافرمان ہوئے تو ہم نے ان کی سلطنت چھین لی، مصیبتوں میں ڈالا۔ غرض یہی حال رہا ہے "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" پھر تو ایسے ناخلف پیدا ہوئے کہ پہلے کے لوگ ان سے ہزار درجہ اچھے تھے "وَرِثُوا الْكِتَابَ" ایسے ناپکاروں کے ہاتھ میں جب خدا کی کتاب آئی "يَا خُدَّوْنَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ" دنیا کے مال و نام و عزت کو حاصل کرتے ہیں، رشوت پتے ہیں، سود کھاتے ہیں، ہر قسم کی بُری باتیں جاری کر دیے ہیں۔

اعمال تو ایسے پھر اس پر "وَلَقَوْا لَوْ نَسِئْنَا لَمَّا كُنَّا" کہتے ہیں 'خدا ہم کو معاف کرے گا' اس سے تو یہ مقصود نہیں ہے "وَرَأَيْتُمْ مَتْرَفًا مِّثْلَهُ يَأْخُذُ وَلَا يُدْرِكُ" (پہ۔ رکوع ۲۱۔ سورہ اعراف) پھر بھی کوئی دے تو لینے کو موجود، حلال حرام کی کچھ پروا نہیں جو چاہیں کریں۔

صاحبو! ایک اور مقام پر ارشاد باری ہو رہا ہے:-

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ" صاحبو! اس وقت خدائے تعالیٰ آپ کو پکار رہا ہے ہائے یہ کیسی پکار ہے، غافلوں کو چونکانے، غائبوں کو بلانے، دنیا میں پھنسے ہوؤں کو چھڑانے، انجان بنے ہوؤں کو اپنا پتہ دینے، کاروبار میں مشغول رہنے والوں کو آخرت کے کام میں لگانے، منہ موڑے ہوؤں کو اپنی طرف متوجہ کرنے، عاشقوں کے عشق کو بھڑکانے، چاہنے والوں کے شوق کو بڑھانے، پکار رہے ہیں "يَا أَيُّهَا النَّاسُ" ارے وہ جو فانا انسان تھے میں اور مجھ میں کیا قول و قرار ہوا تھا، یثاق کا وعدہ یاد ہے "أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ" قَالُوا بَلَىٰ "کا واقعہ بھول گیا، تیرے کو اس صورت انسانی میں کون لایا، تیری غذا کے لئے ساری مخلوق کو کون تیرا خادم بنایا، کس کی قدرت سے تو چلتا پھرتا انسان ہے کس کی حکمت سے تیری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، کس کی کاڑیگری سے تیرے کان سن رہے ہیں، تجھے یہ عقل و سمجھ کس نے دی، ہائے سب کچھ لیا اور پھر بھول گیا، ہم سے علاقہ توڑ کر ہم سے دور دور رہنے لگا، تیرا برتاؤ بھی دیکھ اور میرا برتاؤ بھی دیکھ جو تجھ سے ہو رہا ہے، گناہ پر گناہ تو کئے جاتا ہے، میں ستاری سے تیری پردہ پوشی کرتا رہتا ہوں، تو میری ناشکری کرتا ہے، میں تیری ناشکری پر مواخذہ نہیں کرتا۔ او ناقد مے انسان! تو ہی انصاف کر، کب تک تو میری مخالفت کرتا رہے گا۔ اگر ماں باپ کا تو ایسا غلاف کرے تو ان کو صبر نہ آئیگا، بھائیوں کے ساتھ اگر تیری یہ ان بن رہے تو وہ برداشت نہیں کریں گے، ہم سب کچھ دیکھ رہے ہیں، پھر بھی انجان بنے ہوئے ہیں، مگر تجھے شرم نہیں آتی کہ ہماری دی ہوئی چیزوں کو ہمارے ہی غلاف میں صرف کرتا ہے، تیری اندرونی حالت کو جیسے ہم جانتے ہیں، اگر تیرے احباب جانتے تو کبھی تیرے پاس دھچکتے۔ باوجود تیری اس حالت کے پھر ہم

تجھ سے ملتے رہنے کا (یعنی نماز پڑھنے کا) حکم دے رہے ہیں، کبھی تو نے کھیت کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ کس طرح ہل چلا کر زمین صاف کرتے ہیں، پتھر دیکھا اٹھایا اور پھینک دیا، گھاس، ہریالی ذرا سی بھی کہیں نظر آئی اس کو کھود کر صاف کر دیا، پانی پہونچانیکا انتظام کرتا ہے، اس محنت کے بعد جو بیج ڈالتا ہے تو وہ خوب پھلتا اور پھر لٹا ہے۔ کیا تیرا دل کھیت سے بھی گیا گذرا ہے۔ اوبے سمجھ انسان! دیکھا تم نے دل کی کیا حالت بنائی ہے، دل بنجر زمین بن گیا ہے، بُرے اخلاق دل میں کانٹوں کے درخت بن کر اُگے ہوئے ہیں دنیا کی محبت نے دل کو قابلِ زراعت نہیں دکھا ہے، ابھی کھیت بونے کا وقت ہے۔ اٹھ! عبادت کر کے زمین کو پاک و صاف کر کے آنسوؤں سے دل کے کھیت کو پانی دے کر پھر خدا کی محبت کا بیج بو، پھر دیکھ کیسے پھل پھول لاتا ہے، آنکھ ہے کہ خدا کی مرضی کے خلاف نہیں دیکھے گی، ہاتھ بھی خدا کے تابع رہیں گے، زبان فضول کلامی سے رُکے رہے گی، قدم خدا ہی کی طلب میں اٹھیں گے، جس دن گنہگاروں کو پکارا ہوگی۔

وَأَمَّا زُورُ الْيَوْمِ آيَئِنَّهَا لَمَجْرُمُونَ ﴿٥﴾ ترجمہ:- اور اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔ (پ - رکوع ۴ - سورہ یس)

اس دن مبارک ہو تم کو یہ ندا ہوگی:-

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٦﴾ اَرْجِعِي  
إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٧﴾  
ترجمہ:- اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی  
طرف میں اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش

(پ - رکوع ۱ - سورہ الفجر)

اے غافل انسان! اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو افسوس ہے تجھ پر تیرے پاس ہے ہی کیا با دل ہے یا وقت، دل بگاڑ چکا، وقت کھو چکا، اب آنے والی منزلوں میں انہی دو کے بارے میں تجھ سے سوال ہوگا، قلب سلیم تو کہاں سے لاوے گا، تیرا وقت کس کام میں گذرا، کیا بتائے گا اگر تو کسی چیز کے ضائع ہونے پر دوتا ہے تو اس بات پر رولے کہ تو نے کچھ بھی خدا سے تعلق پیدا نہیں کیا ہے

سال بیگاہ گشت وقت گشتنی ؛ جزیاہ رونی و فعل زشتشتی



میں وہیں اے راہ رو بیکہا شد ؛ آفتاب عمر سوی چاہ شد  
 این قدر تخمے که ماند شست بکار ؛ تا بروید زین دو دم عمر و راند  
**حدیث** حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے پیچھے سوار تھا، مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ فاصلہ نہ تھا  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے معاذ! اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے اور بندوں کا حق اللہ پر  
 کیا ہے، میں نے عرض کیا، اللہ کو اور اس کے رسول کو معلوم ہے، حضرت فرمائے، اللہ کا  
 حق بندوں پر یہ ہے کہ خدا کی عبادت کریں، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔  
 بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ ایسی عبادت کرنے والوں کو عذاب نہ کرے۔  
 اوبے سمجھ انسان تو اور کیا چاہتا ہے خدا کا حق سے اور اپنا حق لے۔  
 سنو سنو یا خداے تعالیٰ اس لئے پکار رہا ہے "يَا أَيُّهَا النَّاسُ ادَّبُوْنِي مَعُوْنِي  
 انسان، تو بھولے سے ہماری عبادت میں کوتاہی کیا ہوگا، خیر جو ہوا سو ہوا اے

بھیر لو بھولا ہوا جب نہ سہی اب سہی

وقت کی کر لو قضا جب نہ سہی اب سہی

صاحبو! عبادت اولیاؤں کا سرمایہ ہے، متقیوں کا لباس ہے سعادت ہے  
 تو عبادت میں ہے، عزت ہے تو عبادت میں ہے، جب آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں  
 آ رہے تھے مکہ ہوا آدم! جاؤ ہم نے دنیا کو عبادت کا مقام بنایا ہے، دنیا میں عبادت کیا کرو  
 دنیا میں جو عبادت کرتا ہے وہ آخرت میں فرشتہ سے بڑھ جاتا ہے، غرض عبادت ایسی  
 ضروری چیز ہے کہ جن اور انسان کے پیدا ہونے کی غرض عبادت کرنا ہے، عبادت  
 کے سوا کوئی مقصود ہے ہی نہیں۔

اب رہی یہ بات کہ عبادت کیا چیز ہے شیطان دعو کہ دے کر عبادت سے روکنا  
 چاہتا ہے، دو چار اللہ کے بندوں کو دکھاتا ہے جو تسبیح لئے ہوئے مسجد میں ہیں، رات  
 دن مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو دکھا کر شیطان کہتا ہے کہ عبادت اس کو کہتے ہیں بھلا  
 تو عبادت کر سکتا ہے، تیرے پیچھے بیوی، بچے، نوکری، بیوی پار، کھیتی لگی ہوئی ہے تو

کیسے عبادت کر سکتا ہے، یہ شیطان کا زبردست دھوکہ ہے، یہ سچ ہے کہ انسان کو خدائے تعالیٰ فراغت دے اور پھر وہ ذکر میں نہ رہے تو اس سے زیادہ کوئی بد نصیب نہیں اسی واسطے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے "إِنَّ أَبْغَضَ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ الصَّيْحُ الْفَارِغُ" خدائے تعالیٰ کو سب سے برا زیادہ وہ شخص معلوم ہوتا ہے کہ

تندرست ہو اور فراغت ہو، پھر وہ دنیا کا کام کرے نہ دین کا۔ کیونکہ فراغت ہو اور کچھ کام نہ کرے تو خیالاتِ فاسدہ پیدا ہوتے ہیں، دنیا کا کام روزی پیدا کرتا ہے، بشرطِ بچ کھیلنا، گنجفہ کھیلنا نہیں ہے، ورنہ کوئی بگے گا ہم بیکار نہیں رہتے ہیں گنجفہ کھیلنے رہتے ہیں "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ"

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ روزی کھائے یا ذکر الہی کرے۔ غرض عبادت یہ نہیں ہے بلکہ عبادت کے معنی ہیں غلام ہونا، اسی سے عبید ہے جس کے معنی غلام کے ہیں اب تک جو آپ کو کہا گیا کہ عبادت کرو، اس کے معنی یہ ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے غلام بنو، غلام بننے پر مجھے ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت | ایک بزرگ سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، مجھے مرید کیجئے، ان بزرگ نے کہا کہ اچھا استخارہ کر کے آؤ۔ وہ شخص وہاں سے ہٹ کر واپس آیا اور عرض کیا کہ میں نے استخارہ کر لیا، ان بزرگ نے کہا کہ یہ ایسا کیسا استخارہ کہ اس قدر جلد واپس آئے۔ اس نے کہا حضرت میرا استخارہ سن لیجئے میں نے الگ بیٹھ کر نفس سے پوچھا بیعت کے معنی ہیں بکنے کے، تو بکنے سے غلام ہو جائیگا غلام ہونے کے بعد اگر پیر و مرشد فرمائیں جاگو، جاگنا پڑے گا، اگر کہیں بھوکے رہو، بھوکا رہنا پڑے گا۔ تو کیوں بے وقوف ہوا ہے، اچھی خاصی آزادی کو چھوڑ کر دوسرے کے قبضہ میں اپنے کو دے دیتا ہے، نفس نے یہ جواب دیا کہ یہ سب کچھ سچ ہے، مگر خدا تو مل جائے گا، میں نے کہا کیا خدا تمہارا قریب دار ہے نہ ملے تو، نفس نے جواب دیا یہ ملنے کا اور نہ ملنے کا مختار آپ ہے، پر تجھ کو چاہیے کہ تنگ و دو گلی رہے

خدا نے اس کو اختیار ہے مگر خدا کو یہ تو خبر ہو جائے گی کہ یہ کم سخت بھی ہمارا طالب ہے بس اتنا ہی کافی ہے۔

ہمیں بس کہ داند ماہر و یم ؛ کہ من نیز از خریداران اویم  
ہمیں بس اگر کاسر قماشتم ؛ کہ من نیز از خریدارنش باشم  
ان بزرگ نے کہا بھائی تیرا استخارہ عجیب ہے اور بیعت کر لئے۔ صاحبو! یہ تو بیعت ہے، غلامی اس سے زیادہ دشوار ہے، چاہتے یہ ہیں کہ آپ خدا کے غلام بنو، غلام بننے میں تکلیف معلوم ہوتی ہے تو پھر بھی آپ کو غلام بننا پڑے گا، کیوں صاحبو! کیا تم کو وہی دوا نہیں پتے، تمباکو نہیں کھاتے، جس سے اول اول چکر آتے ہیں مگر عادت کے بعد اس کے بغیر چین نہیں آتا تو یہی سمجھ کر تم ذرا غلامی کی عادت کر لو، وا اللہ یہ غلامی خود آپ کو چمٹ جائے گی، معشوق اگر مستعد نہ لگائے تو کیا اس کی سختی برداشت نہیں کرتے، دنیا کا معشوق آسانی سے نہیں ملتا، کیا خدا آپ کو آسانی سے مل جائے گا، دنیا کے کاموں میں کیسے کیسے سختیاں جھیلتے ہو۔ کیا خدا کی غلامی میں سختی سے بچنا چاہتے ہو۔

صاحبو! یہ تو میں ہمارے اعتبار سے کہہ رہا ہوں، عاشقوں سے پوچھو کہ اس غلامی میں کیا لذت ہے، اگر غلامی سے لگانا چاہے تو روئے گا، چلائے گا کہ میاں جو چاہے سزا دو، مگر اپنی غلامی سے مت نکانوہ

اسیرش نخواہد رہائی ز بند ؛ مکاشش بخوید خلاص از کمند  
اس تکلیف میں بھی عاشقوں کو لذت ملتی ہے جیسے کسی کا معشوق دبوچے، ہڈی پھسل گونا ہو رہی ہے مگر جو لذت مل رہی ہے اس کو عاشق کے دل سے ہی پوچھو، اگر معشوقہ کہے کہ اگر تم کو تکلیف ہو رہی ہو تو تم کو چھوڑ کر دوسرے کو دباؤں تو وہ کہے گا کہ  
نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغنت  
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

مر بھی جاؤں تو بلا سے مگر مجھ ہی کو دبوچو، جیسے تمباکو والوں کو تمباکو کی تلخی لذت معلوم ہوتی ہے، ایسا ہی عاشقوں کو غلامی کی تلخی میں مزہ آتا ہے، کیوں صاحبو!

مرچ کی تیزی کیسی لذیذ معلوم ہوتی ہے، مرچ کھاتے بھی جاتے ہیں، روتے بھی جاتے ہیں اور پھر کھاتے جاتے ہیں، غلامی میں اگر تکلیف بھی ہو تو اس میں بھی مزہ ہے، اگر مزہ نہ تپ بھی آپ کو صبر سے کام لینا چاہیے۔

صاحبو! غلامی کیا ہے، دیکھو غلام کیا کرتا ہے، ایسا ہی خدا کے ساتھ معا رکھو، غلام اپنے مالک پر پورا بھروسہ رکھتا ہے، مالک کو اپنا حمایتی سمجھتا ہے، اس کے نزدیک مالک اس کا سب سے زیادہ حمایتی ہوتا ہے، مالک پر اس کو ایسا بھروسہ ہوتا ہے کہ کیسا ہی قحط ہو، مالک کو فکر ہوتی ہے، غلام کو کچھ فکر نہیں ہوتی، غلام کہتا ہے میرا مالک موجود ہے مجھ کو کیا فکر ہے، مالک کی غلام کے دل میں عظمت ایسی ہوتی ہے کہ مالک کے احکام کی وجہ دریافت نہیں کرتا، فوراً تعمیل کرتا ہے۔ صاحبو! خدا کے بھی ایسے ہی غلام بنو۔

**حکایت** ایک شخص ایک غلام خرید کئے اور پوچھے تمہارا نام کیا ہے؟ اس غلام نے کہا خیر اب تک جو کچھ تمہارا آپ جو پکاریں، کہا کیا کھائیں گے؟ غلام نے کہا جو آپ کھلائیں، انھوں نے کہا کیا پہنیں گے؟ کہا جو آپ پہنائیں۔

صاحبو! غلام کو کچھ اہمیت نہیں ہوتی، غلام کا کوئی کام مقرر نہیں، مالک جس کام کے لئے کہے وہ کرنا ضروری ہے، ایک وقت زرق برق کپڑے پہن کر مالک کا خلیفہ بن کر نیابت ادا کر رہا ہے۔ دوسرے وقت دیکھو تو مالک کے نجس کپڑے، دھور ہا ہے، کبھی میاں کا مہتر بنا ہوا یا پانچانہ صاف کر رہا ہے، کبھی میاں کی طرف سے عالم بنا ہوا حکومت کر رہا ہے۔ غرض غلام نوکر بھی ہے، مہتر بھی ہے، خدمت گار بھی، میاں کا نائب بھی ہے، غرض جو میاں حکم دیں وہ کرنے تیار ہے۔

صاحبو! آپ خدا کے غلام ہیں، آپ کی کوئی خدمت نرسدگی کی طرح مقرر نہیں جو خدائے تعالیٰ حکم دیں وہ کرنا آپ کا کام ہے، کبھی بیوی بچوں کی خبر گیری کر رہے ہیں، یہ بھی اسی کا حکم ہے، کبھی خدا کی یاد میں بیٹھے ہوئے ہیں، اس سے راز و نیاز کر رہے ہیں، کبھی پانچانہ میں ہیں تو کبھی مسجد میں، ایک وقت نیکوں کی صحبت میں بیٹھے ہوئے فیض



لے رہے ہیں تو ایک وقت بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہیں، کبھی میاں کے سامنے زیادہ ہیں تو کبھی کم، بعض وقت کم از کم (۵) وقت میاں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کر رہے ہیں "اَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" میاں صراطِِ غلامی پر رکھو جو چاہو کرو، مگر اپنی غلامی سے مت نکالو، معاش کی فکر میں پھرتا ہوں تو میاں مت سمجھنا کہ آپ کو بھولا ہوا ہوں، آپ ہی کا ہوں، آپ ہی کی طرف دوڑے دوڑے آتا ہوں، کبھی نوکری کر رہا ہے اور کبھی کھیتی، سب غلامی ہے، سب کچھ کریں، مگر کریں خدا کی مرضی کے موافق ہے

زندگی ان کی بندگی ہو جائے  
زندگی ان کی زندگی ہو جائے

آج روز جمعہ رمضان المبارک کی ۲۵ تاریخ اور ۱۳۸۲ھ (تیسرا سو بیاسی ہجری) ہے، میں اس فضائل نماز کو ترتیب دے چکا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ کو اور عام مسلمانوں کو اس کے نصاب پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

عَاجِزٌ

سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام-۱)

ابن حضرت مولانا سید عبد اللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ

جامیاد واقف دم باش عزیزاں رفتند

فکر عقبیٰ بکن آخر کہ توہم مہمانی

کم خورد کم خسپ و کم گوہم بھلا کم نشیں

دائمسا در ذکر باش و خویش را ہیں بدتریں

با عاشقاں نشیں و غم عاشقی گزیں

باہر کہ نیست عاشق کم کن از و قریں

از لطفیل خواجگان نقشبند : کار دنیا عاقبت محمود یاد مکتبہ

خادم (محمد داؤد علی)  
بیرون ایاتوت پورہ

مطبوعہ رفیق مشین پریس، حیدرآباد

# شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

## یافتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- الہی بجزمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم  
الہی بجزمت خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بجزمت معاصب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بجزمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بجزمت امام بہام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
الہی بجزمت سلطان العارفين قطب العاشقين حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ مولانا محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ مولانا محمود انجیر فغوی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت سید السادات حضرت سید خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ خواجگان پیر پیراں امام الطریقیت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ  
الہی بجزمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخمی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد وردیش رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد الکنگلی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقیت حضرت شیخ احمد فاروقی  
 سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بجزمت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت ایشاں حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زمان قطب جہاں حضرت مرزا منظر جاہانانا  
 شہید رحمۃ اللہ علیہ

الہی بجزمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت شیخ وقتا قطب دوران عارف باللہ حضرت سید محمد یاد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت شیخ واصل مرشد کامل حضرت ابوالحسنات سید عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ  
 الہی بجزمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابوالبرکات سید خلیل اللہ ابن حضرت ابوالحسنات سید  
 عبد اللہ رحمہ فرماو عاقبتش بخیر گردان مُحَمَّدَمَہِ النَّبِیِّ وَاللَّهِ الْاَلْحَمْدُ -

اَمَّا بَعْدُ .....

در طریقہ عالیہ نقشبندیہ بیعت نموده داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ  
 مذکورہ از فیوضات مرشدان حفظ و از نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرمایہ

اٰمِیْن یٰ اَرْبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلِّیْ عَلٰی اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی

خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ ذٰلِکَ اَجْمَعِیْنِ

بِرَحْمَتِکَ یٰ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

# شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

يَا فَتَّاحُ

ذَكَرُ الْمَوْلَى مِنْ حَيْثُ أَوْلَى

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولًا يَهْدِي إِلَى طَرِيقِ الْإِيمَانِ لِلْعَالَمِينَ وَ  
صَيِّدًا وَسَيْلَةً مَرْضِيَّةً لِلرُّسُولِ إِلَى صِرَاطِ النَّجَاةِ وَالْيَقِينِ وَالصَّلَاةِ  
وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُولِهِ أَفْضَلِ النَّبِيِّينَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ حَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
تَحْمِيدِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ  
أَمَّا بَعْدُ فَهَذِهِ شَجَرَةُ قَادِرِيَّةٍ مَنْ تَوَسَّلَ إِلَيْهَا وَصَلَ إِلَى الْمَرَامِ  
الَّذِي لِعَجْرٍ وَأَنْكَسَرَ عَيْدُكَ الضَّعِيفِ الْبَوَالِرْكَاتِ سَيِّدِ خَلِيلِ اللَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ ابْنُ حَفْرَتِ الْبَوَالِحْنَاتِ  
سَيِّدِ عَبْدِ اللَّهِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید محمد پادشاہ بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید محی الدین پادشاہ بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید فرید الدین بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سید علی موئی بخاری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی موئی قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت سلطان العارفين قطب العاشقين سید شاہ عبداللطیف قادری لاہوری قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت شیخ محمد بن شیخ قاسم قدس سرہ

الہی بجزت رازو نیاز حضرت شیخ قاسم بن شیخ عبدالباسط قدس سرہ



الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ عبدالباسطین شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ شہاب الدین ابی العباس احمد بن شیخ بدر الدین حسن قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ بدر الدین بن شیخ علاء الدین علی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ علاء الدین علی بن شیخ شمس الدین محمد قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق بن شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ ابوسعید المبارک المخزومی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الشکادی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ ابوالفرح طوطوسی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ ابوالفضل عبد الواحد بن عبد العزیز التیمی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ ابو بکر عبد اللہ شبلی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت سید الطائفہ حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ عبد اللہ سمری سقطلی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ حبیب عجمی قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت امیر المؤمنین امام المشرق والمغربین سیدنا محمد بن عبد اللہ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ  
 الہی بجزمت رازو نیا حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین محترم اللعالمین  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیماً مبارکاً کثیراً کثیراً۔  
 بیعت و ارادت ..... قادری درین سلسلہ قادریہ عالیہ مقبول و پذیراؤ۔  
 الہی بجزمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر ..... قادری رحم فرما  
 دعا بقیش بخیر گردان و از فیوض مرشدان حظ وافر و نصیب متکاثر مع انستقامت شریعت  
 عطا فرما آمین آمین بدرحمتک یا ارحم الراحمین ط

## تعارف زُجَاجَةِ المَصَایِحِ

مولفہ حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب قبا نقشبندی حنفی مدظلہ العالی

”مشکوٰۃ المصایح کے اسلوب پر حنفی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جامع اور مستند ذخیرہ ہے“

مولانا عبدالمجاہد صاحب دریا بادی فاضل مدیر صدق جدید لکھنؤ

اس تالیف سے متعلق اپنی اشاعت مورخہ ۲۹ محرم الحرام ۱۳۴۳ھ ۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء میں جو لائے ظاہر فرمائی ہے اس کا اقتباس یہ ہے:-

خطیب تبریزی کی مشکوٰۃ المصایح سے دینداروں میں ہر پڑھا لکھا واقف ہے، حدیث نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مستند اور کارآمد اور نسبتاً مختصر ہونیکے باوجود بڑی حد تک جامع مجموعہ صدیوں سے

ہندوستان میں چلنا آرہا ہے اور عوام و خواص سب کے حق میں شمع ہدایت کا کام دے رہے ہیں لیکن صاحب

مشکوٰۃ یا وجود اپنی اس جلالت قدر کے بہر حال حنفی المذہب نہ تھے شافعی تھے اسلئے شافعی مذہب

کی رعایت انکی کتاب میں جا بجا آجانا بالکل قدرتی تھا اور اسلئے علماء حنفیہ ایک اس قسم کے دوسرے

مجموعہ احادیث کی نہرت مدت سے محسوس کر رہے تھے جس میں رعایت انکے مسلک و مشرب کی ہو۔

صدیوں کے بعد اس ضرورت کو عملاً پورا کر نیکی سعادت اس حیدر آبادی فاضل کے حصے میں آئی

ہے کتاب کا نام تو مشکوٰۃ کے جوڑ پر ”زجاجہ“ ہی ہے مضامین کی ترتیب بھی اس متاخر نے اپنے اسی پیشرو

کے مطابق رکھی ہے۔

دیباچہ میں مولفہ زجاجہ المصایح نے اپنے ایک رویاء صالحہ اور بشارت نبوی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔

”کتاب“ میں ابواب کے تحتانی عنوانات مشکوٰۃ کے مطابق ہی ہیں، سوائے اس کے

جہاں جہاں مؤلف کو ضروری معلوم ہوا ہے تقویت مذہب امام اعظم کے لئے متن کتاب میں

یا حاشیہ پر مضامین کا اضافہ کر دیا ہے، چنانچہ کتاب العلم کے تحت مناقب کی ایسی روایتیں درج

کر دی ہیں جن کا اشارہ انکے خیال میں ابوحنیفہ کی طرف نکلتا ہے۔

اسی طرح باب قیام رمضان کے تحت تراویح کی تاکید اور اس کی تعداد رکعات وغیرہ پر

حاشیہ اور متن میں اقوال و مباحث درج کئے ہیں، علیٰ ہذا باب عیادت المریض کے تحت زمانہ طاعون میں آبادی چھوڑ کر یا نہ نکل جانے پر "وَقِسْ عَلٰی هٰذَا" اور حواشی میں تو کثرت سے مسائل حنفی کی تائید میں دلائل اجمالاً یا تفصیلاً دیدے ہیں۔

مشکوٰۃ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر عنوان باب کو تین تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا تھا اس میں فصلوں کی یہ تقسیم اٹھادی گئی ہے۔

مضمون کتاب کی اصل قدر و قیمت کو پہچاننا اور احادیث مندرجہ کو پرکھنا تو اہل فن ہی کا کام ہے، باقی عام ایک ناظر کے نقطہ نظر سے تو فاضل مولف نے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے اور حنفیہ کے ذمہ جو قرص صدیوں سے پلاؤ رہا تھا اسے ادا کر نیکی سعادت انہیں حاصل ہوگئی ہے، قابل رشک ہیں ایسی ہستیاں جو اس دور میں بھی کساد بازاری اور کسر پرسی کے ہر پہلو کو آنکھیں بند کئے ہوئے خدمت دین کی وطن میں لگی ہوئی ہیں۔

اس تالیف کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے دینی و علمی ماہ نامہ "دارالعلوم" کے جلد ۷ شمارہ ۶ ماہ جمادی الآخر ۱۳۷۲ھ میں پانچ ۱۹۵۵ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے :-

فقہائے احناف پر جہاں اور بہت سے غلط الزام ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ احناف اہل الرائے ہیں بلکہ بعض زبان و قلم کے بیباک تو یہاں تک کہہ گزرتے ہیں کہ احناف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ تو نعمان بن الثابت الکوفی کی شریعت پر عمل پیرا ہیں، گویا مخالفین مسلک احناف فقہ حنفی، احادیث کے خلاف اور اپنی رائے اور اجتہاد پر قائم نظر آتا ہے حالانکہ محققین کا اس بارہ میں فیصلہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان فقہی جزیہ کی بنیاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے اس کی کوشش کی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر فیصلہ کرنے سے حتی الوسع گریز اور اجتناب کیا جائے مثلاً "باب المہر" میں ایک حدیث ہے کہ لا مہر اقل من عشرة دینار ہم احناف نے تعین مہر کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے متعین سمجھا اور اسکے لئے حدیث کی محبت قرار دیا، لیکن امام شافعی "برد اللہ مضجعة" زوجین کی رائے پر دوسرے معاملہ کی اس طرح معاملہ کو بھی موقوف کرتے ہیں اور تعین مہر میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے

کسی صراحت کو تسلیم نہیں کرتے، شوافع نے اس حدیث پر اعتراضات کئے اور اس کی صحت کو مشکوک قرار دیا، ہندوستان کے ایک عالم (جنکے بارے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کی نقل نہایت معتبر ہے اور خود انکی رائے ساقط الاعتبار ہے) (اوکھما قال) جنکے ذوق مجتہدانہ کی زد میں اکثر احناف آتے ہیں، اس خاص مسئلہ میں امام شافعیؒ کے ہمنا ہیں، اور اپنی مشہور تصنیف میں احناف کے اس استدلال پر عقلاً و نقلاً اتنے اشکال وارد کئے جن اشکالات کو پیدا کرنے میں شوافع کی ذہانت بھی ناکام رہی، اور اس سلسلہ میں امام محمدؒ کی تفصیلی بحث نیز علماء احناف کی تشفی بخش تقاریر پر مولانا مرحوم نے قلم تہنسیخ کھینچ کر رکھ دیا، گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو بقول شوافع ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تو کم از کم اتنی حقیقت ضرور معلوم ہوتی ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد اللہ ربہ رائے پر نہیں بلکہ احادیث و قرآن کے ذخیرے ہی پر ہے، بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ احناف پر اہل الرائے ہونے کا الزام فکر و نظر کی ناہمواری کے ساتھ فقہ حنفی کے عمیق اور گہرے مطالعہ کے ہونے کی علامت ہے ورنہ اگر انصاف کی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ مسلک حنفی حدیث کے ضلالت نظر نہیں آئے گا۔ جن محقق عالم نے اس خاص باب میں اپنی عمر کا طویل حصہ صرف کیا وہ کہتے تھے کہ:۔

”ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونیکے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے، سو اللہ ربہ اپنی تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہونکہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث رکھتے ہیں کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں، اور اس لئے وہ اجتہاد پر اسکی بنیاد رکھتے ہیں وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں“ حیات انور صفحہ (۱۴۲)۔

یہ خیالات امام العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے ہیں جن کا اظہار آپ اپنے درس میں اکثر فرماتے تھے جن دماغوں میں انصاف کی ادنیٰ سی تابانی موجود ہے وہ اس حقیقت کی تصدیق کریں گے۔



زیر نظر کتاب از جاہ المصایح، اس مقصد کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی ہے کہ مشکوٰۃ شریف کے طرز پر ان تمام احادیث کو جمع کیا جائے جن سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے، مؤلف علامہ شہر بابا کے شروع میں قرآنی آیت کو ذکر کرنے کے بعد مسلک حنفیہ کی مؤید احادیث کو جمع کیا ہے، تمام احادیث سند و متن کے اعتبار سے نہایت قوی اور سلسلہ رواۃ سلسلۃ الذہب ہے، احادیث متفق علیہ اور علی شرط شیخین ہیں، فٹہ نوٹ میں مولانا نے اقوال حنفیہ کی تفصیل فقہائے احناف کے اقوال، عقائد کے مسائل، کلام کے مباحث، معارف الحدیث اور معارف القرآن کو تفصیل سے پیش کر کے کتاب کی قیمت کو ہر جہت سے بالا کر دیا ہے، فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب حدیث کی تعبیر متعین کرنے کے بعد فقہ حنفی کی وضاحت اس کتاب کی خصوصیت ہے۔

ذمہ داری کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ”زجاہ المصایح“ فقہ حنفی کی مؤیدات میں اسی حیثیت کی مالک ہے جو فقہ شافعی میں مشکوٰۃ شریف کو حاصل ہے، کتاب کی اصل قدر و قیمت مطالعہ کے بعد معلوم کی جاسکے گی۔ تبصرہ نگار طلبہ اور مدرسین حضرات سے اس ”انمول موتی“ اور ”دُر نایاب“ کے مطالعہ کی خاص طور پر سفارش کرتا ہے۔ شرمندہ دستخط سید محمد انظر شاہ کشمیری

دفتر دارالعلوم دیوبند ضلع سہارن پور کی راس تالیف کے ضمن میں یہ ہے۔

بسم اللہ الحمد للہ و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ، کتاب مستطاب زجاہ المصایح احقر کے سامنے ہے اور باصرہ نواز ہے، جتہ حستہ مقامات سے استفادہ کی سعادت میسر ہوئی جس سے قلب نے دو وجہوں کے فرح و سرور کا اثر لیا۔ اولاً اس بنا پر کہ کتاب مذکور فن حدیث کی خدمت کا بہترین مجموعہ ہے جس میں مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر فقہی ابواب کی ترتیب سے ہر باب کی متعلقہ روایات پاکیزہ ترتیب کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں اور ساتھ ہی حواشی اور منہیات کے ذریعہ مقصد حدیث کا مافذ قرآن سے پیش کرتے ہوئے مؤدور آیات کا ذخیرہ مزید پیش کر دیا گیا ہے جو فن کی عمدہ ترین خدمت ہے۔

ثانیاً اس بنا پر کہ یہ کتاب مذہب حنفی کے مافذوں اور مؤیدات کا ایک زبردست خزانہ ہے جسکی نئی زمانہ شد ضرورت تھی، کیونکہ تصابیح دارس میں مروجہ کتب حدیث اکثر و بیشتر شوافع کی تالیفات ہیں جن میں مذہب شافعی کا مؤید ذخیرہ تو کافی مل جاتا ہے لیکن حنفی مسلک کی تائید کا مواد خاطر خواہ دستیاب

ہیں ہوتا جس سے طلبہ اور مستفیدین تو مذہب حنفی کے بارہ میں تشنہ رہ جاتے ہیں اور مخالفین مذہب حنفیہ کے دل اور دماغ پر یہ اثر پڑتا ہے کہ مذہب حنفی حدیث کے لحاظ سے بے باہ اور مفلس ہے یا اس کی مؤید روایتوں کا وجود ہی نہیں ہے تو وہ ضعاف اور کمزور قسم کی روایات ہیں جو محدثین کے نزدیک کچھ زیادہ قابل اعتنا نہیں، درحالیکہ معاملہ برعکس ہے حنفیہ کے یہاں قبول حدیث کا معیار محض سند روایات ہی نہیں بلکہ اسکے علاوہ درایت و تفقہ کے دوسرے اصولی معیار بھی ہیں جنکی رو سے حدیثیں ان کے یہاں قبول کی جاتی ہیں گو یا کسی مرحلہ پر کسی بھی روایت کو خواہ وہ سنداً قوی ہو یا ضعیف بشرطیکہ قابل احتجاج ہو چھوڑنا نہیں چاہتے، ظاہر ہے کہ جس مذہب میں قبول حدیث کا ایک ہی راستہ ہو بلکہ مختلف معیار ہوں جنکی رو سے ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ان سے زچھوٹ سکتی ہو اس مذہب کی نسبت یہ خیال قائم ہو جانا یا کرا دیا جانا کہ اس مذہب کو حدیث سے کوئی تعلق نہیں اور کسی حد تک ہے تو کسی گری پڑی روایت سے ہے جسکا شمار ارباب فن کے یہاں قابل اعتنا روایتوں میں نہیں محض اسی بنا پر ہوا ہے کہ حنفیہ نے متون حدیث کی جمع و ترتیب میں زیادہ حصہ نہیں لیا بلکہ وہ اکثر و بیشتر حدیث کی خدمت فقہی نقطہ نظر سے کرتے رہے۔ اسکے بعد اس دور کا یہ آخری نقش ہے جو زجاجة المصابیح کی صورت میں اہل علم کی نگاہوں کے سامنے آ رہا ہے جس میں فن کی خدمت کے ساتھ ساتھ مذہب حنفی کی حدیثی خدمت خاص طور سے انجام دی گئی ہے، حنفی مسائل کے بنیادی مافذ اور انکی تائید میں احادیث و آثار اور سنن و فتاویٰ صحابہ کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے جس سے وہ تمام قدشات رفع ہو جاتے ہیں جو مذہب حنفی کے بارہ میں مخالفین مذہب کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب حضرت مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب خلف حضرت مولانا سید مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو القیادکن میں سے ہیں جامع شریعت و طریقت عالم ہیں اور مخلوق کو آپ کی ذات سے علمی و عملی فوائد و برکات حاصل ہو رہے ہیں یہ کتاب آپکی علمی خدمت کا شاہکار ہے اسلئے زجاجة المصابیح اپنے موضوع کی خوبی کے ساتھ ساتھ اپنی نسبت کے لحاظ سے بھی قابل قدر اور لائق استفادہ ہے کیا اچھا ہو کہ ہر اس دینیہ میں مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ ساتھ یا اسکی جگہ زجاجة المصابیح بھی رائج ہو جائے تاکہ طلبہ کے سامنے مذہب حنفی کے حدیثی مسلک ہونے کی شہادتیں نفس کتاب و نصاب سے بھی پیدا ہو سکیں۔ واللہ الموفق۔

شرعہ تنظیم ہستم دارالعلوم دیوبند ۲۸/۴/۶۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# دین کی باتیں

(زیر طبع)

حصہ اول

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسن سید عبد اللہ شاہ ضامن نقشبندی و قادری رحمۃ اللہ علیہ  
ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

مَرْتَبًا

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام۔ ا۔) خلیفہ حضرت ممدوح  
میلنے کا پتہ

مکتبہ نقشبندیہ (۱۲۲۲ھ) حیدرآباد گلی حیدرآباد دکن

۷۸۶

## حضرت مؤلف علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر (قابل دید تالیفات)

- (۱) گلزار اولیاء ..... ہدیہ (۲) روپیہ سیکڑہ
- (۲) علاج السکین ..... " (۱) "
- (۳) کتاب المحبت ..... " (۲) "
- (۴) زیارتہ المصائب (عربی) مجموعہ احادیث حنفیہ مکمل پانچ جلد  
جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم فی جلد ..... " (۱۲) "
- (۵) یوسف نامہ (تفسیر سیرہ سیدنا یوسف علیہ السلام) طبع چہارم ..... " (۶) "
- (۶) مواعظ حسنہ: حضرت مدوح رحمۃ اللہ کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ ..... " (۶) "
- (۷) قیامت نامہ (طبع دوم) ..... " (۴) "
- (۸) تورات المصائب حصہ اول جلد اول (طبع دوم) ..... " (۵) "
- (۹) تورات المصائب حصہ دوم جلد اول ..... " (۵) "
- (۱۰) تورات المصائب حصہ سوم جلد اول ..... " (۵) "
- (۱۱) سلوک مجددیہ ..... " (۲) "
- (۱۲) معراج نامہ ..... " (۴) "
- (۱۳) میلاد نامہ ..... " (۵) "
- (۱۴) جام جم یعنی شجرہ النساب عالم و نسب نضر عالم و ملائکہ بنی آدم دیا ایجاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ..... " (۱) "
- (۱۵) شہادت نامہ ..... " (۳) "
- (۱۶) فضائل مبارک ..... " (۳) "
- (۱۷) فضائل رمضان ..... (زیر طبع)
- ادراہ و وظائف کے حقیقی کتابوں کی سند اور اجازت حاصل کی جا سکتی ہے۔
- ۱۔ حصہ سیدنا از علامہ محمد بن ابی بکر اور اذکار کا عیدیم النظر مجموعہ ہدیہ (۱۲) "
- ۲۔ دلائل الحجرات (درود و دعاؤں کا نامہ مجموعہ) از عبد اللہ محمد بن سلیمان البخزولی " (۳) "
- ۳۔ انوار الاغلام مستون اور قرآنی دعاؤں کا بے نظیر مجموعہ) از علامہ ملا علی قاری " (۲) "

مِلَّةٌ كَايْتَةٌ

مکتبہ نقشبندیہ (۲۲۳) عینی علم حیدرآباد کن  
آندھرا پردیش



۷۸۶

## حضرت مؤلف علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر (قابل دید تالیفات)

- (۱) گلزار اولیاء ..... ہدیہ (۲) روپیہ سیکڑہ
- (۲) علاج السکین ..... " (۱) "
- (۳) کتاب المحبت ..... " (۲) "
- (۴) زیارتہ المصائب (عربی) مجموعہ احادیث حنفیہ مکمل پانچ جلد  
جلد اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم فی جلد ..... " (۱۲) "
- (۵) یوسف نامہ (تفسیر سیرہ سیدنا یوسف علیہ السلام) طبع چہارم ..... " (۶) "
- (۶) مواعظ حسنہ: حضرت مدوح رحمۃ اللہ کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ ..... " (۶) "
- (۷) قیامت نامہ (طبع دوم) ..... " (۴) "
- (۸) تورات المصائب حصہ اول جلد اول (طبع دوم) ..... " (۵) "
- (۹) تورات المصائب حصہ دوم جلد اول ..... " (۵) "
- (۱۰) تورات المصائب حصہ سوم جلد اول ..... " (۵) "
- (۱۱) سلوک مجددیہ ..... " (۲) "
- (۱۲) معراج نامہ ..... " (۴) "
- (۱۳) میلاد نامہ ..... " (۵) "
- (۱۴) جام جمعی شجرہ النساب عالم و نسب نجر عالم و خلائی آدم دیا ایجاد آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ..... " (۱) "
- (۱۵) شہادت نامہ ..... " (۳) "
- (۱۶) فضائل مبارک ..... " (۳) "
- (۱۷) فضائل رمضان ..... (زیر طبع)

ادراؤ و وظائف کے حقیقی کتابوں کی سند اور اجازت حاصل کی جا سکتی ہے۔

- ۱۔ حصہ اول: سیدنا از علامہ محمد بن ابی بکر اور اذکار کا عظیم النظیر مجموعہ ہدیہ (۱۲) "
- ۲۔ دلائل الحجرات (درود و دعاؤں کا نامہ مجموعہ) از عبد اللہ محمد بن سلیمان البخزولی " (۳) "
- ۳۔ انوار الاغلام مستون اور قرآنی دعاؤں کا بے نظیر مجموعہ) از علامہ ملا علی قاری " (۲) "

مِلَّةٌ كَاطِقَةٌ

مکتبہ نقشبندیہ (۲۲۳) عینی علم حیدرآباد کن

آمدہ پریش